اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور ان کے فیض یافتہ خانوادہ کی عظیم شخصیات کے مختصر احوال اور ان کی کرامات کا مجموعہ

بنام

کراماتِ خانوادۂ رضا

مرتب

ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ
- حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا خاں قدس سرہٗ
- مفتی اعظم ہند شاہ محمد مصطفےٰ رضا قدس سرہٗ
- مفسر اعظم ہند شاہ محمد ابراہیم رضا قدس سرہٗ
- ریحان ملت علامہ شاہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ
- امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ
- صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ
- تاج الشریعہ مفتی شاہ اختر رضا قادری علیہ الرحمہ
- قمر ملت علامہ شاہ قمر رضا خاں علیہ الرحمہ

القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فیض یافتہ، خانوادہ کی عظیم شخصیات کے مختصر احوال

اوران کی کرامات کا مجموعہ

بنام

کرامات خانوادۂ رضا

مرتب

ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ

ناشر

القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

نام کتاب : کراماتِ خانوادۂ رضا

مرتب : ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ

نقش اول : فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

تقدیم : مولانا قمر الزماں مصباحی

حرف چیں : مولانا غلام سرور قادری

کمپوزنگ : مولانا عبد المتین ضیائی

ناشر : القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ۔۶

سن اشاعت : ۲۰۱۹ء

صفحات : ۳۱۲

تعاون خاص: محترم جناب خالد حسین خان
برائے ایصال ثواب جناب مرحوم شاکر خان محبیی، بنتارا اورنگ آباد

تقسیم کار : مکتبہ نعیمیہ، دہلی

ملنے کے پتے

۞ القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج، پٹنہ۔۶ (بہار)

۞ مرکزی ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ۔۶ (بہار)

۞ احمد پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹیڈ، سبزی باغ پٹنہ۔۴ (بہار)

۞ مکتبہ رحمانیہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران بریلی شریف (یوپی)

فہرست مضامین

کرامات مفتی اعظم ہند

کراماتِ حضور قمرِ ملت ۳۰۸

مقدمہ

حضرت مولانا محمد قمر الزماں مصباحی
صدر المدرسین مدرسہ دینیہ غوثیہ مظفر پور بہار

اگر آپ تاریخ دعوت وارشاد پر نظر ڈالیں تو اس سنہرے دور کا رشتہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس اور بابرکت ذات سے ملتا ہے اور ان کے بعد خلفا، صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس سلسلۂ نور کو آگے بڑھایا۔ انہیں عارفان حق میں ایک جماعت اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہے جنہوں نے اسلام کے فروغ وارتقا میں اپنے پاکیزہ کردار اور چمکتی سیرت سے کام لیا، وہیں ضرورت پڑنے پر کرامتیں بھی دکھائیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں حق کا اجالا پیدا ہو اور باطل کے اندھیرے دور ہو جائیں۔ اسی پرنور جماعت کے لیے رب تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانو یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ لا تبدیل لکلمٰت اللہ ذالك ھو الفوز العظیم۔ (پ ۱۱ سورہ یونس)

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس کے علاوہ قرآن پاک کی اور بھی آیتیں ہیں جو ان کی عظمت شان اور رفعت مکان کا خطبہ پڑھ رہی ہیں اور احادیث مبارکہ میں بھی ان کے بڑے پاکیزہ تذکرے موجود ہیں۔ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار عالم کا ارشاد گرامی ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ جب میرا قرب حاصل کرتا ہے اور میرے مقام محبت کو پالیتا ہے تو میں اس

کے کان، آنکھ، زبان، پاؤں اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا اور پکڑتا ہے۔ یہی وہ نورانی فیضان تھا کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم نے در خیبر کو ہاتھ سے اکھاڑ پھینکا۔ یہی نور ربانی جب آنکھوں میں سما جائے تو پوری دنیا ایک ہتھیلی کی مانند نظر آئے، کان تک پہنچ جائے تو دور و نزدیک کی سماعت ایک مرکز پر سمٹ جائے، زبان میں سرایت کر جائے تو "گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود" کا حسین منظر نظر آنے لگے اور قدموں میں اثر انداز ہو جائے تو ہزاروں میل کا سفر لمحوں میں طے ہو جائے۔ یہی وہ کمبل بردوش بندگان خدا ہیں کہ ان کے چہرے گرد آلود ہوتے ہیں، زلفیں بکھری ہوتی ہیں، کپڑے نہایت بوسیدہ ہوتے ہیں اور ٹوٹی چٹائی پر سوتے مگر قرب الٰہی کا عالم یہ کہ جن کے ایک اشارۂ ابرو سے ہزاروں کی تقدیریں بنتی اور بگڑتی ہیں، جو نظروں کے جھرونکوں سے جھانک کر دلوں کا راز معلوم کر لیتے ہیں اور آنکھوں پر ہاتھ ڈال کر لوح محفوظ کی سیر کرا دیتے ہیں۔

حضرت علامہ تفتازانی ولی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہو، تا حد امکان اطاعت پر مواظبت کرتا ہو، معاصی سے بچتا ہو اور لذات و شہوات میں انہماک سے روگردانی کرتا ہو۔ جو اس صفت کے ہوتے ہیں اللہ ان کی سنتا ہے، جو وہ کہہ دیتے ہیں ہو جاتا ہے، جس سے روٹھ جاتے ہیں خدائی ان سے روٹھ جاتی ہے اور ان کی ذات سے ایسی کرامتوں کا صدور ہوتا ہے کہ دنیا محو حیرت رہ جاتی ہے۔

یہ واضح رہے کہ معجزہ اور کرامت میں فرق ہے۔ جو خرق عادت کام، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے ظاہر ہو، وہ معجزہ ہے اور اولیاے عظام سے صادر ہو تو کرامت ہے۔ دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ معجزہ سے پہلے دعویِ نبوت ضرور ہے، جبکہ کرامت کے لیے دعوائے ولایت ضروری نہیں، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا مقصد لوگوں کو صحرائے کفر سے نکال کر نور وحدانیت و نبوت سے قریب کرنا اور معصیت کی آلودگی سے پاک کر کے اطاعت و فرمانبرداری کا خوگر بنانا ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو لوگ ایمان جیسی مقدس دولت سے محروم رہ جائیں گے اور انبیاء کرام کی آمد کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ یہ بات بھی ذہن نشیں کرتے چلیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے دعوائے نبوت کی غرض، عظمت نفس نہیں

بلکہ مخلوق خدا کی ہدایت ورہنمائی ہے کہ معجزات کو دیکھ کرلوگوں کے دلوں میں خدائے پاک کے وجود کا یقین بیٹھ جائے اور وہ کفر سے اسلام کی طرف قدم بڑھائیں اور اگر کوئی ولی دعوائے ولایت کرتا ہے تو بسا اوقات اس سے اس کی خواہش نفس کا اظہار ہوسکتا ہے اور یہ جائز نہیں، اس لیے کہ کرامت کا چھپانا مردان حق کے لیے لازم وضروری ہے۔

حضرت علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' میں کرامات کی بہت ساری قسمیں تحریر کی ہیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے تاکہ قارئین اس کی روشنی میں ولیوں کی عظمتوں سے کماحقہ آشنائی حاصل کرسکیں مثلاً۔

مردوں کو زندہ کرنا، مردوں سے باتیں کرنا، دریا کا پھٹ جانا، پانی پر چلنا، اشیا کی حقیقت کو بدل دینا، جانوروں اور پتھروں سے ہم کلام ہونا، مرض کا دور ہوجانا، سرکش جانوروں کا فرمانبردار ہوجانا، زمانے کا پھیل جانا، وقت کا سمٹ جانا، دعاء کا شرف قبولیت سے مشرف ہونا، زبان کا گنگ ہوجانا یا کھل جانا، نفرت کرنے والے کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرلینا، بغیر کھائے پیے سالوں زندہ رہنا، حرام لقمہ سے محفوظ رہنا، پردے کے پیچھے سے حالات کا مشاہدہ کرنا، زمین کے دفینے کی اطلاع دینا، مختصر دور میں بہت سی کتابوں کو لکھ دینا کہ اس عرصے میں ان کی تصانیف کو تقسیم کریں تو ان تصانیف کا نقل کرنا ہی ایک مسئلہ بن جائے چہ جائیکہ انہیں علمی انداز سے تصنیف کیا جائے۔ زہر یا ہلاکت خیز اشیا کا کھانے کے بعد اثر انداز نہ ہونا وغیرہ وغیرہ یہ ساری چیزیں جماعت اولیاء اور رجال حق سے صادر ہوچکی ہیں اور ان کے حق ہونے پر خود قرآن ناطق ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں اور ظاہر ہے کہ انبیاء قدرت الٰہیہ کے مظہر اور اولیاء معجزات انبیاء کے مظہر ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں خداوند قدوس نے وجہ بتائی کہ جب بندہ ہمارے احکام کی پابندی اور اس کی پیروی کرتا ہے تو اس کے ذریعہ خرق عادت افعال کا ظہور دراصل ہماری نشانیاں ہی تو ہیں۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت اور ان کا خاندان اپنے فضل وکمال، شرافت ونجابت، علم وادب، شعور آگہی، فقہی بصیرت، شعری عظمت اور جملہ علوم وفنون میں بے پناہ درک

ومہارت کی وجہ سے پورے عالم اسلام میں جس طرح یکتائے روزگار ہے تقویٰ وطہارت، سلوک وروحانیت اور ولایت وکرامت کے باب میں بھی اسی طرح نمایاں اور ممتاز ہے عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں قدس سرہٗ سے لے کر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ تک ہر فرد افق کرامت کا مہر درخشاں اور آسمان ولایت کا نیر تاباں ہے۔ قطب وقت حضرت حافظ کاظم علی، امام الواصلین حضرت شاہ رضا علی خاں، رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا بریلوی، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری، مفتی اعظم علامہ مصطفےٰ رضا قادری نوری، مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا جیلانی میاں، امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا قادری، صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا، ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں اور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری علیہم الرحمۃ والرضوان کی وہ ذات بابرکات ہے جن سے قدم قدم پر کرامتوں کا ظہور ہو، اجنہیں دیکھنے کے بعد ہزاروں افراد نے کلمہ پڑھا، اپنی بدعقیدگی سے تائب ہوئے، اپنے دلوں کی کجی دور کی، اور گمرہی کے اندھیروں سے نجات پاکر ہدایت کی راہ پر گامزن ہو گئے۔

محقق رضویات محب محترم حضرت مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد قاضی ادارہ شرعیہ بہار وجھارکھنڈ اپنی تنقیدی بصیرت، تصنیفی صلاحیت اور قلمی شوکت وعظمت کی وجہ سے پورے برصغیر میں مدارس اسلامیہ سے لے کر عصری دانشگاہوں تک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ یوں تو ہر موضوع پر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں ان کی تحریر کی جامعیت، فکر کا ترفع اور قلم کی کاٹ دیکھنی ہو تو سہ ماہی رفاقت پٹنہ، سہ ماہی آیات امریکہ، سہ ماہی رضا بک ریویو اور دوماہی الرضا انٹرنیشنل پٹنہ، کا اداریہ پڑھئے، سطر سطر سے علمی گہرائی، معقولیت، انداز بیان کی دلکشی، لب ولہجہ کی کھنک اور ان کی مستقبل شناس فکروں کا نور چھلکتا دکھائی دے گا۔ تاہم رضویات کے حوالے سے آپ کی خدمات اور بھی وسیع ہیں۔ منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ، غزلیات رضا، فقیہ ابن فقیہ، رضا بک ریویو کا کنز الایمان نمبر رضویات کا اشاریہ نمبر حجۃ الاسلام نمبر، میزان ادب، لمعان ادب، عرفان ادب، آپ کے وہ قلمی معرکے

ہیں جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے وصال کے تقریباً چوہتر سالوں کے بعد ماضی کی گم شدہ کڑیوں کو تلاش تلاش کر کے نہایت جگر کاوی کے ساتھ رضا بک ریویو کا عظیم وضخیم حجۃ الاسلام نمبران کے تحقیقی جذبہ اور دینی حمیت کا غماز ہے، یہ ان کی ہی ہمت مردانہ کا کمال ہے کہ انہوں ۷۴ رسالہ تاریخ کو بوسیدہ اوراق سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا اور سلیقہ سے سجا سنوار کر ایک گمنام شخصیت کو پھر علمی حلقہ میں موضوع گفتگو بنا دیا۔ ڈاکٹر امجد رضا جیسی شخصیت جماعت کے لئے غنیمت ہی نہیں ہیروں سے زیادہ قیمتی ہے جن کی قدر ہونی چاہئے اور الحمد للہ ہو رہی ہے۔ ان کی خدمات پہ انہیں ہندو پاک سے بے شمار ایوارڈ اور القابات مل چکے ہیں اور ملتے ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آشوب روزگار اور شر حاسدین سے محفوظ رکھے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب نے رضویات پہ تحقیقی واشاعتی کام کے لئے دس سال قبل پٹنہ میں القلم فاؤنڈیشن قائم کیا جس میں رضویات اور دیگر موضوعات پہ سات ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں، رضویات متعلقات رضویات اور اسلام وتصوف پہ تحقیقی کام جاری ہے کتابیں بھی شائع ہو رہی ہیں، علمی مجلسیں بھی سجتی ہیں اور سیمینار وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

امسال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے عرس صد سالہ کے زریں موقع سے آپ کی کئی کتابیں منظر عام پہ آرہی ہیں، جو خالص رضویات سے تعلق رکھتی ہیں انہیں میں ایک کتاب ”کرامات خانوادۂ رضا“ بھی ہے۔ اس میں بھی ان کے بلند حوصلہ اور محنت ولگن کو داد دینی چاہیے کہ مختلف ادوار کے بکھرے پھولوں کو یکجا کر کے کرامات رضا کا ایک حسین گلدستہ تیار کر دیا جو آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے ورق کھولیے اور اس کی نکہتوں سے تسکین دل ونظر کا سامان مہیا کیجئے۔

پیش لفظ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ عالم وفقیہہ ومجدد کے ساتھ اپنے عہد کے ممتاز صوفی وعارف تھے، بچپن سے پیری تک ان کا زندگی کا ہر لمحہ اسی انداز سے گزرا۔ ظاہر ہے، قدرت جس سے کام لینا چاہتی ہے اس کی تربیت اور نشونما کے لئے ویسا ہی ماحول بھی فراہم کرتی ہے۔ امام احمد رضا کو جو گھرانہ ملا، وہ للٰہیت خشیت اور رضائے مولا کی طلب کا خوگر تھا۔ پڑ دادا اعظم خان اپنے وقت کے صوفی کامل اور خدا رسیدہ مجذوب بزرگ تھے۔ وہ مولانا محمد انوالحق فرنگی محلی کے تلمیذ وخلیفہ مجاز تھے۔ ناز ونیاز بندگی کا عالم یہ تھا کہ جو کہہ دیا وہ ہوگیا۔ ٹھنڈک کے دنوں میں تہہ بند کے علاوہ کچھ نہیں پہنتے، آپ کے صاحبزادہ حافظ محمد کاظم علی خاں (جو نواب آصف الدولہ کے وزیر تھے) نے ایک بار شال بدن پہ ڈال دی تو اسے آگ میں ڈال دیا، بیٹے کے دل میں یہ عمل شاق گزرا تو دہکتی آگ سے چادر کو صحیح وسالم نکال کر ان کے حوالہ کردیا۔

جد امجد امام الواصلین مولانا شاہ رضا علی خاں، زبردست عالم دین اور معرفت وطریقت کے شہسوار تھے، آپ نے مولانا خلیل الرحمٰن بن ملا عرفان رامپوری، مفتی صدر الدین آزردہ دہلی، اور والد ماجد حافظ کاظم علی خاں کے فیض یافتہ تھے۔ قطب وقت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ آپ ہی نے سن ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء میں اپنے یہاں افتا کی بنیاد ڈالی۔ مولانا شاہ رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نامور تلامذہ ومرید میں ایک نام مولانا محمد حسن علمی کا بھی ہے جن سے منسوب ''خطبہ علمی'' برصغیر میں مقبول ومروج ہے۔ اس خطبہ علمی کے اخیر میں مولانا علمی کا لکھی ہوئی یہ تحریر بھی موجود ہے جس سے مولانا شاہ

رضاعلی کی شان علمی ہویدا ہے وہ لکھتے ہیں:

ہمارے مرشد و مولا عالم علم ربانی مقبول بارگاہ سبحانی مخزن اسرار معقول و منقول، کاشف استار فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر امتنان، مولانا و مخدومنا، لوذعی زمان مولوی رضاعلی خاں کو ہیچ دونوں جہاں کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصائے مراتب قبولیت کو پہنچائے آمین یارب العٰلمین (حیات اعلیٰ حضرت: جلد ۱۔ ص ۵۱)

والد محترم رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خاں اپنے عہد کے ممتاز فقیہ اور عالم ربانی تھے، سید الواصلیں حضور سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ اور سند فقہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن حنفی مکی علیہ الرحمہ سے حاصل تھا۔ آپ کے نامور تلامذہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علاوہ مولانا ہدایت رسول لکھنوی، مولانا حسن رضا بریلوی، مفتی حافظ بخش آنولوی، مولوی حکیم عبدالصمد وغیرہ کا اسم گرامی آتا ہے۔ آپ صاحب کشف بزرگ ہونے کے ساتھ صاحب تصانیف بھی تھے ''تفسیر سورہ الم نشرح، جواہر البیان، سرور القلوب، اصولارشاد، ازالاوہام، فضائل العلم وآداب العلما، ارشادالاحباب'' کتابوں سے ان کی علمی شان ہویدا ہے۔

اسی علمی گھرانہ کی ساعت سعید میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ولادت ۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ کو ہوئی۔ ناز و نعم میں پرورش ہوئی ابتدائی ایام ہی میں آپ کی ذکاوت کو دیکھ کر تعلیم کا آغاز کردیا گیا او چار سال کی عمر میں جبکہ وہ مس بسم اللہ خوانی کی عمر ہوتی ہے آپ نے قرآن پاک ناظرہ مکمل کرلیا۔ دادا محترم نے شفقت سے تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھایا والد محترم نے اس سلسلہ کو منتہی کتابوں تک پہنچایا یا بالآخر ۱۳؍سال ۱۰؍ماہ ۵؍دن کی عمر میں فاضل اجل اور عظیم عالم ومفتی ہو گئے تھے۔ جس دن فراغت ہوئی اسی دن رضاعت کے مسئلہ پر ایسا مدلل اور جامع فتوی لکھا کہ والد ماجد نے

قلمدان افتا آپ کے حوالہ کر دیا۔

یہ بات بزرگی کرامت اور مقرب الی اللہ ہونے ہی کے خانہ میں جائے گی کہ آپ نے تعلیمی اسباق کے دوران ہی صرف آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ''ہدایۃ النحو'' کی شرح لکھی، ۱۰ر سال کی عمر میں اصول فقہ کی مشہور کتاب ''مسلم الثبوت'' پر حاشیہ لکھا اسی زمانہ طالب علمی میں صفات باری تعالیٰ سے متعلق عربی زبان میں ''القول النجیح'' نامی کتاب لکھی، پھر ۱۸ر سال کی عمر میں اس پر ایک جامع حاشیہ بنام ''السعی المشکور'' کے نام سے لکھا (یہ دونوں کتابیں ''امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ۲۲ر جلدوں میں شائع فتاویٰ رضویہ میں موجود ہے)

۱۲۹۵ھ میں جب کہ آپ کی عمر ۲۳ سال کی تھی پہلا حج کیا۔ اسی حج کے سفر میں ایک ایسا واقعہ نونما ہوا جس نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ جوان عالم امت مسلمہ کی مذہبی قیادت کرے گا چنانچہ حضرت ملک العلما نے ''حیات اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے کہ اسی سفر حج کے دوران مقام ابراہیم پہ مغرب بعد حضرت حسین بن صالح جمل اللیل (امام شافعیہ) بغیر کسی تعارف کے اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دولت کدہ پر لے گئے، دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑے رہے اور پیشانی کو پڑھ لینے کے بعد فرمایا: انّی لأجد نور اللّٰہ في ھذا الجبین۔ بیشک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔ پھر اسی وقت صحاح ستہ (بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف) کی آپ کو سند اجازت عطا فرمائی اور فرمایا تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے'' اور ان کی زبان سے نکلے ہوئے غیبی اشارہ کو دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آج بھی دیکھ رہی ہے کہ کیسے آپ دین کی روشنی بن کر حقانیت کا پرچم لہرا رہے ہیں۔

یہ سفر آپ کے لئے رحمت الٰہی اور رضائے محبوب الٰہی سے اپنے دامن کو بھر لینے والا ثابت چنانچہ مسجد خیف شریف منیٰ میں رات کو جاگتے وقت آپ مغفرت کی بشارت سے سرفراز ہوئے۔ جب زیارت روضہ انور کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں

روضہ شریف کے مواجہ میں درود شریف پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں گے اور بالآخر "تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں" کی رٹ لگاتے لگاتے قسمت جاگ اٹھی اور اعلیٰ حضرت نے اپنی آنکھوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کا دیدار پر انوار کیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

۲۲ رسال کی عمر میں "مارہرہ مقدسہ" حاضر ہو کر خاتم الاکابر حضور سیدنا آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ سے بیعت اور اسی مجلس میں اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے اور حضور خاتم الاکابر نے یہ فرما کر دنیا والوں کی آنکھوں سے پردے ہٹادیے کہ

> "فکر تھی، کل میدان قیامت میں اللہ رب العزت مجھ سے فرمائے گا کہ اے آل رسول! تم دنیا سے ہمارے لیے کیا لائے؟ تو میں کیا پیش کروں گا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ فکر دور ہوگئی، اب میں اس سوال کے جواب میں احمد رضا کو پیش کروں گا"

آج جوش تعصب کے شکار جو حضرات، امام احمد رضا کو "مولانا" سے زیادہ کچھ کہنے سمجھنے کو تیار نہیں، انہیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ جب اپنے وقت کے "خاتم الاکابر، سید الواصلین، مسند الکاملین، امام زمانہ، قطب اوانہ" نے انہیں بیک نگاہ اجازت وخلافت سے سرفراز فرمادیا تو اب ان کی بزرگی، ولایت تصوف اور مقرب الی اللہ ہونے کے لئے کون سی سند چاہئے۔ اصل بات یہی ہے کہ جوہری ہی جوہری کو پہچانتا ہے۔ مقام حیرت ہے، کل جن اہل خانقاہ بزرگوں نے امام احمد رضا کو فقیہہ مجدد اور شریعت وطریقت کا جامع سمجھا لکھا اور مانا تھا آج اسی خانقاہ کے لوگ انہیں "مولانا" کے علاوہ کچھ کہنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اب انہیں کون سمجھائے کہ آپ اپنے اس عمل سے اپنے گھر کے بزرگوں کی بھی اذیت کا سامان کررہے ہو اور اپنے اندر کا کھوکھلا پن بھی ظاہر کررہے ہو۔ مجھے یہاں استاذ گرامی حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی صاحب کے مقالہ کا ایک حصہ یاد آرہا ہے وہ اپنے مقالہ "مجمع البحرین امام احمد رضا میں" لکھتے ہیں:

مجھے اس موقع پر امام غزالی یاد آرہے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''کیمیائے سعادت'' میں بڑی عبرت آموز یہ تمثیلی حکایت تحریر فرمائی ہے۔ لکھا ہے:

''ایک بار کچھ اندھوں نے کسی سے سن لیا کہ شہر میں ہاتھی آیا ہے تو یہ سمجھ کر کہ جیسے سخت و نرم اور سرد و گرم کو ٹٹول کر پہچان لیتے ہیں ایسے ہی ہاتھی کو بھی ٹٹول کر پہچان لیں گے، دوڑ پڑے اور ہاتھی کو ٹٹولنا شروع کیا۔ اب کسی کا ہاتھ ہاتھی کے کان پر پڑ گیا، کسی کا پاؤں پر، کسی کا دانت پر۔ بس خوش ہو گئے کہ ہم نے ہاتھی کو سمجھ لیا۔ اور واپس آکر جو اندھے نہیں جا سکے تھے، ان کو بتانا شروع کیا۔ اب جس کا ہاتھ ہاتھی کے پاؤں پر پڑا تھا اس نے بتایا کہ ہاتھی درخت کے تنے کی طرح ہے، جس کا ہاتھ دانت پر پڑا تھا اس نے کہا کہ ہاتھی پیلر کی طرح ہے، اور جس کا ہاتھ کان پر پڑا تھا اس نے کہا کہ کمبل کی طرح ہے ۔ جب کہ پورے ہاتھی کو کسی نے نہیں پہچانا'' (کیمیائے سعادت سے ترجمہ ص ۵۱)

یہی کچھ بیگانوں سے اپنوں تک نے امام احمد رضا کے ساتھ کیا۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفتہ من الفہم السقیم

بات دراصل یہی ہے کہ وہ اہل خانقاہ حقیقی معنیٰ میں صوفی، زہد وورع کے حامل اور عابد شب زندہ دار بزرگ تھے، جنہوں نے اپنی ظاہری نگاہوں کے ساتھ بصیرت کی نگاہوں سے بھی امام احمد رضا کو اپنی طرح تصوف کا حامل ولی کامل سمجھا۔ یہ لوگ جنہیں اپنی خبر نہیں وہ بھلا امام احمد رضا کو کیا پہچانیں گے۔ فاعتبروا یا اولو الابصار

آج ہمارے عہد میں بلکہ ہمارے آس پاس ایسے بھی نام نہاد صوفی ہیں جو امام احمد رضا کے کلام کو اپنی خانقاہوں میں "بڑوں کی بارگاہ میں چھوٹے کا کلام پڑھتے ہو" کہتے ہوئے امام احمد رضا کا کلام پڑھنے دینے کے روادار نہیں۔ یہ تصوف کی کون سی قسم ہے یہ تو وہی جانیں مگر اسلام اسے تعصب کہے گا اس سے کوئی انکار نہیں سکتا ہے۔ اور متعصب کبھی صوفی نہیں ہو سکتا یہ امر مسلم ہے۔

امام احمد رضا کے یہاں تصوف قولی و تصوف عملی کی جلوہ سامانی دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں اس کا اظہار کر رہے ہیں اس پہ مقالے لکھ رہے ہیں اور کتابیں منظر عام پہ آرہی ہیں ۔اس ضمن میں:

علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ کی	امام احمد رضا اور تصوف
مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی دام ظلہ کی	مجمع البحرین امام احمد رضا
مولانا محمد عیسیٰ رضوی کی	امام احمد رضا اور علوم تصوف
مولانا قادری ولی قادری کی	صوفی باصفا امام احمد رضا

کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں جو خاص اسی موضوع پہ ہیں۔ ان کے علاوہ گیا میں منعقدہ سیمینار "امام احمد رضا اور تصوف" کے مقالوں کا علمی مجموعہ بنام "مقالات تصوف" میں شامل مقالات جیسے:

خانوادہ رضا کے صوفیہ	ڈاکٹر شفیق اجمل قادری
مسئلہ وحدۃ الوجود اور امام احمد رضا	ڈاکٹر خالد مبشر جامعہ ملیہ دہلی
امام احمد رضا اور تصوف قولی و عملی	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی
امام احمد رضا بحیثیت صوفی	پروفیسر حسین الحق گیا
حدائق بخشش اور تعلیمات تصوف	ڈاکٹر سراج احمد بستوی
امام احمد رضا بحیثیت صوفی کامل	ڈاکٹر واحد نظیر جامعہ ملیہ دہلی

کے مطالعہ سے بھی آنکھیں ٹھنڈی کی سکتی ہیں۔ خانقاہ ابدالیہ کے صاحب سجادہ ڈاکٹر

طیب ابدالی صاحب نے اپنی کتاب ''اردو میں صوفیانہ شاعری'' میں صوفی شاعر کی حیثیت سے امام احمد رضا کا ذکر بڑے اچھے انداز کیا ہے موصوف لکھتے ہیں:

دنیائے تصوف کے حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تابندہ ستارے تھے حضرت کے تبحر علمی کا شہرہ نہ صرف ہندوستان تک ہی رہا بلکہ عالم انسانی میں پھیلتا رہا۔ آپ بے شمار کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں فتاویٰ رضویہ آپ کی مشہور تصنیف ہے جس سے آپ کے تبحر علمی کا اور علوم دینیہ میں دقت نظری کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کا ترجمہ قرآن مجید منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ حضرت احمد رضا خاں صاحب اگر ایک طرف عالم متبحر صوفی باصفا مجدد وقت کی حیثیت سے مشہور ہیں تو اردو شاعر کی حیثیت سے بھی آپ کا مرتبہ کم نہیں۔ آپ کے مسلک تصوف میں وحدۃ الوجود کے مسئلہ کو اہمیت حاصل ہے اور یہ اکابرین صوفیہ کا مسلک رہا ہے۔ ص ۱۴۲

آیئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مقدس زندگی کا ایک آئینہ دیکھئے واقعی آئینہ ہو جائے گا کہ امام احمد رضا کے روز وشب کا ایک ایک لمحہ عبادت، خدمت۔ تذکیر تبلیغ اور تزکیہ کے لئے وقف تھا۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما مولانا شاہ ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری کی کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں پھیلے ہوئے اعلیٰ حضرت کے شب وروز کے معمولات میں سے بعض کو مولانا حنیف خان رضوی سہل انداز میں سمیٹ کر یوں بیان کرتے ہیں:

(۱) عصر کی نماز کے بعد موسم گرما میں عام طور پر پھاٹک میں تشریف رکھتے اور حاضرین محفل کو اپنے مبارک کلمات سے فیضیاب فرماتے۔

(۲) موسم سرما میں بعد عصر اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں تشریف رکھتے اور ملفوظات عالیہ سے سرفراز فرماتے۔ سامعین بھی اعتکاف کی نیت سے موجود رہتے۔

(۳) جمعہ کے دن معمول تھا کہ نماز جمعہ کے بعد پھاٹک میں تشریف فرما ہوتے،

(۴) مغرب کی نماز ادا فرما کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے۔

(۵) پانچوں وقت نماز باجماعت کے لیے مسجد میں حاضر ہوتے۔

(۶) نماز کے اوقات کے علاوہ جب آپ اپنے گھر میں تشریف فرما، ہوتے تو اگر شہر یا بیرون شہر سے کوئی صاحب ملنے حاضر آتے اور آپ کو اطلاع کرائی جاتی تو آپ فوراً باہر تشریف لاتے۔

(۷) اگر کوئی آپ کی دعوت کرتا تو اس کی دل جوئی کے لیے ضرور اس کے یہاں تشریف لے جاتے اور کھانا بھی تناول فرماتے خواہ وہ کھانا آپ کے پرہیز کے خلاف ہی ہوتا۔

(۸) جب بستر پر آرام فرماتے تو بشکل محمد لیٹتے، یعنی داہنی کروٹ پر دونوں ہاتھ کہنیوں سے موڑ کر سر کی طرف رکھتے جس سے میم اور حا کا نقشہ بن جاتا اور کمر دوسری میم کی طرح اور پائے اقدس گھٹنوں سے موڑ کر رکھتے کہ دال کی شکل بن جاتی۔

(۹) کبھی ٹھٹھا لگا کر نہ ہنستے، ہمیشہ ایسے وقت میں صرف مسکراتے۔

(۱۰) جمائی آنے پر انگلی دانتوں میں دبا لیتے اور کوئی آواز نہ نکالتے۔

(۱۱) کلی کرتے وقت بایاں ہاتھ داڑھی مبارک پر رکھ کر جھکتے اور پانی گراتے۔

(۱۲) کبھی قبلہ کی جانب نہ تھوکتے۔

(۱۳) قبلہ کی طرف کبھی پاؤں نہ پھیلاتے۔

(۱۴) فرض نماز عمامہ کے ساتھ ادا فرماتے۔

(۱۵) لوہے کا قلم کبھی نہ استعمال فرماتے۔

(۱۶) خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔

(۱۷) پابندی سے مسواک فرماتے۔

(۱۸) ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر نہ بیٹھتے بلکہ اس کو ناپسند فرماتے،

(۱۹) آپ کے بیٹھنے کا طریقہ عام طور پر لکھتے اور پڑھتے وقت یہ تھا کہ دونوں پاؤں سمیٹ کر دونوں زانو اٹھائے رہتے، یا پھر سیدھا زانو مبارک اٹھا رہتا اور دوسرا بچھا

رہتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ضرورت کے وقت بایاں زانو اٹھاتے تو داہنا بچھالیا کرتے تھے۔

(۲۰) ذکر میلاد شریف کی مجلس میں شروع سے آخر تک بطور ادب دو زانو ہی بیٹھے رہتے تھے اور وعظ بھی اسی طرح بیٹھ کر فرماتے۔

(۲۱) ہفتہ میں دو بار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیلی فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر جمعرات کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا عیدین کا دن ہوتا تو اس دن بھی آپ لباس بدل لیا کرتے تھے۔

(۲۲) آپ کا راہ میں چلنا اس آہستگی کے ساتھ تھا کہ عام طور پر لوگوں کو آپ کے چلنے پھرنے کا احساس ہی نہیں ہو پاتا۔

(۲۳) حاضرین بارگاہ کا کہنا ہے کہ آپ زنان خانہ سے نکل کر پورا صحن طے فرما کر باہر سردری میں تشریف لے آتے اور ہمیں آپ کی آہٹ تک محسوس نہ ہوتی کہ آپ خود ہی آکر سلام کرتے تو ہم خبردار ہوتے۔

(۲۴) آپ مسجد میں نماز سے فارغ ہو کر پھاٹک کی طرف تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ اتار کر بغل میں دبالیا کرتے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں، نگاہیں اکثر نیچی رہتی تھیں مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

(۲۵) مسجد میں ہمیشہ داہنا قدم پہلے رکھتے۔

(۲۶) مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اس لیے آپ اس موقع پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصے پر قائم فرما کر سیدھے پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے پھر الٹے میں۔

(۲۷) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کو کھڑا کر کے جاتے، شاید اس میں دو مصلحتیں مضمر تھیں: ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے۔ دوسرے عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا بلکہ اس کے سہارے سے قیام میں قیام فرماتے، اسی

لیے احتیاط ملحوظ رکھتے، والحمد للہ

(۲۸) بینی پاک کرنے اور استنجا فرمانے کے سوا آپ کے ہر فعل کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔

(۲۹) نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے، فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے۔

(۳۰) اعداد بسم اللہ شریف (۷۸۶) عام طور سے لوگ جب لکھتے ہیں تو ابتداء ۷ سے کرتے ہیں پھر ۸ لکھتے ہیں اس کے بعد ۶، مگر اعلیٰ حضرت پہلے ۶ تحریر فرماتے پھر ۸ تب ۷۔ (مشمولہ ''مقالات تصوف'' گیا سیمینار)

اعلیٰ حضرت کے خانوادہ کے وہ تمام بزرگان دین جنہوں نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے فروغ میں عارفانہ جدوجہد، کی اپنے اپنے وقت کے قطب الاقطاب، اویس زماں اور عارف حق آگاہ تھے۔ ان تمام شخصیات کے احوال وآثار اور کشف وکرامات پہ تفصیلی کتابیں رسائل کے نمبرات موجود ہیں۔ ان شخصیات میں:

حجۃ الاسلام علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

مفسر اعظم ہند علامہ شاہ محمد ابراھیم رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

رئیس العلما علامہ شاہ محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

امین شریعت علامہ شاہ محمد سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

صدر العلما علامہ شاہ محمد تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

تاج الشریعہ علامہ شاہ محمد اختر رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

قمر ملت علامہ ڈاکٹر شاہ محمد قمر رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان

خاص طور پہ قابل ذکر ہیں کہ یہ حضرات ہماری اس کتاب کا مرکزی موضوع ہیں اور اس میں انہیں حضرات کی کرامات کا تذکرہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ولایت کے لئے کرامت معیار نہیں

ہے مگر یہ بھی صحیح ہے کہ بزرگوں سے وقت ضرورت کرامات کا صدور ہوتا رہا ہے اور اسی سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت راسخ ہوتی ہے۔اس کتاب میں شامل بزرگوں کا تذکرہ اوران کی کرامات سے یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ خانوادہ رضا میں حضور شاہ کاظم علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے جس عرفانی سلسلہ کا آغاز سن ۱۲۰۰ھ ۱۸۰۰ء میں ہوا تھا وہ ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء تک قائم ودائم ہے۔درمیان کا یہ تقریبا ڈھائی سو برس کا زمانہ ایسا ہے جس میں اس خانوادہ کی مذہبی ملی علمی سیاسی اور عرفانی خدمات کا سکہ رائج رہا ہے اور آج بھی ہے اوران شاء اللہ رہے گا۔

اس کتاب کی ترتیب کا خیال دل میں اس لئے پیدا ہوا کہ عوام میں مختلف راہوں سے عقیدے میں تزلزل، اخلاق وعادات میں ابتری ،فکر آخرت سے بے نیازی اور اللہ والوں سے دوری راہ پارہی ہے اسی کے ساتھ بعض اہل خانقاہ جو''احاطہ خانقاہ ودرگاہ میں پیدا ہوجانے ہی کو صوفی ہونے کی دلیل سمجھ بیٹھے ہیں'' اعلیٰ حضرت قدس سرہ اوراس خانوادہ کے بزرگوں کو مولوی اور مولانا سے زیادہ سمجھنے ماننے کو تیار نہیں اور اپنی اس فکر کو اپنے حلقہ مریدین میں موقع ومحل کے دیکھ کر عام کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

عام افراد کرامت کی زبان زیادہ سمجھتے ہیں اور عقیدے کی پختگی تزکیہ نفوس نیز اصلاح عادات واطوار کے لئے تو کم از اس بہانے ہی سہی وہ ان بزرگوں کے حالات ان کی عبادات، عادات واطوار، خشیت الٰہی اور محبت رسول وپیروی سنت رسول میں ان کا انہاک دیکھیں اوران کے نقش قدم پہ چلنے کی تحریک اپنے دل میں پیدا کریں۔

اس کتاب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مجمع البحرین شخصیت پہ ایک گرانقدر مقالہ فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدظلہ العالی کا شامل کرلیا ہے جس سے کلی طور پہ یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ شریعت وطریقت کی جامع تھے۔اس مقالہ سے مسئلہ سماع بالمزامیر اور امام احمد رضا کے فتویٰ کی حقیقت اوراس کی صحیح تطبیق وتعبیر بھی سامنے آجاتی ہے۔محب مکرم مولانا قمرالزماں مصباحی صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی

مصروفیات کا کچھ حصہ اس کتاب کے لئے نکالا، ان کی تحریر ''مقدمہ'' کے عنوان سے شامل ہے قارئین یقیناً اس سے بھی محظوظ ہوں گے،

اس کتاب کو قارئین تک پہنچانے میں مولانا غلام سرور قادری کی محنت داد طلب ہے۔ خدا انہیں سلامت رکھے اور اس خدمت کا بھرپور صلہ انہیں عطا فرمائے۔ مولانا عبد المتین ضیائی کی کمپوزنگ بھی دعاؤں کی مستحق ہے اللہ رب العزت سبھوں کو نوازے اور خوب نوازے۔

یہ کتاب اپنے موضوع پہ منفرد ہے اور یہ اس کا پہلا ایڈیشن ہے۔ بہت ساری کمیاں میری نگاہ میں بھی ہیں۔ بزرگوں کی کرامات بھی بہت چھوٹ گئی ہیں جس کا احساس ہے ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس کمی کے ازالہ کی بھرپور کوشش ہوگی۔

اس کتاب کی اشاعت میں محترم خالد انور خاں کا تعاون شامل ہے اللہ رب العزت ان کے والد مرحوم شاکر خاں کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ جناب خالد صاحب اعلیٰ حضرت کی محبت میں سرشار اور ان کے مشن کے فروغ میں مخلصانہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ کچھ دنوں قبل امریکہ سے انہوں نے اعلیٰ حضرت کی شخصیت وسوانح پہ انگریزی زبان میں ایک کتاب ''WHo is Imam AHmd Raza شائع کی تھی جس کو انگریزی دنیا میں بڑی پذیرائی ملی۔ اس حلقہ میں اس کتاب نے بڑا کام کیا۔ یہی جذبہ انہیں ہمیشہ متحرک رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس جذبہ کے صدقہ انہیں سلامت رکھے۔ آمین

مجمع البحرین امام احمد رضا

فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

اللہ کا مقرر فرمایا ہوا دین بس اسلام ہے۔ اس لیے اُس نے حضرت آدم سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جتنے پیغمبر مبعوث فرمائے، سب کو اسی دین پر مبعوث فرمایا، اور وہ اسی کی تبلیغ فرماتے رہے۔ اگرچہ معاملات کی راہیں جدا جدا اور عبادات کے طریقے الگ الگ رہے، مگر دل کا خلوص اور حسن نیت سب میں قدر مشترک رہا۔ اسی دل کے خلوص اور حسن نیت کو حامل وحی حضرت جبرئیل اور محبط وحی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبانوں نے احسان کا نام دیا ہے۔

یعنی قصرِ تصوف کی تکمیل کے لیے خلوصِ دل کہیے یا حسنِ نیت یا احسان، اس کی حیثیت آخری اینٹ کی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایمان (اعتقادات) اسلام (ظاہری اعمال) اور احسان (دل کا خلوص اور حسن نیت) تینوں تصوف کے اجزائے ترکیبی ہیں۔

حدیث پاک میں پہلے نمبر پر ایمان (اعتقادات) دوسرے نمبر پر اسلام (ظاہری اعمال) تیسرے نمبر پر احسان (دل کا خلوص اور حسن نیت) کے ذکر سے اس حقیقت کی نقاب کشائی ہو جاتی ہے کہ جس طرح دو کا وجود اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ایک کا وجود نہ ہو جائے، اور تین کا وجود اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دو کا وجود نہ ہو جائے، اسی طرح جب تک ایمان نہ ہو شرعاً اعمال کا وجود ممکن نہیں، اور جب تک اعمال نہ ہوں احسان کا وجود بھی ممکن نہیں۔ پھر جس طرح تین سے دو کی قدر کم ہوتی ہے، اور دو سے ایک کی قدر کم، اسی طرح احسان کے بغیر اعمال ناقص ہیں اور عمل کے بغیر ایمان کمزور ہے۔

صحابہ وکبارِ تابعین کے عہد خیر میں اہل ایماں، صحبت نبوی اور قرب رسالت کی فیض یابی سے عمومی طور پر اُدۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً پہ عمل پیرا اور احسان سے متصف رہے۔ وہ ایمان کی پختگی میں کامل واکمل، اعمال کی بجا آوری میں آگے اور حسن نیت وخلوص دل کے حامل رہے۔ البتہ صغارِ تابعین کے زمانہ میں آکر عہد رسالت کی دوری سے عام مسلمانوں کی وہ حالت نہیں رہی جو پہلے تھی، اخلاص واحسان میں کمی آئی۔ خدا طلبی کی بجائے دنیا طلبی غالب آنے لگی۔ نام ونمود کی خواہش اور ہوائے نفس سے یونان کے مردہ فلسفہ کی درآمد ہوئی اور اعتقادات پر شب خوں مارا جانے لگا۔ عیش کوش سلاطین نے حلال وحرام میں امتیاز کرنا چھوڑ دیا۔ جاہ پرست درباریوں نے حدیثیں گڑھنا شروع کر دیں، تو جن حضرات نے اعتقادات کے تزلزل سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کی، وہ متکلم کہے جانے لگے اور علم کلام کی اصطلاح قائم ہوئی۔ جنہوں نے حدیثوں کی حفاظت کا ذمہ لیا، وہ محدث کہلائے اور علم حدیث کی تدوین ہوئی۔ جن حضرات نے حلال وحرام میں تمیز کا بیڑا اُٹھایا، وہ فقیہ ومجتہد کے لقب سے ملقب ہوئے اور علم فقہ کی بنیاد پڑی۔ اسی طرح جن حضرات نے نیتوں کی تصحیح کا فریضہ انجام دیا اور دلوں کا رخ دنیا کی طرف سے موڑ کر دنیا پیدا کرنے والے کی طرف کیا، وہ صوفی سے مشہور ہوئے اور تصوف کی اصطلاح قائم ہوئی۔

اسی لیے امام مالک جیسے محدث ومجتہد نے فرمایا:

"من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق، ومن تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق، ومن جمع بینہما فقد تحقق"

(مرقات شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵۶)

(ترجمہ) جو فقہ سیکھے اور تصوف سے اعراض کرے، فاسق ہوگا۔ جو تصوف پر گامزن ہونا چاہے اور فقہ سے اعراض کرے زندیق ہو جائے گا۔ جو دونوں کو اپنائے وہی ثابت قدم رہے گا۔"

واضح رہے کہ میری یہ گفتگو اس حقیقی تصوف سے متعلق ہے جس کا تذکرہ میں نے سطور بالا میں کیا ہے، جس کا مصدر وماخذ سراسر قرآن وحدیث ہے، اور جو اسلام کا عین مطلوب ومقصود ہے۔ وہ تصوف نہیں جو بعض جاہل متصوفین نے شریعت کے خلاف گڑھ

لئے ہیں اور اباحیت اختیار کرلی ہے۔ یا۔ أرأیت من اتخذ الھه ھواه[کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا](پ ۱۹ س فرقان، ایت ۴۳) کے مصداق حلول واتحاد کو اپنا مسلک ٹھہرالیا ہے“۔

خلاصہ یہ کہ عقائد اور حدیث وفقہ کی ہی طرح تصوف کی ابتدا بھی آدمیت کی ابتدا ہی سے ہے، حضرت آدم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہم وسلم تک تمام انبیا اس کے حامل رہے ہیں۔ زبان جبرئیل نے اسی کو احسان کا نام دیا ہے۔ لسان رسالت نے بھی اسے ہی احسان سے تعبیر فرمایا ہے۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ ہدیٰ نے اسی سے روگردانی کو فسق قرار دیا ہے۔

گریز: اس تمہید کے بعد کہنا یہ ہے کہ عقائد وکلام اور حدیث وفقہ کی تعلیم آج مدارس اسلامیہ کے مروجہ نصاب کا حصہ ہے، اس لیے یہاں کا ہر طالب علم ان کی تعریفات واصطلاحات اور احکام سے آگاہ ہے۔ تصوف کو چوں کہ بعض وجوہ سے اس نصاب میں جگہ نہیں دی گئی ہے، اسی وجہ سے یہ ان کے لیے ایک غیر مانوس سا اجنبی فن ہوکر رہ گیا ہے۔ بہت سے اہل قلم نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کے ماخذ، لغت میں اس کے معنی اور اصطلاح فن میں اس کی تعریف کے تعلق سے بڑی بڑی بحثیں کی ہیں، جن کے اعادے کی اس مختصر مقالے میں گنجائش ہے نہ میں اپنے موضوع پر گفتگو کے لیے اس کی ضرورت سمجھتا ہوں۔

تصوف کی تعریف: یہاں بس مشہور صوفی بزرگ حضرت محمد ابراہیم بن عبادہ نے شرح ”الحکم“ میں تصوف کی جو بہت ہی مختصر اور جامع ومانع تعریف کی ہے، اسی کے نقل کردینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

”النظر فیما یتعلق بظاھر العبد یسمی فی الاصطلاح تفقھا والنظر فیما یتعلق بباطنه یسمی فی الاصطلاح تصوفا “الخ (ص ۳۰)

یعنی جس طرح مکلف کے ظاہری افعال (مثلا صحت وبطلان ، جواز وعدم جواز وغیرہ) سے جس فن میں بحث کی جاتی ہے، اسے

اصطلاح میں فقہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مکلف کے باطنی اعمال (مثلاً اخلاص وریا، انکسار وعجب وغیرہ) سے جس فن میں بحث کی جاتی ہے ،اسے اصطلاح میں تصوف کہا جاتا ہے۔

امام اعظم:۔ ائمۂ کرام بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم اگرچہ محدث اور فقیہ ومجتہد کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے استاذ امام اعمش جیسے محدث نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

"ما حدثتک به فی مأة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة، ما علمت انک تعمل بهذه الاحادیث ،یا معشر الفقهاء! انتم الاطباء ونحن الصیادلة، وانت ایها الرجل! اخذت بکلا الطرفین"۔

ترجمہ:: میں نے جو حدیثیں سو دن میں بیان کیں آپ نے گھڑی بھر میں مجھے سنا دیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ اے جماعت مجتہدین! آپ لوگ طبیب ہیں اور محدثین دوا فروش۔ اور اے ابوحنیفہ! آپ نے تو دونوں ہی کنارے گھیر لیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة"۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۶) ترجمہ: لوگ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی اولاد کی طرح ہیں۔

مگر تصوف میں بھی آپ کا پایہ اس زمانہ کے صوفیاے کرام سے بہت ارفع تھا۔ آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مستفیض تھے اور امام طائی جیسے عظیم صوفی بزرگ آپ کی بارگاہ کے خوشہ چیں۔ بحر تصوف کے غواص حضرت عبد الوہاب شعرانی شافعی، ان کے پیر ومرشد حضرت علی خواص، حضرت علی مرصفی، اور امام زکریا علیہم الرحمۃ والرضوان کے یہ اعترافات دیکھیے۔ "میزان الشریعۃ الکبری ج ۱ ص ۱۸۰ میں ہے:

"الائمة فو اللہ کانوا علماء بالحقیقة والشریعة معاً" (ترجمہ) قسم خدا کی ائمہ کرام بیک وقت شریعت وطریقت دونوں کے عارف تھے۔

اسی کے ص ۱۸۴ پر لکھتے ہیں:

"سمعت سیدی علیا المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول مرارا: کان ائمۃ المذاہب رضی اللہ عنہم وارثین لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علم الاحوال وعلم الاقوال معا"۔

(ترجمہ) میں نے سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ کو بارہا یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ائمۂ مذاہب رضی اللہ عنہم علم الاقوال اور علم الاحوال یعنی شریعت وطریقت دونوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔

ص ۱۸۱ پر لکھتے ہیں:

"ان لم تکن الائمۃ المجتہدون اولیاء فما علی وجہ الارض ولی ابدا" (ترجمہ) ائمۂ مجتہدین اگر ولی نہیں ہیں تو روئے زمین پر کبھی کوئی ولی نہیں ہوگا۔

ص ۱۶۵ پر امام زکریا انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

" للہ تعالیٰ فی ذالک حکم و اسرار یعرفھا العارفون"۔ (ترجمہ) شریعت کے احکام میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمتیں اور اسرار ہیں، انہیں عرفا ہی جانتے ہیں۔

ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:

"ولولا معرفتھم بذالک ماقدروا علی استنباط الاحکام التی لم تصرح بھا السنۃ"۔ (ترجمہ) اگر ائمہ کرام احکام کی حکمتوں اور اسرار کو نہیں جانتے، تو جن احکام کی تصریح احادیث میں نہیں ہے ان احکام کا استنباط ہی نہیں کر سکتے۔

یعنی استنباطِ احکام، اسرار کی معرفت کا پتہ دیتا ہے اور اسرار کی معرفت، عارف ہونے کی علامت ہے۔ تو جو جس قدر احکام کا استنباط کرے گا، اسے اسی قدر اسرار و حکم کی معرفت ہوگی، اور جسے جیسی معرفت ہوگی، وہ اسی حساب سے تصوف کے منصب پر فائز ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب احناف میں قواعد و جزئیات کی شکل میں جس قدر مستنبط مسائل موجود ہیں، اس قدر کسی اور فقہی مذہب میں نہیں پائے

جاتے مثلاً: مائے مستعمل یعنی بدن کا دھوون پاک ہے یا ناپاک؟ ناپاک ہے تو نجاست خفیفہ ہے یا غلیظہ؟ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ حدیث پاک میں صرف اتنا ہے کہ وضو کرنے سے آدمی کے گناہ جھڑتے ہیں ــــــ مگر امام اعظم سے مروی ایک روایت کے مطابق دھوون نجاست غلیظہ ہے یعنی ایک درہم کی مقدار سے زیادہ کپڑے میں لگی ہو تو اس کپڑے کو پہن کر نماز نہیں ہوگی ــ دوسری روایت کے مطابق نجاست خفیفہ ہے یعنی کپڑے کے کسی حصہ کی چوتھائی میں سے لگی ہو تو اس کو پہن کر کراہت کے ساتھ نماز ہو جائے گی، اور چوتھائی میں لگی ہو تو نہیں ہوگی ــ تیسری روایت کے مطابق پاک ہے یعنی پورے کپڑے میں بھی لگا ہو تو نماز ہو جائے گی، مگر دوبارہ اس سے وضو نہیں ہوگا۔

امام شعرانی کے پیر و مرشد حضرت علی الخواص نے امام اعظم کے حوالے سے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ چوں کہ کشف صحیح کے مالک تھے، اس لیے وضو کے دھوون میں مجسم صورت میں گناہوں کو جھڑتے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے اور اس کے دھوون میں گناہ کبیرہ یعنی ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ نظر آ رہے ہیں ــ دوسرا شخص وضو کر رہا ہے تو اس کے دھوون میں گناہ صغیرہ یعنی مزامیر سننے کے گناہ نظر آ رہے ہیں ــ تیسرا شخص وضو کر رہا ہے تو اس کے دھوون میں خلاف اولیٰ امور کے ارتکاب کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ تو آپ نے الگ الگ لوگوں کے دھوون کے لحاظ سے الگ الگ فیصلے فرمائے۔

"کان ابو حنیفة و صاحبه (ابو یوسف) من اعظم اهل الکشف، فکان اذا رأی الماء الذی یتوضأ منه الناس یعرف اعیان تلک الخطایا التی خرت فی الماء ویمیز غسالة الکبائر عن الصغائر، و الصغائر عن المکروهات، و المکروهات عن خلاف الاولی کالامور المجسدة رجسا علی حد سواء ـــ وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الکوفة فرأی شابا یتوضأ فنظر فی الماء المتقاطر منه،

فقال: یاولدی! تب عن عقوق الوالدین۔ فقال: تبت الی اللہ عن ذالک۔ ورأی غسالۃ شخص آخر، فقال لہ: یااخی! تب من شرب الخمر وسماع آلات اللھو۔ فقال: تبت منھا۔ فکانت ھذہ الامور کالمحسوسات عندہ علی حد سواء من حیث العلم بھا"۔ (ج ۱ ص ۳۳۳)

امام احمد رضا:۔ امام احمد رضا محدث بریلوی، اپنے زمانے میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سچّے نائب و پرتو تھے۔ حضرت محدث سورتی، جن کو ان کے معاصرین، بیہقیؒ وقت کہتے تھے، انہوں نے علم حدیث میں امام احمد رضا کے مقام و مرتبہ سے متعلق فرمایا ہے:

''اعلیٰ حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں کہ میں سالہا سال تک صرف اس فن میں تلمذ کروں تو بھی ان کا پاسنگ نہ ٹھہروں''۔ (روایت محدث اعظم کچھوچھوی، المیزان بمبئی کا امام احمد رضا نمبر ص ۲۴۷)

اور علم فقہ میں مقام و منصب کے تعلق سے حضرت علامہ سید محمد خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

"واللہ اقول والحق اقول: انہ لورأھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ولجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب"۔ (الاجازات المتینہ ص ۲۲، رضا اکیڈمی بمبئی)

(ترجمہ) میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور حق بات کہتا ہوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ، فتاویٰ رضویہ کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد مولانا عبدالحی جائسی کا اعتراف دیکھئے، وہ لکھتے ہیں:

"یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ

یشــــــــــهد بذالک مجمـــــــوع فتــــــاواہ

"الخ (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۳۹) (ترجمہ) فقہ حنفی اور اس کے جزئیات کے علم وادراک میں مولانا احمد رضا کی نظیر ملنا اس زمانہ میں نادر بات تھی جس پر ان کے فتاوی کا مجموعہ شاہد ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد، استاد شعبۂ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی کراچی، لکھتے ہیں:

"فقہ کے میدان میں آپ کا فتاوٰی رضویہ، فقہ اسلامی کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو آپ کو مجتہد کے درجہ پر فائز کرنے کے لیے کافی ہے" (معارف ۱۹۸۴ ص ۱۶۸)

مگر احسان وتصوف میں بھی آپ کا مقام ومرتبہ اس زمانے کے صوفیا سے کم نہیں تھا۔ جس کی گواہی ان کی کتابِ حیات اور تصنیفات وتالیفات کا ورق ورق دے رہا ہے۔ ہم تمہید ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ اعتقادیات کی تصحیح اور شریعت کے ظاہری احکام کی بجا آوری کے بعد ہی احسان وتصوف کا نمبر ہے، جس کی دو قسمیں ہیں: عملی وعلمی۔

عملی تصوف: عملی تصوف کا آغاز بیعت سے ہوتا ہے اور ذلت وفروتنی، انکسار وعاجزی اور دوسرے اعمال واحوال اس کی تائید کرتے ہیں۔ امام احمد رضا کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو عملی تصوف پر کھلی گواہی نہ دے رہا ہو، جس پر یہ فقیر مستقبل میں ایک مبسوط مقالہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ! کیوں کہ یہاں تفصیل کی جائے تو سیمنار کا پورا وقت اسی کی سماعت میں صرف ہو جائے گا۔ اس لیے ابھی صرف چند نمونوں کے ذریعہ ان کے عملی تصوف کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا کر آگے علمی تصوف پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ واللہ ولی التوفیق!

امام احمد رضا ۱۲۹۴ھ میں بہ عمر ۲۲ سال حضرت خاتم الاکابر سیدنا آل رسول علیہ الرحمۃ کی خدمت میں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ پہنچے تو وہاں کے سجادہ نشین حضرت خاتم الاکابر نے فرمایا:

''آیئے! ہم تو آپ کا کئی دن سے انتظار کر رہے ہیں (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۵۱) پھر بیعت کے بعد توجہ شیخی ڈالی تو آپ کی شکل بالکل ایسی ہی ہوگئی جیسی حضرت خاتم الاکابر کی تھی۔ اسی لیے جب آپ حجرۂ بیعت سے باہر نکلے تو حاضر باش خدام نے (آپ کو خاتم الاکابر سمجھا اور) وہاں کے حسب دستور اسم جلالت اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ رفتہ رفتہ اپنی شکل میں آگئے اور پیر و مرشد نے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے نواز دیا۔ حضرت خاتم الاکابر کے ولی عہد حضرت سیدنا ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ حاضر تھے، انہوں نے عرض کیا: حضور! یہاں کا دستور تو یہ رہا ہے کہ بڑی ریاضت و مجاہدہ کرانے کے بعد خلافت دی جاتی ہے۔ آج اس کے برخلاف اس نوجوان کو مرید کرتے ہی تمام سلسلوں کی خلافت (کیسے) عطا فرمادی گئی؟ آپ نے فرمایا: میاں صاحب! لوگ عموماً گندے دل اور نفس لے کر آتے ہیں اس لیے ان سے مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔ یہ نوجوان پاکیزہ نفس لے کر آیا تھا، بس اس کو نسبت کی ضرورت تھی جو حاصل ہوگئی۔ میاں صاحب! ایک فکر عرصہ سے پریشان کئے ہوئے تھی، بحمد اللہ! آج وہ دور ہوگئی۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول! ہمارے لیے کیا لائے؟ تو ہم اس نوجوان کو پیش کردیں گے''۔ (خلاصۂ تحریر امین ملت حضرت سید امین میاں برکاتی، المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۲۳۶)

(۲) کتاب الحکم کے شارح حضرت محمد ابراہیم بن عبادہ نے نفس کا تزکیہ کرنے اور دل کو نور اخلاص سے بھر لینے کے لیے صوفیا کو ہدایت دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''فاذا احمل العبد نفسہ والزمہا التواضع والمذلۃ واستمر علیٰ ذلک حتی

صارلہ خلقاوجبلۃ بحیث لایجد لضع تہ الماولا لمذلتہ طعمافحینئذتتز کی نفسہ ویستنیر بنور الاخلاص قلبہ" الخ۔

(ترجمہ) جب آدمی اپنے نفس کو بے قدر کر کے تواضع و مذلت کو اپنا خُلق و جبلت بنا لے کہ اس کے بعد اسے تواضع میں کوئی کلفت محسوس ہو، نہ نہاں خانۂ دل میں مذلت سے نکلنے کی خواہش، تو اس کا نفس مزگی اور دل نورِ اخلاص سے منور ہو جاتا ہے۔

امام احمد رضا اپنی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نہ مَرا نوش زمدحے نہ مَرا نیش زطعن
نہ مَرا گوش بہ مدحے نہ مَرا ہوشِ ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

❁

اخبار الاخیار ہی میں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین کا ارشاد منقول ہے:

"اگر کسے خواہد کہ بشرف زیارت خانۂ کعبہ مشرف شود بجہت زیارت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم علاحدہ نیت کند وروو تا مستوجب زیارت خاص آں سرور گردد وبہ طفیل زیارت نہ کردہ باشد"۔ (ص ۸۹)

ترجمہ: جو حج یا عمرہ کے لیے جائے وہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے الگ مستقل نیت کر کے جائے، یہ نہیں کہ حج یا عمرہ کو جا رہا ہوں تو روضۂ رسول کی بھی زیارت ہو جائے گی۔

امام احمد رضا جب دوسری بار حج کے لیے گئے تو کیفیت یہ تھی:

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

(حدائق بخشش)

بہت سے اولیائے کرام کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بیداری میں شرف زیارت سے مشرف فرمایا ہے۔

حضرت ملک العلما سید ظفر الدین بہاری ، امام احمد رضا کی زیارت کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ،شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے۔یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے،لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔فرماتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت بہ ترتیب جدید از فقیر رضوی غفرلہ ج ۱ ص ۶۸)

❁

صوفیا کے نزدیک فاقہ کی بڑی اہمیت ہے۔امام غزالی نے کیمیائے سعادت ص ۴۳۴ میں حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں کسی دن اللہ کے لیے
بھوکا رہا ہوں اور میرے دل میں ایک تازہ حکمت پیدا نہ ہوئی
ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جنت کا دروازہ بھوک
سے کھٹکھٹاؤ"۔ (فارسی سے ترجمہ)

حضرت ملک العلما کے مطابق ہمارے ممدوح امام احمد رضا نے بھی شکم سیر ہو کر کبھی نہیں کھایا، ان کی غذا بہت ہی کم تھی، اور کبھی تو کئی کئی دن تک فاقہ رہتے۔ لکھتے ہیں:

"حضور کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربا بکری
کا بغیر مرچ کے اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا (تھی) اور وہ بھی
روزانہ نہیں بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہوتا تھا"

(حیات اعلیٰ حضرت بہ ترتیب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ص ۹۰)

علمی تصوف: اب تک جو عرض کیا گیا وہ امام احمد رضا کی عملی تصوف کی بس ایک معمولی سی جھلک تھی۔ اب علمی تصوف کی طرف رخ کیجیے اور امام احمد رضا کے کشف حقائق و دقائق کے نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۞

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں حضرت شیخ مینا کی مادرزاد ولایت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"چوں روز اول او را بمکتب فرستادند روز اول درذکر الف
و با معانی و حقائق گفت کہ حاضراں حیراں ماندند"۔

ترجمہ: جب حضرت شیخ مینا علیہ الرحمۃ پہلی بار مکتب میں بٹھائے
گئے تو الف با کے تعلق سے ایسے معانی اور حقائق بیان فرمائے کہ
حاضرین حیران رہ گئے۔ (ص ۱۵۶)

تو ہمارے ممدوح کے تعلق سے حضرت ملک العلما سید ظفر الدین علیہ الرحمۃ نے حیات اعلیٰ حضرت میں جو لکھا ہے، اسے دیکھئے:

"وقت بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضور کے استاد محترم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد الف، با، تا، ثا جس طرح پڑھایا جاتا ہے، پڑھایا۔ حضور ان کے پڑھانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ جب لام الف (لا) کی نوبت آئی۔ استاد نے فرمایا کہو لام الف۔ حضور خاموش ہو گئے اور نہیں کہا۔ استاد نے دوبارہ کہا: کہو میاں! لام الف۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں پڑھ چکے ۔لام بھی پڑھ چکے ہیں، الف بھی پڑھ چکے ہیں، یہ دوبارہ کیسا؟ اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، فرمایا: بیٹا استاد کا کہا مانو! جو کہتے ہیں پڑھو! حضور نے اپنے جد امجد کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے جد امجد کے چہرے کی طرف نظر کی ۔حضور (کے جد امجد) نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچہ کو شبہہ یہ ہو رہا ہے کہ حروف مفردہ کا بیان ہے، اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا؟ ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ ہی چکے ہیں۔ اگر چہ بچہ کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا مگر ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ حضرت جد امجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے۔ اس لیے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب جانا، اور فرمایا: بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا، حقیقتاً وہ ہمزہ ہے اور یہ درحقیقت الف ہے۔ لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن۔ اس لیے ایک حرف یعنی لام، اول میں لاکر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ حضور نے فرمایا: تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت

ہے؟ با، تا، دال، سین بھی اول (میں) لا سکتے تھے۔ حضرت جد امجد نے غایت محبت وجوش میں گلے لگا لیا اور دل سے بہت دعائیں دیں، اور پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورتاً سیرتاً مناسبت خاص ہے۔ (جب مرکب شکل میں لکھا جائے تو) ظاہرا لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے ــ لا ــ سیرتاً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں ہے گویا:

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

(حیات اعلیٰ حضرت بترتیب جدید از فقیر رضوی غفرلہ ج ۱ ص ۵۲ مطبوعہ پاکستان)

❁

علمی تصوف کا سب سے زیادہ معروف ومتنازع مسئلہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ ہے جس کا تعلق سراسر حال ووجدان سے ہے۔ پہلی بار حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے قلم وقرطاس کے ذریعہ دوسروں تک اس کے ابلاغ کی کوشش کی، لیکن الفاظ کی قبا اس پر چست نہ ہو سکی اور بہت سے لوگ اس وجدانی حقیقت کو لفظوں کے جامہ میں پہچان نہیں پائے، نتیجہ میں آپ کو ملحد وزندیق اور نہ جانے کیا کیا کہہ دیا۔ پھر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے اپنے وقت میں الفاظ بدل کر معمولی فرق سے اسے وحدۃ الشہود کے نئے نام سے متعارف کرانے کی کوشش کی ۔میری معلومات کی حد تک سب سے پہلے حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے ''الروض المجود فی تحقیق وحدۃ الوجود'' لکھ کر اس مسئلہ کو معقولی انداز میں سمجھایا۔ مگر امام احمد رضا نے تمثیل کے پیرایہ میں اس کی ایسی تفہیم فرمائی ہے کہ پھر اس کے حق ہونے میں کسی کو کوئی اشکال ہی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا ہے:

''ایک بادشاہِ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے، جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب

ہیں۔ آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شئے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے۔ بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے، بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی، کسی میں الٹی، ایک میں بڑی، ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی، بعض میں چوڑی، کسی میں خوش نما، کسی میں بھونڈی۔ یہ اختلاف ان (آئینوں) کی قابلیت کا ہوتا ہے، ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے، خود واحد ہے۔ ان (عکسوں) میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلّی ان سے منزّہ ہے۔ ان (عکسوں) کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس (متجلی) میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔

اہل نظر و عقلِ کامل اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بے شک وجود ایک بادشاہ کے لیے ہے! موجود ایک وہی ہے، یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے۔ اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا! عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔ اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود۔ یہ اس نمودِ وجود میں اسی کے محتاج ہیں۔ اور وہ سب سے غنی۔ یہ ناقص ہیں، وہ تام۔ یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، اور وہ سلطنت کا مالک۔ یہ کوئی کمال نہیں رکھتے حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی ہیں، اور وہ سب کا جامع۔ تو یہ اس کا عین کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں، بلکہ وہی وہ ہے، اور یہ صرف اس تجلی کی نمود۔ یہی حق وحقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود"

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۴ ص ۴۳، ۶۴۲)

اللہ نے آنکھیں دی ہیں تو تعصب کا چشمہ اُتار کر کوئی امام احمد رضا کی تمام

کتابیں نہیں، بس فتاویٰ رضویہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی کی جلد ۷ امیں مندرج صرف سوال نمبر ۵ کے جواب کو دیکھے، اگر آنکھیں خیرہ نہ ہو جائیں نہ ہو جائیں تو میرا ذمہ!

❁

سماع بالمزامیر کے تعلق سے بہت سی معروف قولی حدیثوں میں ممانعت آئی ہے، جن میں سے ایک یہ ہے :

"لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحرو الحریر والخمر والمعازف" (بخاری، ج ۲، ص ۸۳۷، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی من یستحل الخمر الخ)

(ترجمہ) بلاشبہہ میری امت میں وہ لوگ ہوں گے جو زنا، ریشمی کپڑے، شراب اور باجوں کو حلال ٹھہرائیں گے۔

جن کی بنیاد پر جمہور فقہا و مشائخ نے سماع بالمزامیر کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔

ہدایہ میں ہے:

" الملاھی کلھا حرام حتی التغنی بضرب قصب و نحوہ حرام"۔ (ھدایہ آخرین ص ۴۳۹، مجلس برکات)

(ترجمہ) سارے آلات لہو حرام ہیں حتی کہ بانسری اور اس قسم کی دوسری چیزوں کو بجاتے ہوئے (حمد و نعت) پڑھنا بھی حرام ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"استماع صوت الملاھی کالضرب بالقضیب و نحوہ حرام"۔ (ج ۱۲ ص ۲۰۲ مکتبہ زکریا)

(ترجمہ) آلات لہو جیسے بانسری اور اس قسم کی دوسری چیزوں کی آواز سننا حرام ہے۔

مگر بعض فقہا و مشائخ نے فرمایا ہے کہ مزامیر سننے کی حرمت کی علت " نفسانی لہو ولعب" ہے؛ کیوں کہ عہد رسالت کی ابتدا میں شراب کی حرمت نہیں تھی تو بہت

سے مسلمان بھی اس سے شوق رکھتے تھے۔ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو اگرچہ مسلمانوں نے اسے بالکل ہی ترک کر دیا، پھر بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال پر بھی پابندی عائد فرمادی، جن برتنوں کو شراب کے لیے استعمال کیا جاتا تھا کہ کہیں پرانی یادیں تازہ نہ ہو جائیں۔ مگر جب مرورِ ایام سے یہ خوف جاتا رہا تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت ہو گئی ـــــ اسی طرح اہل عرب، شراب پیتے وقت ''نفسانی لہو ولعب'' کے لیے لازمی طور سے مزامیر کا استعمال کرتے تھے، تو مزامیر کے استعمال پر بھی پابندی لگا دی گئی، مگر جب مسلمان شراب ہی کی طرح نفسانی لہو ولعب سے بھی یکسر دور ہو گئے تو اس کے بھی استعمال کی اجازت ہو گی؛ کیوں کہ جو حکم علت کی بنیاد پر دیا جاتا ہے، وہ حکم اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک علت باقی رہتی ہے اور جب علت مرتفع ہو جائے تو حکم بھی مرتفع ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر کہیں وہ علت پھر سے پیدا ہو جائے تو حکم پھر پلٹ آئے گا۔ حضور محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ، حضرت فخر الدین زرادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''المزمار آلۃ توجد بھا الاصوات الموزونۃ وبالنظر الی نفسھا مباحۃ کما ذکر لہ، اما الحرمۃ فلعلۃ اخری ھی تذکر شرب الخمر کما روی عن الثقات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا حرم الخمر حرم المزامیر، اذ الناس یضربون وقت شربہ فحرم ضربہ لتذکرہ ایاہ، وھو قبیح لمعنی فی غیرہ، فاذا کانت ھذہ العلۃ مفقودۃ تفقد الحرمۃ ضرورۃ''۔

(ترجمہ) مزامیر وہ آلات ہیں جن سے موزوں آوازیں نکلتی ہیں جو فی نفسہ مباح ہیں اور حرام قرار دینے کی علت ہے شراب پینے کی یاددہانی جیسا کہ ثقہ راویوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مروی ہے کہ جب شراب حرام قرار دی گئی تو مزامیر کو بھی حرام قرار دے دیا گیا؛ کیوں کہ لوگ شراب پیتے وقت مزامیر بجاتے تھے تو اس کی حرمت اس کے غیر کی وجہ سے ہے۔ پھر جب اس کی علت ناپید ہو گئی تو لامحالہ حرمت مزامیر بھی

مفقود ہوگی۔ (رسالہ اصول السماع، الاصل الثالث فی المزامیر، ص ۱۷)

پُرانے زمانے میں شریعت کے پابند اہل دل، بعض ارباب تصوف، فواحش ومنکرات سے خالی اشعار مزامیر کے ساتھ سنا کرتے تھے جس سے ان کے دلوں میں پوشیدہ عشق رسالت اور محبت الٰہی کی چنگاریاں بھڑک اُٹھتی تھیں؛ کیوں کہ مزامیر تو بے جان آلہ ہے جس سے اچھی آوازیں نکلتی ہیں اور دل پر اثر کرتی ہیں۔ اب دل میں جو ہوتا ہے، سرخوشی ومستی اور جذب وبے خودی کے عالم میں فطری طور پر اسی کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ ع: جان ہے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

☆

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے ربِّ سلّم صدائے محمد

الغرض مزامیر کے ساتھ اچھے اور پاکیزہ اشعار سننے سے ان حضرات کی پاکیزہ روحوں کو غذا ملتی تھی اور وہ عالم ملکوت کی سیر کے لیے طاقت وقوت پاتے تھے۔ اس لیے وہ حضرات اپنے لیے اِس کو نہ صرف جائز ومباح بلکہ مندوب ومستحب اور بسا اوقات وجوب کے درجہ تک سمجھتے تھے

یوں کہ ''الامور بمقاصدھا، انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی''۔

مگر اِس زمانہ میں جس قسم کی قوالیاں مروج ہوگئی ہیں، ان کے بارے مِیں مَیں کیا عرض کروں؟ بقول غالب: ع: مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں۔ اس لیے ان قوالیوں کے لیے وہی حکم پھر پلٹ آیا کہ

''فی البزازیۃ: استماع صوت الملاھی کضرب قصب ونحوہ حرام''۔ (درمختار مع ردالمحتار ج ۹ ص ۴۲۵)

(ترجمہ) آلات لہو جیسے بانسری اور اس قسم کی دوسری چیزوں کی آواز سننا حرام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا سے کسی شیخ شوکت علی نے جب سوال کیا کہ:
''ایک شخص میرا دوست آیا اور اس نے مجھ سے کہا: چلو ایک جگہ عرس ہے، میں چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا: بہت اشخاص ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول، دو سارنگی بج رہی ہے اور چند قوال پیرانِ پیر دست گیر کی شان میں شعر پڑھ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار گا رہے ہیں اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں۔۔۔۔ ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر؟'' تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:
''ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا کرنے والوں اور قوالوں پر الخ'' (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴ ص ۱۱۳)

میں سمجھتا ہوں کہ شریعت کے پابند وہ اہل دل، اربابِ تصوف حضرات، اگر آج حیاتِ ظاہری سے ہوتے، تو بلاشبہ وہ پاک باز حضرات خود بھی ایسی قوالیوں پر لعنت بھیجتے، جیسے پانی اپنی حد ذات میں پاک ہونے کے باوجود، کوئی اس میں نجاست کی آمیزش کر دے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔

فقاہت کے لیے ضروری ہے کہ وہ عام و خاص، مطلق و مقید، ظاہر و نص وغیرہ اور ان کے احکام کو جانتا ہو۔ اجماعی و اجتہادی مسائل اور ان کے احکام سے واقف ہو۔ مذہب کی روایات ظاہرہ و نادرہ کی معرفت رکھتا ہو۔ ترجیح و تطبیق، مصالح و مفاسد، اقتضائے زمانہ اور احوال ناس سے باخبر ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک اور حضرت ابوبکر صدیق کے عہد زریں میں عورتیں پردہ کے ساتھ نماز کے لیے مسجد اور عید گاہ میں حاضر ہوا کرتیں۔ مگر جب حضرت عمر فاروق کے عہد میں عورتوں کے اندر وہ سادگی باقی رہی، نہ مردوں کے اندر وہ پاک بازی، جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے مسجد میں آنے پر پابندی لگا دی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی ما احدث النساء

لمنعهن المسجد"۔ (مسلم شریف ج۱ ص ۱۸۳)

(ترجمہ) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حالت دیکھ لیتے تو ضرور آپ ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں جوان عورتوں کو تو مطلقاً کسی بھی نماز کے لیے مسجد کی حاضری سے منع فرمادیا تھا، مگر بوڑھی عورتوں کو فجر، مغرب اور عشا میں اس حکم ممانعت سے چھوٹ دے دی تھی؛ کیوں کہ اس زمانے میں فاسق و فاجر حضرات فجر میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہوتے، مغرب کے وقت کھانا کھانے میں ان کی مشغولیت ہوتی اور عشا کے وقت وہ سو جاتے۔ اس لیے فتنہ کا خوف غالب نہیں تھا۔ ہدایہ میں ہے:

"(یکره لهن حضور الجماعات) یعنی الشواب منهن لما فیه من خوف الفتنة (ولا بأس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء) وهذا عند ابی حنیفة رحمه الله"۔

(ترجمہ) امام اعظم کے نزدیک جوان عورتوں کے لیے جماعت کی حاضری ناجائز ہے کیوں کہ اس میں فتنہ کا خوف ہے۔ ہاں! بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشا میں حاضر ہوں تو مضائقہ نہیں۔

پھر جب فاسق و فاجر حضرات بالعموم ظہر سے لے کر فجر تک جاگنے اور صبح سے دوپہر تک سونے لگے، تو متاخرین فقہا نے بوڑھی عورتوں کو بھی تمام نمازوں میں مسجد کی حاضری سے روک دیا۔ فتح القدیر میں ہے:

"عمم المتاخرون المنع للعجائز و الشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات" (ج۱ ص ۳۷۶)

(ترجمہ) متاخرین فقہا نے زمانے میں بگاڑ پیدا ہو جانے کی وجہ سے جوان ہی نہیں، بوڑھی عورتوں کے لیے بھی تمام نمازوں میں مسجد کی حاضری کو منع فرمادیا۔

اور آج تو بوڑھی عورتیں ہی نہیں، بچیاں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اس لیے

میں سمجھتا ہوں کہ محرم مرد کے بغیر ان کے بھی باہر جانے پر پابندی ہونی چاہئے۔
امام احمد رضا کی فقاہت کے تعلق سے علامہ خلیل مکی علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد ہم نقل کر چکے ہیں کہ وہ بالغ رتبۂ اجتہاد تھے۔ وہ، یہ جانتے تھے کہ سماع بالمزامیر کا مسئلہ اجماعی نہیں، اجتہادی ہے۔ اس لیے جہاں انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق مروّجہ قوالیوں کی حرمت کا فتویٰ دیا، ☆ وہیں یہ بھی فرمایا کہ

> ''مزامیر یعنی 'آلات لہو ولعب ''بروجہ لہو ولعب'' بلاشبہہ حرام ہیں۔ جن کی حرمت اولیا و علما دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح۔ ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار، کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت، کبرائے سلسلۂ عالیہ چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا بہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے''۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴ ص ۷۸)

اس سے، وہ مشائخ کرام جنہوں نے اپنے لیے اس کو جائز سمجھا اور اس پر عمل پیرا ہوئے، ان کے دامان تقدس پر شریعت کے برخلاف عمل پیرا ہونے کا داغ بھی نہیں لگنے دیا؛ کیوں کہ ان حضرات کا سننا ''بروجہ لہو ولعب'' نہیں تھا۔
کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''بروجہ لہو ولعب'' اگر قید احترازی ہے تو پہلے مذکورشدہ مسئلہ میں یہ قید کیوں نہیں ہے؟ وہاں تو صرف ایک ڈھول اور دو سارنگی کی بنیاد پر اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا گیا ہے۔
تو عرض ہے کہ اصول افتا یہ بتاتا ہے کہ مفتی عمومی حالات میں اپنے ہی مذہب کے مطابق جواب دے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار ج ۵ ص ۱۴۸ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند میں ارشاد فرمایا ہے:

> لو قیل لحنفی مامذهب الامام الشافعی فی کذا؟ وجب ان یقول: قال ابو حنیفة کذا۔ [حنفی مفتی سے سوال ہو کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کا مذہب کیا ہے؟ تو وہ جواب دے کہ امام اعظم نے یہ فرمایا ہے]۔

اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں:

اقول: ولا شک ان الرجل بمذهبہ ادریٰ وامر الفتیا امر وادھی، فترک اجتراء علی مذہب غیرہ احق واحری۔ [میں کہتا ہوں کہ بے شک ہر آدمی اپنے مذہب کو خوب جانتا ہے اور فتویٰ دینے کا معاملہ نہایت ہی سخت و دشوار ہے، لہٰذا دوسرے مذہب پر جرأت نہ کرنا ہی زیادہ مناسب ولائق ہے] (فتاویٰ رضویہ مترجم ج۶ ص۴۱۵)

علاوہ ازیں جو مسئلہ مقید ہوتا ہے، مفتیان کرام ہزار صوفی ہونے کے باوجود بھی کبھی سائل یا زمانے کے پیش نظر اسے مطلق بیان فرمادیتے ہیں جیسا کہ خود امام احمد رضا نے ہی فرمایا ہے:

"وانما تبتنی الاحکام الفقھیۃ علی الغالب فلا ینظر الی النادر"۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴ ص ۷۶)

ترجمہ: مفتی فتویٰ دینے میں غالب احوال کا خیال کرے، نادر کا لحاظ نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

"عادتھم فی الاطلاق اعتمادا علی التقیید فی محلہ۔ قال فی البحر' وقصدھم بذالک ان لا یدعی علمھم الا من زاحمھم علیہ بالرکب، ولیعلم انہ لا یحصل الا بکثرۃ المراجعۃ وتتبع عباراتھم والاخذ عن الاشیاخ اھ"۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲۴ مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیۃ)

(ترجمہ) فقہا کی عادت ہے کہ جو مسئلہ مقید ہوتا ہے یہ حضرات کبھی اسے قید کے بغیر مطلق بیان کر دیتے ہیں۔ بحر الرائق میں ہے کہ ایسا کرنے سے ان حضرات کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو اس کے اہل ہیں وہ سمجھ لیں، اور جو اہل نہیں ہیں پھر بھی اہلیت کا دعوی کرتے ہیں انہیں اپنی اوقات کا پتہ چلے اور یہ جان جائیں کہ مراجعت کی کثرت

،فقہا کی عبارات کے تتبع اور اساتذہ کی کفش برداری کے بغیر یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔

جس کی تائید ذیل کی حدیث سے ہوتی ہے:

"واضع العلم عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر الجوھر واللؤلوء والذھب، رواہ ابن ماجہ"۔ (مشکوٰۃ ص ۳۴)

(ترجمہ) نااہلوں کو علم سکھانا خنزیر کو سونے، موتی اور جواہر سے آراستہ کرنے کی طرح ہے۔

یعنی مفتی کو چاہئے کہ وہ فتوی دیتے وقت اس بات کا خیال رکھے کہ کوئی بوالہوس ان کے فتوے کی آڑ میں حسن پرستی کو شعار نہ بنا پائے اور شیوۂ اہل نظر کی آبرو سلامت رہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی صوفیت سے کس جاہل کو انکار ہو سکتا ہے؟ مگر آپ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت حسین بن منصور علیہ الرحمۃ جو کہہ رہے ہیں، غلط نہیں کہہ رہے ہیں! مگر جب فتوی دینے کی باری آئی او، دار الافتا میں تشریف فرما ہوے تو اپنے اس جاننے کے مطابق نہیں، بلکہ غالب احوال کے مطابق ہی دار پہ چڑھانے کا حکم دیا؛ کیوں کہ آپ سمجھ رہے تھے کہ یہ حکم نہیں دیا گیا تو ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار بنالے گا اور شیوۂ اہل نظر کی آبرو سلامت نہیں رہ پائے گی۔

ورنہ کیا کسی حقیقت نا آشنا مفتی سے ان الفاظ میں بھی فتویٰ لکھنے کی توقع کی جاسکتی ہے جن الفاظ میں امام احمد رضا نے لکھے ہیں؟

فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴ ص ۸۱ تا ۸۳ میں ہے:

"ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس و کدورات شہوت سے یک لخت بری و منزہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو گئے کہ لایقولون الا اللہ و لایسمعون الا اللہ بل لایعلمون الا اللہ بل لیس

هناک الا اللہ۔ ان میں کسی نے بحالت غلبۂ حال، خواہ عین الشریعۃ الکبری تک پہنچ کراز انجا کہ ان کی حرمت لعینھا نہیں وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی۔

بعد وثوقِ تام واطمینانِ کامل کہ حالاً ومآلاً فتنہ منعدم، احیاناً اس پر اقدام فرمایا ہو، ولہٰذا افاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی ردالمحتار میں زیر قول درمختار: ۔۔۔ فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔ اقول: بلکہ یہاں ایک اوروجہ ادق واعمق ہے ۔صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی :حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رب العزت تبارک وتعالی فرماتا ہے :لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذااحببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھاورجلہ التی یمشی بھا۔ اب کہئے کون کہتا اور کون سنتا ہے؟ آواز تو شجرۂ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا انی انا اللہ رب العٰلمین

گفتۂ گفتۂ اللہ بود ☆ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود"

امام غزالی علیہ الرحمہ نے "احیاء العلوم" میں سماع بالمزامیر کو مخصوص حضرات کے لیے جائز قرار دیا ہے تو امام احمد رضا کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:

(صوفیاے کرام) کبھی بہ نظر مصلحت سلوک، قول مرجوح پر عمل کرتے ہیں مانند سماع کے، کہ ہر چند مشہور مذہب امام اعظم وامام شافعی وامام مالک وامام سفیان ثوری میں کراہت ہے، مگر۔۔۔۔امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان شرائط وآداب کے ساتھ کہ احیاء العلوم میں مذکور ہیں، جائز ٹھہرایا۔ شیخ عبدالرحمٰن نے خاص اس باب میں کتاب لکھی اور کہا: راگ دل کی بات زیادہ کرتا ہے۔ پس فاسقوں کے حق

میں گناہ اور عارفوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ نظیر اس کی فقہ میں بوسۂ منکوحہ ہے کہ جو صائم (روزہ دار) نفس کو روک سکے اس کے حق میں جائز اور بدوں اس کے مکروہ ہے۔ (ہدایۃ البریۃ ص ۳۳)

اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اسے مقرر رکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جانشین اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا ہے:

''قوالی مع مزامیر ہمارے نزدیک ضرور حرام و ناجائز و گناہ ہے ۔۔۔ بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے، اگرچہ وہ لائق التفات نہیں، مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچا دیا ہے جو ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں'' الخ (فتاویٰ مصطفویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۴۵۶)

امام احمد رضا محض عالم نہیں، بلکہ ''ملک العلما''، یہ بھی نہیں، بلکہ ''ملک العلما گر'' تھے۔ جن لوگوں کو ''عالم'' کے رموز کلام سمجھنے کی صلاحیت نہیں وہ ''ملک العلما'' بھی نہیں ''ملک العلما گر'' کی تحریروں کے رموز کو بھلا کیا سمجھیں گے۔ ایک مرتبہ حضرت محدث جوزی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ

''من افضل بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر او علی؟''

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں، ابو بکر یا علی؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''من کانت بنتہ تحتہ''۔ جن کی بیٹی ان کی نکاح میں تھیں۔

اور بہت سے عالم نما جاہلوں نے سمجھ لیا کہ وہ حضرت علی کی افضلیت کے قائل ہیں، حالاں کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو بیان فرمایا تھا؛ کیوں کہ پہلی ضمیر ''ہ'' کا مرجع لفظ ''من'' ہے، اور دوسری ضمیر ''ہ'' کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات۔ تو معنی یہ ہوئے کہ افضل وہ

ہیں جن کی صاحب زادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ مجھے اس موقع پر امام غزالی یاد آرہے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''کیمیائے سعادت'' میں بڑی عبرت آموز یہ تمثیلی حکایت تحریر فرمائی ہے۔ لکھا ہے:

''ایک بار کچھ اندھوں نے کسی سے سن لیا کہ شہر میں ہاتھی آیا ہے تو یہ سمجھ کر کہ جیسے سخت و نرم اور سرد و گرم کو ٹٹول کر پہچان لیتے ہیں ایسے ہی ہاتھی کو بھی ٹٹول کر پہچان لیں گے، دوڑ پڑے اور ہاتھی کو ٹٹولنا شروع کیا۔ اب کسی کا ہاتھ ہاتھی کے کان پر پڑ گیا، کسی کا پاؤں پر، کسی کا دانت پر۔ بس خوش ہو گئے کہ ہم نے ہاتھی کو سمجھ لیا۔ اور واپس آکر جو اندھے نہیں جا سکے تھے، ان کو بتانا شروع کیا۔ اب جس کا ہاتھ ہاتھی کے پاؤں پر پڑا تھا اس نے بتایا کہ ہاتھی درخت کے تنے کی طرح ہے، جس کا ہاتھ دانت پر پڑا تھا اس نے کہا کہ ہاتھی پیلر کی طرح ہے، اور جس کا ہاتھ کان پر پڑا تھا اس نے کہا کہ کمبل کی طرح ہے ۔ جب کہ پورے ہاتھی کو کسی نے نہیں پہچانا'' (کیمیائے سعادت سے ترجمہ ص ۵۱)

یہی کچھ بیگانوں سے اپنوں تک نے امام احمد رضا کے ساتھ کیا۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
وکم من عائب قولا صحیحا
وآفتہ من الفہم السقیم

حالاں کہ امام احمد رضا ایک طرف فقاہت میں بالغ رتبۂ اجتہاد تھے تو دوسری طرف معرفت و تصوف کے بھی عظیم منصب پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اُن سے حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی اور بیہقی وقت حضرت محدث سورتی علیہما الرحمۃ جیسے محدث و فقیہ حضرات اپنے دارالافتاؤں کے مسائل حل کراتے

نظر آتے ہیں، تو وہیں آستانۂ غریب نواز اجمیر شریف سے حضرت علامہ سید غلام علی معینی علیہ الرحمۃ والرضوان اور خانقاہ صمدیہ پھپھوند سے حضرت مولانا عزیز الحسن جیسے چشتی بزرگ بھی خلافت واجازت حاصل کرتے اور اپنے ہی پیر خانہ مارہرہ مطہرہ نیز کچھوچھہ مقدسہ وغیرہ کے ارباب تصوف اپنی اپنی خانقاہوں کے معاملات کی گتھیاں سلجھواتے دِکھتے ہیں۔

اس لیے میں نے اس مقالہ کو ''مجمع البحرین'' کا عنوان دیا ہے۔ یعنی شریعت وطریقت کے سمندروں کا سنگم، جس سے ایک طرف محدثین وفقہا سیراب ہوتے ہیں تو دوسری طرف صوفیا واتقیا بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اسی حق وحقیقتِ حقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد العلی صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

جو مرکز ہے شریعت کا، مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا، وہ قطب الاولیا تم ہو
یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

کاش! کوئی مرد میداں ہمت کرے تو امام احمد رضا کی تمام تصانیف نہیں، صرف ''حدائق بخشش'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' ہی سے تصوف ومعرفت میں آپ کی مہارت و انفرادیت کے موضوع پر Ph. D کے لیے ایک بسیط تحقیقی مقالہ معرض وجود میں آسکتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ فقیر رضوی ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کے لیے تیار ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

از فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ
بانی وسربراہ: جامعہ نوریہ، شام پور، رائے گنج، ضلع اتر دیناج پور، بنگال
و
صدر شعبۂ تحقیق: جامعہ فیض الرحمٰن، جوناگڈھ، گجرات

کرامات اعلیٰ حضرت قدس سرہ

منقبت در شان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

از: مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

غریقِ بحر الفت مست جام بادۂ وحد
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جن کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اتقیٰ جبکہ خیر الاتقیا تم ہو

جلال وہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر اک حربۂ تیغ خدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

علیمؔ خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

اعلیٰ حضرت گنجینۂ کرامات

ملک العلما حضور علامہ شاہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

کرامت اگرچہ اولیاء اللہ کے لیے نہ باعث افتخار نہ اعلیٰ حضرت کے لیے سبب عزو وقار، سب سے بڑی کرامت اعلیٰ حضرت کی ''استقامت علی الشریعۃ'' ہے۔ اور یہی علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے نزدیک اصل چیز ہے کہ ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ'' اس لیے کہ کرامت میں حظ نفس ہے، اور استقامت میں کسر نفس۔ اور یہ بہت ہی اہم قدم ہے۔

فقیر ظفر الدین قادری رضوی عرض کرتا ہے کہ ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۳ھ تک ایک طویل مدت اور سفر و حضر میں، معیت و خدمت میں، کبھی بھی کرامت کی طرف میں نے توجہ نہیں کی، بلکہ اس بات کی طرف نظر رکھی کہ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اور قول و فعل بالکل مطابق زبان سے وہی بات فرماتے جو دل میں ہے اور عمل وہی ہے جو ارشاد فرماتے۔ کبھی اس امر میں ﴿یٰایھا الذین آمنو الم تقولون مالا تفعلون ○ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ○﴾ نہ دیکھا گیا۔ آپ کا ارشاد خلوت و جلوت میں ایک تھا۔ اپنے پرائے سب کے لیے فتویٰ ایک تھا۔ نہ کبھی کسی کی رورعایت کر کے حق پوشی فرمائی، اور نہ کبھی کسی کی مخالفت کی وجہ سے کسی حال میں حد سے تجاوز فرمایا۔ {ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدو کم عن المسجد الحرام ان تعتدوا} کی تعمیل پوری پوری فرماتے اور یہ اس زمانے میں کبریت احمر ہے۔ خلوت و جلوت اپنے پرائے، امیر غریب، معززین اور معمولی لوگوں کے ساتھ ہر بات میں عام طرح سے لوگ اتنا بین فرق کرتے ہیں کہ گویا ان کی شریعت الگ ہے، ان کی الگ ہے۔ یہودیوں کے حالات جو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں آج ہمارے بڑے بڑوں کا اس پر عمل درآمد ہے۔ نعوذ باللہ من

ذالک، لیکن چونکہ میرے اور پیر بھائیوں نے کرامات کی طرف خیال کر کے ان کو بھی محفوظ رکھا ہے اس لیے میں اعلیٰحضرت کی کرامات بھی انہی حضرات کے حوالے سے لکھتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کی دعا سے بیٹے کی پیدائش

محمد ظہور خان صاحب موضع انوا، فتح پور، ضلع غازی پور کا بیان ہے کہ میری شادی کو ۱۲ سال ہو گئے تھے اولاد نہیں ہوئی تھی دل میں اس کی تمنا تھی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا و توجہ سے ایک فرزند عطا فرمایا۔ اس وقت تک میں شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا۔ دل میں تمنا تھی کہ آخر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کلکتہ تشریف لائے اس وقت غلامی کی عزت حاصل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر اطمینان قلبی نصیب ہوا

جناب عبدالرحیم موضع فریوز پور سلطان پور بیان کرتے ہیں کہ میں آٹھ سال تک پیر کی تلاش میں حیران و پریشان، سرگرداں رہا جن بزرگ کا تذکرۂ خیر سنتا، ان کی خدمت میں جاتا۔ مگر تسلی نہ ہوتی اور اطمینان قلب ان کی بیعت کی طرف نہیں ہوتا تھا۔ جب بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اطمینان قلبی نصیب ہوا اور یقین ہو گیا کہ جن کی تلاش تھی وہ یہی، ہیں داخل "سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ" ہوا۔ اس کے بعد ملازمت کا اتفاق بھی بریلی شریف میں ہو گیا اور اکثر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا۔ بعض کرامتیں اعلیٰ حضرت کی جو میں نے دیکھیں یا ذاتی علم اس کا ہے، یہ ہیں:

اعلیٰ حضرت کے نماز جنازہ پڑھانے کے سبب بخشش ہوگئی

نواب ضمیر احمد خان صاحب بریلی کے بڑے بھائی نواب عزیز احمد صاحب کا انتقال ہوا، تو اعلیٰ حضرت نے ان کے روزہ و نماز کا حساب کر کے فدیہ کی رقم بتائی اور ان کی والدہ کی آرزو و تمنا کے مطابق اعلیٰ حضرت ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس میں حسب

دستور تیسری تکبیر کے بعد وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں (جنہیں ایک رسالہ کی شکل میں بنام ''الدعوۃ الممتازہ'' شائع بھی فرمادیا پڑھیں۔) ان کی بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہیں، جس کی توقع بظاہر ان کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے سبب دریافت کیا فرمایا ''اعلیٰ حضرت نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور اتنی دعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوا دیئے'' یہ ان کی نماز پڑھانے کی برکت ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

ایک غیر مقلد کی توبہ اور داخل سلسلہ ہونا

ایک غیر مقلد مولوی صاحب مرادآبادی اور منشی الطافت حسین صاحب مرادآبادی سے پیلی بھیت میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ اس غیر مقلد صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰ حضرت کی شان میں کلمات ناشائستہ بول اٹھے۔ الطافت حسین صاحب نے کہا کہ آپ کو اس مسئلہ میں شبہہ ہے تو اعلیٰ حضرت سے بریلی چل کر تشفی کر لیجیے، کرایہ آمد و رفت کا میں ادا کروں گا۔ وہ مولوی صاحب بولے میں وہاں نہ جاؤں گا۔ شب کو انہوں نے خواب دیکھا کہ انہیں کسی جگہ جانا ہے، بیچ میں عظیم الشان دریا حائل ہے۔ کشتی کا پتا نہیں اس فکر میں ہیں کہ دو سوار دیکھے کہ خشکی کی طرف آتے ہیں اور دریا میں جا رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضور مجھے بھی لیتے چلیے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا اسے چھوڑ دیجیے، یہ ناپاک ہے، ان مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ میں تو بڑا پکا موحد بلکہ مولوی ہوں، مجھے ناپاک کس وجہ سے فرمایا۔ اس پر ان کو کچھ تنبہ ہوا کہ شاید مولانا احمد رضا خان صاحب کی شان میں گستاخی اور عقیدۂ غیر مقلدیت کی وجہ سے ایسا فرمایا، اسی تردد میں تھے کہ کچھ دنوں کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان شہر ہے۔ اس کا پھاٹک بھی اس کی شان کے لائق ہے اور دونوں طرف دربان کھڑے ہیں اور لوگ اندر جا رہے ہیں جو اندر جانا چاہتا ہے دربان اس سے کچھ پوچھتا ہے اور چٹھی مانگتا ہے۔ جو چٹھی دکھا دیتا ہے اس کو اندر جانے دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا جگہ ہے؟ دربان نے کہا کہ حضور اقدس

سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دربار ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی جانے دیجیے۔ اس نے پوچھا چٹھی تمہارے پاس ہے میں نے کہا نہیں۔ دربان نے کہا میں حضور سے اجازت لے لوں وہ اجازت لینے گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو کہ پاک صاف ہو کر چٹھی لے کر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب کیسے پاک صاف آؤں اور چٹھی کہاں سے لاؤں؟ اس نے جا کر دریافت کیا ارشاد ہوا کہ ''مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے پاک صاف ہو کر اور انہیں سے چٹھی لے کر آؤ'' اس وقت آنکھ کھل گئی اور پھر سونا حرام ہو گیا۔ اسٹیشن پیلی بھیت پہنچا اور ٹکٹ لے کر بریلی شریف پہنچا۔ اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور سب حال عرض کیا، توبہ کی، داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا، حضور نے شجرہ عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ''یہی چٹھی ہے اور جس کشتی کی تلاش تھی وہ پیر ہے۔''

اعلیٰ حضرت کا کشف اور تعویذ عطا فرمانا

جناب عبدالرحیم خان کا بیان ہے کہ میرے پیر بھائی بابو علی بخش صاحب نے کہا ایک صاحب کی بی بی کو شب میں دردزہ شروع ہوا۔ رات کا وقت تھا۔ عشا کی نماز مسجد میں نہیں ہوئی تھی۔ وہ صاحب اسی انتظار میں پھاٹک میں آکر بیٹھ گئے کہ جب اذان ہو گی حضرت باہر تشریف لائیں گے، اس وقت میں عرض کروں گا۔ اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ اذان ہونے کے بعد صلوٰۃ ہونے پر مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے لیکن اس شب میں خلاف معمول قبل اذان تشریف لائے اور ان کو تعویذ دے کر فرمایا کہ بائیں ران میں فوراً جا کر باندھ دیجیے۔ اس کے بعد پھر زنانے میں تشریف لے گئے اور بعد اذان وصلوٰۃ حسب دستور نماز کے لیے تشریف لائے۔

ہندوستان سے برما کے مرید کی مدد

انہی کا بیان ہے کہ میں برما میں تھا قرآن شریف پڑھنے کے متعلق ایک شخص سے جھگڑا ہوا۔ میں نے اسے بلایا کہ آؤ میں تمہیں دکھا دوں وہ بہت غصہ میں آیا اور ڈنڈا اس

کے ہاتھ میں تھا، مجھ کو مارنے کے لیے اٹھا۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ جب میں سویا تو خواب میں اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور فرمایا "عبدالرحیم!" میں حاضر ہوا تو مجھے تسلی دی۔ پڑوس میں ایک صاحب لکھنؤ کے رہنے والے تھے وہ اور ان کی بی بی اس وقت جاگ رہی تھی۔ صبح کے وقت انھوں نے پوچھا کہ "رات کو کون صاحب تشریف لائے تھے" میں نے کہا۔ آپ کو کیا خبر، انھوں نے کہا کہ "ہم دونوں میاں بی بی اس وقت جاگ رہے تھے انھوں نے جو تم کو نام لے کر بلایا اس آواز کو ہم نے سنا" میں آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ میرے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کا کرم ہے کہ غلاموں کی تسکین کے لیے تشریف لائے۔

خیالوں پر اعلیٰ حضرت کا تصرف

انھی کا بیان ہے کہ میں جس زمانے میں بریلی شریف کے الٰہ آباد بینک میں ملازم تھا توپ خانہ مسجد کے ایک مولوی صاحب مجھے پڑھانے آتے تھے۔ مگر تھے وہ وہابی خیال کے، وہ کہتے ہیں کہ ایک جمعہ کو میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا اصل مقصد ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ میں آگے صف میں جاکر بیٹھا اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور سنتیں پڑھنے کھڑے ہوئے، دیکھا کہ پاؤں کی دونوں ایڑیاں بہت قریب گویا ملی ہوئی ہیں میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اتنے بڑے عالم زبردست اور دونوں ایڑیاں ملی ہوئی اتنا خیال آنا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ "یہ سنت متفقہ ہے" یا کوئی لفظ اس قسم کا فرمایا۔ مجھے اصل لفظ یاد نہیں اور میں کانپنے لگا۔ نماز ہونے تک تو میں چپکا بیٹھا رہا۔ جمعہ کی نماز کا سلام پھیرتے ہی میں چپکا اٹھ کر چلا آیا۔ ایسی ہیبت غالب ہوئی کہ مسئلہ پوچھنا بھی یاد نہ رہا۔

بیعت کے لیے ایک مجذوب کی رہنمائی

انہیں کا بیان ہے کہ نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ایک پیر مرد میرے ساتھ ملازم تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ بریلی کے ایک رمال (   ) تھے، وہ پیلی بھیت اکثر جایا کرتے تھے پیلی بھیت کے جنگل میں ایک فقیر رہتے تھے میں ان کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔

اتفاقاً ایک دن ان سے ملاقات ہوگئی بہت بوڑھے آدمی پپوٹیں آنکھوں پر لگی ہوئی ہیں، میں نے سلام کیا جواب دیا اور کہا بچہ یہاں کہاں آیا بھاگ بھاگ یہ شیروں کا جنگل ہے میں بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے ایک شیر آرہا ہے۔ میں نے کہا حضرت بچایئے شیر آرہا ہے، ان بزرگ نے شیر کی طرف دیکھا، شیر وہیں کھڑا رہ گیا اور مجھ سے فرمایا کہ تو یہاں سے چلا جا۔ تیرا حصہ یہاں نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا ''میرا حصہ کہاں ہے، میری دلی تمنا یہی ہے کہ حضور ہی سے بیعت ہوں'' اس پر فرمایا کہ ''بریلی محلہ سوداگران میں ایک قطب مولوی ہے تیرا حصہ وہاں ہے'' میں نے نام پوچھا تو ''اعلیٰحضرت امام اہلسنّت'' کا نام نامی لیا اور مجھے اپنے ساتھ جنگل کے باہر لا کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میں بریلی آیا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مرید ہوا۔

گلے کی گلٹی سے صحت یابی

جناب محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۱ھ میں میری بیوی کے گلے میں ایک گلٹی نکلی اور غفلت طاری ہوگئی میں ڈر گیا اور فوراً اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا ''تم کیوں گھبرا گئے جو تمہارا خیال ہے وہ بات نہیں ہے'' ننھے میاں اس وقت موجود تھے، انہوں نے فرمایا ''حضرت نے فرمادیا صحت ہوگی اور کوئی مرض نہیں ہے'' چنانچہ جس وقت میں مکان واپس ہوا تو طبیعت اچھی تھی، غفلت دور ہوگئی دو دن کے بعد وہ بالکل اچھی ہوگئیں۔

سچا پیر ہر جگہ مدد کرتا ہے

انہی کا بیان ہے کہ میرے گھر میں ران میں تین گلٹیاں نکلیں میں فوراً اعلیٰحضرت کے روضہ پر حاضر ہوا اور رو کر دعا مانگی ''حضور ایک لڑکی سوا مہینہ کی ہے اور دوسرے سب بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور میرا گھر تباہ ہو رہا ہے، دعا فرمایئے'' حضور اپنے حیات میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیر حشر میں، قبر میں، ہر جگہ مدد کرتا ہے، حضور اس وقت سے زیادہ کون وقت ہوگا۔ میرے لیے دعا فرمایئے اور اسی حالت میں بہت رویا۔ بعدہ دونوں

شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے دعا فرمائی تعویذ دیئے غسالہ کا پانی دیا کہ اس کو پلایئے گلٹیوں پر لگایئے اذانیں کہیے، گھر آ کر دیکھتا ہوں کہ مرض آدھا رہ گیا، اس سے قبل سرسام ہو گیا تھا۔ قریب ایک ماہ تک پورا اثر رہا، زبان بالکل لکڑی ہو گئی تھی۔ چھ ماہ تک حالت خراب رہی اب بحمد اللہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ایام علالت میں منجھلی لڑکی نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں تیرے والد اس قدر ناامید ہو گئے ہیں ان سے کہہ دو آرام ہو جائے گا چنانچہ دن بدن صحت ہوتی گئی۔ اب تک بحمد اللہ تعالیٰ جیسے عرصہ پانچ سال کا ہوا زندہ ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی اور بھی بہت سی کرامتیں ہیں۔

دل کے خطرات کی اصلاح

حضرت مولانا اعجاز ولی خان صاحب کا بیان ہے کہ مصور معرفت جناب مولانا عارف اللہ صاحب خطیب خیر المساجد، خیر نگر، میرٹھ اپنے والد ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب قادری رضوی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن عقائد اہل دیوبند پر گفتگو ہو رہی تھی انہوں نے فرمایا ''کم از کم اس قدر بات تو ضرور ہے کہ دیوبندی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز تو ضرور پڑھتے ہیں اور اہل قبلہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔'' ابھی یہ مجلس ختم نہ ہوئی تھی یا فوراً ہی ختم ہوئی تھی کہ بریلی سے تار پہنچا کہ ''فوراً بریلی آؤ وہ گھبرا گئے مولوی محمد حسین صاحب مالک طلسمی پریس، سے مشورہ لیا انہوں نے کہا فوراً جایئے۔ چنانچہ بریلی شریف پہنچے آستانے پر حاضر ہو کر سب سے دریافت کیا کسی نے تار بھیجا بیان نہ کیا سخت تشویش ہوئی۔ خیال کیا کہ مخالفین کی یہ چال ہے کہ جس میں حبیب اللہ میرٹھ سے ہٹ جائیں (اس لیے کہ ان دنوں کچھ معاملات چل رہے تھے) آخری بار، تار آفس میں گئے، معلوم ہوا کہ یہاں سے تار گیا ہے لیکن دینے کون آیا تھا یہ یاد نہیں۔ بہت متفکر ہوئے الٰہی کیا ماجرا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خود کچھ نہ فرمایا، نہ کچھ کہنے کی جرأت ہوئی کہ دریافت کروں۔ تیسرے دن میرٹھ واپسی کا قصد کیا۔ اعلیحضرت رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے جب اجازت چاہی اعلیٰ حضرت نے فرمایا مولانا اس آیۂ کریمہ کو تو پڑھیے {لیس البر ان

تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب مولانا فرماتے ہیں کہ مجھ سے رعب کی وجہ سے آیت نہ پڑھی گئی۔ میرے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی بھی تھے، انہوں نے آیۂ کریمہ پوری تلاوت کی۔ میرے دل میں معاً خیال گزرا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اصلاح کی غرض سے بلایا تھا اور صرف ایک آیت پاک تلاوت کر کے اصلاح فرمادی۔

خواب میں آگ سے حفاظت

انہی کا بیان ہے کہ مولوی سید سردار احمد بن سید مصاحب (جو اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں اور اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کے سامنے ان کا مکان ہے) نے کہا کہ ملازمت کے سلسلے میں میں نینی تال میں تھا کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے کپڑے جل رہے ہیں اور آقائے نعمت اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں سردار احمد کپڑے بجھاؤ۔ فوراً آنکھ کھل گئی دیکھا کہ واقعی لحاف میں آگ لگی ہے اور حضرت قریب ہی تشریف فرما ہیں، اور فرمارہے ہیں ”سردار احمد آگ بجھاؤ“ میں نے چاہا کہ پہلے اعلیٰحضرت کے قدم لوں پھر آگ بجھاؤں۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا حضرت نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں نے کپڑے بجھائے۔ چار انگل لحاف جل گیا تھا۔

ناامیدی میں صحت یابی کی خوش خبری

انہی کا بیان ہے کہ میری بڑی بھاوج علیل ہوئیں۔ تمام لوگ ناامید ہوگئے تھے، ریحانہ کی ولادت ہوئی تھی، مرحومہ اسی وجہ سے علیل ہوگئی تھیں۔ والدۂ محترمہ نے فرمایا کہ مزار شریف پر جاکر عرض کر۔ میں حاضر ہوا اور بچی کو پائنتی میں ڈال دیا۔ خدا کی قسم فوراً فرمایا ”جا اچھی ہوجائیں گی“ میں آیا والدہ صاحبہ سے عرض کیا اسی وقت سے صحت شروع ہوگئی۔ ۲۰۔ ۲۲ دن میں بالکل اچھی ہوگئیں اور خدا کے فضل سے اب تک صحیح وسالم ہیں۔

روتے کو ہنسانے والے

انہی کا بیان ہے کہ میرا چھوٹا بھائی جو مجھے بہت ہی زیادہ پیارا ہے (حافظ مقدس

علی خان) چیچک میں مبتلا ہوا۔ ایک شب میں استاذی مولانا امجد علی صاحب اعظمی کے مکان پر تھا اور مولوی عبدالمصطفیٰ صاحب سے لپٹ کر رو رہا تھا کہ دل میں خیال ہوا۔ حاضر دربار ہو کر عرض کروں۔ آستانہ پر حاضر ہوا اور رو کر عرض کیا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں فوراً حکم ہوا "اچھا ہو جائے گا۔" صحت ہو گئی۔

خواب میں صحت یابی کی بشارت

انہی کا بیان ہے کہ شعبان ۱۳۵۷ھ میں بڑے مولانا صاحب قبلہ بیمار ہوئے۔ حافظ عبدالکریم صاحب نے خواب میں اعلیٰ حضرت کو دیکھا فرماتے ہیں "یہ دعا کرو" ان شاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جائیں گے "اللھم صل سلاما عبدك حامد رضا اور سب قرابت والوں نے دعا کی اور کثرت سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔"

بے وقت پانی کا انتظام

انہی کا بیان ہے کہ زمانۂ مقدمہ بدایوں میں سب لوگ نو محلہ میں مقیم تھے۔ زنان خانے میں والدہ صاحبہ بھی تھیں۔ ایک دن پانی بالکل ختم ہو گیا اور متعدد آدمیوں نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا، فرمایا "دیکھو پانی ہے۔" والدہ صاحبہ نے عرض کیا "کہ حضور پانی نہیں ہے" اعلیٰ حضرت نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا دیکھو جا کر پانی ہے" والدہ صاحبہ آئیں تو دیکھا تو اس قدر پانی پایا کہ سب کی ضروریات وضو کو کافی ہوا، سب نے وضو کر کے نماز فجر ادا کی۔

پھر کوئی گلٹی نہ نکلی

انہی کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب قبلہ کے ۱۹۲۰ء میں سینہ پر گلٹیاں نکلنا شروع ہوئیں اور بہت زیادہ روپیہ علاج میں صرف ہوا۔ والدہ صاحبہ نے اعلیحضرت کے قدموں پر گر کر عرض کیا فرمایا "اب نہ نکلے گی" پھر کوئی گلٹی نہ نکلی اور اب تک کہ تقریباً پچیس سال ہوئے بالکل صحیح و سالم ہیں۔

کنٹھ مالا سے نجات پائی

انہی کا بیان ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ کے گلے میں گلٹی نکلی۔ سب اطبا اور ڈاکٹروں نے کہا کہ کنٹھ مالا ہے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا فرمایا "جو خیال ہے وہ نہیں" ہے اور واقعی وہ نہیں تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں گلٹی جاتی رہی اور وہ بالکل صحیح وتندرست ہو گئیں۔

میں آتے جاتے تمھارے ساتھ ہوں

انہی کا بیان ہے ۳۰ھ میں والدین کریمین حج کے لئے عازم ہوئے، والدہ صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اجازت چاہی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا "میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں" پھر فرمایا "میں سچ کہتا ہوں میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں" والدہ صاحبہ روانہ ہوگئیں۔ حطیم شریف میں ایک شب والدہ صاحبہ نفل پڑھ رہیں تھیں کہ لوگوں کا ہجوم آگیا اور ساتھ والے سب جدا ہو گئے والدہ صاحبہ بہت گھبرائیں اور خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، اب کون سا وقت آئے گا جس میں مدد فرمائیں گے۔ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ راستہ ملنا دشوار تھا کہ حضرت کو دیکھا، ارادہ کیا کہ قدم بوسی کریں کہ حضرت نے کچھ عربی میں فرمایا جس کا مطلب معلوم نہ سکا لیکن اس قدر ہجوم کے باوجود راستہ ایسا مل گیا کہ والدہ صاحبہ بآسانی وہاں سے چلی آئیں۔ اور دوسرے دروازہ سے جب حرم شریف کے باہر آئیں تو والد صاحب مل گئے اور حضرت غائب ہو گئے بریلی آکر عرض کیا تو اعلیحضرت نے سکوت فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کا اُلٹا جوتا سیدھا نہ کر سکا

انہی کا بیان ہے کہ ایک بار ایک فقیر مسجد میں مقیم ہوا اور کسی بات پر ناراض ہوا اس قدر غصے میں آیا کہنے لگا کہ میں سوداگری محلہ کو الٹ دوں گا۔ اعلیٰ حضرت نے یہ الفاظ سن کر اپنا جوتا اس کی طرف پاؤں سے پھینکا۔ وہ اس کے سامنے الٹا گرا، فرمایا "پہلے اس کو سیدھا

کیجیے، تب سوداگری محلہ کو واپس لیٹے گا۔'' فقیر نے لاکھ زور لگایا مگر سیدھا نہ کر سکا۔ جو لوگ موجود تھے کہتے تھے کہ اس فقیر نے اپنی پوری ہمت صرف کر دی مگر جوتا سیدھا نہ ہو سکا، حضرت نے جوتا پہن لیا اور مکان تشریف لے گئے وہ شخص بہت نادم ہوا اور در دولت پر آیا، اعلیٰ حضرت کو معلوم ہوا تو خود اس فقیر کے واسطے کھانا لائے۔

عصر و مغرب کے درمیان بریلی سے پیلی بھیت جانا اور آنا

انہی کا بیان ہے کہ مولوی وقار الدین صاحب کہتے تھے مجھ سے مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ حیدر فٹن والے کا بیان ہے کہ قریب عصر حضرت نے یاد فرمایا میری گھوڑی بالکل تھک گئی تھی مگر حضرت کے یاد فرمانے کے بعد مجھے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حاضر ہوا۔ فرمایا چلو۔ غرض نینی تال روڈ پر گاڑی روانہ ہوئی۔ جب گاڑی لاری اسٹینڈ پر پہنچی فرمایا پیلی بھیت والی سڑک پر چلنا ہے۔ غرض ادھر گاڑی روانہ ہوئی قریب ایک میل کی مسافت طے کی ہوگی کہ پیلی بھیت کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آستانہ حضرت محمد شیر صاحب پر تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''کیوں یاد کیا'' فرمایا ''ابھی ابھی خیال ہوا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی زبان سے نعت شریف سننا چاہیے'' اعلیٰ حضرت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد حضرت بریلی واپس تشریف لائے۔

سبحان اللہ وبحمدہ اولیاء کی بھی کیا شان ہوتی ہے ادھر حاجی محمد شیر صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ مولانا سے نعت شریف سننا چاہیے، ادھر اعلیٰ حضرت کو خبر ہوگئی کہ جناب حاجی صاحب یاد فرماتے ہیں۔ تشریف لے گئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے اور واپس تشریف لائے اور ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا، بریلی شریف آ کر نماز مغرب ادا فرمائی۔ بارگاہ رضوی میں حاضر ہونے والے جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز عصر کی نماز حنفی اصول پر تاخیر کر کے ادا فرماتے تھے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے اعلیٰ حضرت اسی طرح نماز فجر خوب اسفار میں پڑھتے تھے کہ حدیث شریف میں وارد ہے ''اسفروا بالفجر

فانہ اعظم للاجر"(خوب روشن کر کے فجر کی نماز پڑھو کہ اس میں اجر بڑا ہے۔) یہاں تک کہ وہابیہ جب کوئی گنجائش اعتراض کی نہیں پاتے تو اپنی مجلس میں کہا کرتے کہ آفتاب طلوع وغروب میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا انتظار کرتا ہے کہ وہ فجر کی نماز پڑھ لیں تو طلوع ہو اور عصر کی نماز سے فارغ ہوں تو غروب ہو۔

دو تین منٹ کے بعد درد کافور ہو گیا

جناب مولوی عرفان علی صاحب بیسل پوری، پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء میں احقر درد قولنج میں مبتلا ہوا۔ تین روز تڑپتے گزرے، کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس زمانے میں احقر ہائی سکول بریلی میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں مقیم تھا۔ تیسرے روز اعلیٰ حضرت نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے میرے کمرہ کو شرف بخشا اور درد کے مقام پر اپنا دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کیا اور اپنے دست اقدس کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر میری انگلی میں پہنا دی، دو تین منٹ کے بعد درد کافور ہو گیا۔

ریل گاڑی پر روحانی تصرف

انہی کا بیان ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت دو مرتبہ بیسل پور تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ ساڑھے دس بجے دن کے بذریعہ ریل رونق افروز ہوئے اور شام کو واپسی کا ارادہ مصمم تھا گویا صرف چند گھنٹے کا قیام تھا۔ بیسل پور کے مسلمانوں کو حضور کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کا بہت کم موقع تھا مگر حضور نے سب کے دامن مراد کو بھرا، بعض حضرات کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ٹرین کا وقت ہو گیا مگر کوئی تردد نہ کیا اسٹیشن ایک گھنٹہ دیر کر کے پہنچے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا کرم اس وقت تک گاڑی اسٹیشن نہ آئی تھی، گاڑی حضور پر نور کے سامنے آئی، اطمینان سے اعلیٰ حضرت گاڑی میں رونق افروز ہوئے، گویا آپ سارے مناظر اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں۔

گمنام ولی کی نشاندہی اور سلسلہ کا اظہار

انہی کا بیان ہے کہ دوسری مرتبہ جب حضور بیسل پور تشریف فرما ہوئے تو احقر نے حضور کی توجہ ایک بزرگ کے مزار کی طرف مبذول کی، ان بزرگ کے حالات سے اہل قصبہ سے کوئی متنفس واقف تھا نہ حضور پرنور، بعد نماز عصر مزار شریف کی زیارت کو تشریف لے گئے اور کچھ دیر تک تنہا مزار شریف کے حجرے کے اندر قیام فرمایا بعدہٗ احقر سے فرمایا ''کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس کا نام ''شاہ کمال انصاری'' ہے نقشبندیہ خاندان ہے۔''

اعلیٰ حضرت کے لیے وقت کی رفتار تھم گئی

انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت حضور پرنور نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے پاک ''قابض باسط'' کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ نماز فجر میں چند منٹ باقی تھے اور حضور کو غسل کی حاجت ہوئی، نہانے کا انتظام کر کے غسل کیا اور بعدہٗ نماز فجر پڑھی، گھڑی دیکھی تو اتنے ہی منٹ باقی تھے جتنے غسل سے پیشتر تھے یہ باسط کی تجلی تھی۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کو اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب ''الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ'' یعنی رسالہ مبارکہ ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ'' کی شرح میں تحریر فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے لئے وقت کا کانٹا رک گیا

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اور فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر بھی کہتا ہے کہ بعض فقرا (یہ دونوں واقعے خود اعلیٰ حضرت ہی کے ہیں ۱۲ منہ) حضرات قادریہ کے لیے دو مرتبہ ایسا ہوا کہ فجر کی نماز کے لیے اخیر وقت میں آنکھ کھلی اور نہانے کی ضرورت تھی تو نجاست کو پاک کیا۔ استنجا کیا۔ دانتوں میں خلال کیا، غسل خانہ میں پانی رکھوایا، کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا، تو جیب سے گھڑی نکالی تو طلوع میں صرف دس منٹ باقی تھے کیونکہ اس فقیر کو علم توقیت سے پوری واقفیت اور مہارت ہے۔ گھڑی کو زمین پر رکھا اور غسل خانہ میں گیا۔ اس وقت مجھے ایسا خیال ہوا کہ وقت بہت وسیع ہے تو اطمینان کے ساتھ غسل کرنے لگا تین مرتبہ ہر عضو کو دھویا، وضو و غسل کے فرائض و سنن سب

کو پوری طور پر اطمینان سے ادا کیا، پھر سر سے پانی خشک کرنے میں بہت مبالغہ کیا، مبادا کہ کوئی بیماری لاحق ہو جائے، پھر سب کپڑے پہنے اور باہر نکلا اور گھڑی اٹھائی تو بعینہ وہی وقت ہے ایک سیکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوا تھا تو مجھے وہم ہوا کہ گھڑی جب کہ زمین پر رکھی تو بند ہو گئی، پھر جس وقت اٹھائی تو چلنے لگی اور خیال ہوا۔ کہ وقت ختم ہو گیا اس اطمینان سے نہانے میں یقیناً دس منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوا پھر افق کی طرف دیکھا تو اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابھی وقت باقی ہے اور فرض نماز کے علاوہ سنت فجر بھی ادا کرنے کی گنجائش ہے تو سنت ادا کر کے جماعت سے فرض پڑھی، جب زنانہ مکان میں آیا تو گھڑی کو بڑی گھڑی کلاک سے جو بہت اعلیٰ درجہ کی اور صحیح وقت دینے والی صحیح چال کی ہے ملا کر دیکھا، تو بالکل ٹھیک ہے، تو اگر یہ جیبی گھڑی بند ہو جاتی تو دونوں میں فرق پڑ جاتا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لایا اور جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سیکنڈ زمانہ کا اتنا وسیع کر دیا کہ اس میں نہایت اطمینان کے ساتھ اتنے کام انجام پائے جو کسی طرح دس منٹ سے کم میں نہیں انجام پا سکتے۔ اس قسم کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے یہ وہ واقعہ ہے جس کا ذکر کرامت نمبر ۳۲ میں ہے اعلیحضرت نے اگرچہ اس کو پردۂ خفا میں رکھا اور "بعض فقرا حضرات قادریہ" کے الفاظ ساتھ ذکر فرمایا لیکن اس سے مراد خود حضور کی ذات گرامی صفات ہے اس لیے اس واقعہ کو تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: "**ومثل هذا یسمی فی عرف العلماء معونتة**" یعنی ایسے واقعہ کو علما کے عرف میں معونت کہتے ہیں یہ محض انکسار ہے کہ معونت اس کا نام ہے جو عوام مسلمانوں سے خرق عادت ظاہر ہو اور یہ بلاشبہ کرامت ہے، اس لیے کہ اس کا ظہور ایک ولی سے ہوا۔

محراب کی تعمیر درست ثابت ہوئی

انہی کا بیان ہے ۱۹۱۱ء میں انٹرنیس کا امتحان دے کر بیسل پور چلا آیا، یہاں آکر مندرجہ ذیل خواب دیکھا کہ میں یہ شعر پڑھ رہا ہوں ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

خواب میں سنا کہ والد صاحب قبلہ نے مجھے اس شعر کے پڑھنے سے منع کیا، میں نے کہا آپ وہابی، ہیں یہ سن کر وہ مجھے مارنے دوڑے، میں جائے امن کی تلاش میں بریلی شریف کی طرف بھاگا اور بھاگتے بھاگتے بریلی شریف پہنچ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد محلہ قرولاں میں ہوں اور حضور پرنور بھی وہاں تشریف فرما ہیں، میں نے بعد قدم بوسی مصافحہ کیا اور عرض کی کہ حضور امتحان میں کامیابی کے لیے دعا فرمائیں، حضور نے بجائے دعا فرمانے کے ارشاد فرمایا کہ تو اس سال نہیں پاس ہو سکتا، آئندہ سال پاس ہوگا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، میں بریلی شریف حاضر ہوا اور یہ خواب بیان کیا حضور پرنور نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ تجھے امسال ہی کامیاب کر دے۔ یہ تعبیر سن کر میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ امسال کامیابی نہ ہوگی کیونکہ اگر کامیابی کی کچھ امید ہوتی تو تعبیر کچھ اور ہی ہوتی، چنانچہ یہی ہوا کہ میں ناکام رہا، ناکام ہونے پر ایسا پست ہمت ہو گیا کہ میں نے آئندہ سلسلہ تعلیم کو جاری رکھنے کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا اور مصمم ارادہ کر لیا کہ اب پڑھنے نہ جاؤں گا۔ میرے والد صاحب اور بھائی صاحب نے ہر چند سمجھایا مگر میں نے اسکول جانے کا اقرار نہ کیا، جب اسکول کھلنے کو صرف ایک دن رہ گیا تو میرے بھائی صاحب نے پھر مجھے سمجھایا اور میں اسکول میں پڑھنے کے واسطے رضامند ہو گیا۔ اسکول کھلنے پر بریلی شریف پہنچ گیا اور پڑھنے لگا امتحان کے قریب درد قولنج میں مبتلا ہوا مگر پھر بھی امتحان میں کامیابی ہوئی، یہ اسی تعبیر کا اثر تھا جو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ امسال تو نہیں آئندہ سال کامیاب ہوگا۔

کشف باطن سے مسافر کے بھوکے ہونے کی اطلاع

انہی کا بیان ہے کہ میری بھتیجی جس کی عمر سولہ سال کی تھی جو اپنی ماں کی اکلوتی بچی تھی، مہلک مرض میں مبتلا ہوئی، میں پیلی بھیت میں ملازم تھا، اس کی علالت کی خبر پا کر بیسلپور گیا، جب اس کو پکارا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور بولی کہ بریلی سے پیرومرشد کا

تعویذ لادو، وہ بھی اعلیٰ حضرت کی مرید تھی، بریلی شریف حاضر ہوا بوجہ پریشانی کھانا نہ کھایا، سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی کے اصرار سے چند لقمہ کھائے، جو منہ میں نہ چلے، سرکار عالی وقار کے دولت خانہ پر حاضر ہوا نو یا دس بجے رات کا وقت حضور پرنور نے اپنے کشف باطن سے معلوم کرلیا کہ میں بھوکا ہوں اور پریشان ہوں حضور اندر تشریف لے گئے اور تقریباً سیر بھر امرتی مجھے عطا فرمائی ایک امرتی کا کھانا تھا کہ کل پریشانی دور ہوگئی۔

بعد وصال اعلیٰ حضرت کی کرامت

انہی کا بیان ہے کہ وصال شریف کے بعد فاتحہ سوم میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور پرنور نے وصیت فرمائی ہے کہ میری قبر پر تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن عظیم پڑھا جائے میں ظہر کے وقت مزار شریف پر حاضر ہوا ایک سید صاحب قرآن شریف پڑھ رہے تھے دل میں یہ خیال گزرا کہ کاش مجھ کو بھی مزار شریف پر قرآن شریف پڑھنے کی نعمت ملتی اس خیال کا آنا تھا کہ سید صاحب نے فرمایا آپ قرآن شریف پڑھیں، میں جارہا ہوں، میں نے تلاوت شروع کردی، تھوڑی دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوئی، میں نے ظہر اس وقت تک نہیں پڑھی تھی صلاۃ ہونے پر مجھے گھبراہٹ ہوئی کیونکہ سوائے میرے کوئی بھی مزار شریف کے قریب نہ تھا۔ یہ خیال گزر رہا تھا کہ اگر نماز پڑھنے جاتا ہوں تو قرآن شریف کی تلاوت ترک ہوتی ہے اور حضور پرنور کی وصیت کے خلاف ہوتا ہے کہ ارشاد فرمایا ہے، شبانہ روز ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت ہوتی رہے اور اگر بیٹھا قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا ہوں تو تارک جماعت ٹھہرتا ہوں اور گنہگار ہوتا ہوں، میں اسی پریشانی میں تھا کہ جناب حکیم سلامت اللہ صاحب رضوی شاہ جہانپوری تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا آپ ظہر پڑھنے جائیں، میں ظہر پڑھ کر آیا ہوں اور اب میں یہاں قرآن شریف تلاوت کروں گا یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت بعد وصال ظہور میں آئی کہ میں نے جماعت سے نماز پڑھی اور مزار شریف پر برابر قرآن شریف کی تلاوت بھی جاری رہی۔ ایسے شخص کو بھیجا جو ظہر پڑھ چکا تھا۔

کھلی ہوئی کرامت اس کو کہتے ہیں

جناب ذکاء اللہ خان صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ایک دن پھاٹک میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے گرمی کا موسم تھا دوپہر کے کھانے میں مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کیا اچھا ہوتا اگر اس وقت برف کا پانی ہوتا، یہ جملہ ختم ہی کیا تھا کہ زنانہ مکان کے کواڑ کھلنے کی آواز آئی، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت خود بہ نفس نفیس جگ میں برف کا پانی لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا ذکاء اللہ خان صاحب یہ برف کا پانی لے جایئے مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کھلی کرامت اس کو کہتے ہیں۔

پھانسی کا حکم منسوخ ہو گیا

انہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خان صاحب وکیل، رئیس شہر کہنہ کے ایک قریبی عزیز کے قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہو گئے، مقدمہ چلا بریلی سے پھانسی کا حکم ہو گیا الہ آباد میں اپیل کی، ان کے رشتہ دار بہت پریشان تھے ایک جمعہ کو ان کے خاص عزیز حاضر خدمت اقدس ہوئے سارا واقعہ بیان کیا اعلیٰحضرت سن کر خاموش ہو گئے، عصر کی نماز کا وقت آ گیا، سب لوگ مسجد گئے، اعلیٰ حضرت نے نماز عصر کے بعد صحن مسجد میں کھڑے ہو کر سب لوگوں سے فرمایا، پھانسی نہیں ہوگی، یہ حکم منسوخ ہو جائے گا چنانچہ بعد کو خبر آئی کہ واقعی پھانسی کا حکم منسوخ ہو گیا۔

مریضہ صحت یاب ہو گئی

انہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خان صاحب وکیل کی لڑکی بہت سخت بیمار ہوئی اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے وہاں سے لوگ آئے اعلیٰ حضرت وہاں تشریف لے گئے میں اور ایک خادم ہمرکاب تھے جیسے ہی گاڑی وکیل صاحب کے مکان میں پہنچی وکیل صاحب نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت گاڑی سے اتر رہے ہیں، فوراً حاضر خدمت ہوئے اور دست بوسی کر کے کہا کہ حضرت نے جس وقت میرے مکان پر تشریف لانے کا قصد فرمایا بحمد اللہ تعالیٰ مریضہ کو اسی وقت سے شفا و صحت شروع ہو گئی حضرت اندر مکان کے تشریف لے گئے اور

مریضہ پر پڑھ کر دم کیا اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو بالکل صحت بخشی۔

اب حضور کے قدم آ گئے ہیں

انہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ بہت کم شہر سے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے برابر افتاء وتصنیف ذکر و شغل طاعت وعبادت میں مشغول رہتے لیکن مخلصین کے اصرار اور دینی ضرورت دیکھ کر کبھی کبھی باہر بھی تشریف لے جاتے چنانچہ ایک مرتبہ شیر پور، ضلع پیلی بھیت، میں منگل خان، بالا خان صاحب جو وہاں کے بہت بڑے رئیس تھے اور اعلیٰ حضرت کے بڑے معتقد تھے وہاں ان کے رشتہ داروں میں کوئی عورت بیمار ہوئیں شیر پور سے کچھ لوگ اعلیٰ حضرت کو لینے کے لیے حاضر ہوئے اور بہت طرح سے ضرورت ظاہر کی تو اعلیٰ حضرت نے تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا۔ گرمی کا موسم تھا یہ خادم اور اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب علی احمد خان صاحب مرحوم حضرت کے ہمراہ تھے۔ پورن پور، اسٹیشن پر بہت سے حضرات استقبال کے لیے موجود تھے، حضرت کو بڑے آرام عافیت کے ساتھ شیر پور لے گئے جیسے ہی اعلیٰ حضرت وہاں پہنچے منگل خان صاحب یا بالا خان صاحب (خادم کو یاد نہیں کہ کون تھے) غرض دو بھائیوں میں ایک صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضور شاید ریل پر سوار ہو رہے ہوں کہ مریضہ کو بعونہ تعالیٰ شفا ہونی شروع ہوگئی اب حضور کے قدم مبارک آ گئے ہیں بالکل صحت ہو جائے گی ان شاء اللہ العزیز۔ اعلیٰ حضرت نے دو یوم قیام فرمایا مریضہ بفضلہ تعالیٰ اچھی ہوگئی بڑی خاطر وادب وتعظیم کے ساتھ اعلیٰ حضرت کو رخصت کیا گیا۔

فلاں مکان میں جاؤ وہیں ہیں

جناب علی محمد خان صاحب کے بھانجے کا بیان ہے کہ میری عمر اس وقت ستر یا اکہتر سال کی ہے طفلی کے زمانہ تقریباً بارہ برس کی عمر تک بریلی شریف میں رہنا ہوا بعد میں اتنا زمانہ قریب قریب پردیس ہیں میں گزرا کبھی کبھی بریلی آتا ورنہ برابر پردیس ہی میں رہتا ایک دفعہ میں

بریلی آیا ہوا تھا تو مولانا حامد رضا خان صاحب، اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے، نے جو میرے ماموں زاد اور ہمجولی ہیں، مجھ سے بیان کیا کہ اعلیحضرت نے مجھے تلاش کیا آدمی تمام محلے میں دیکھ کر واپس گیا اور عرض کیا کہ وہ مجھے نہیں ملے وہ محلہ میں نہیں ہیں، فرمایا جاؤ فلاں مکان میں لوگ شطرنج کھیل رہے ہیں وہیں (یہ مکان میری خالہ صاحبہ کا تھا اور وہ لوگ جب گاؤں چلے جاتے تھے تو خالی رہتا تھا) وہ آدمی آیا اور مکان بند پایا تو اس نے آوازیں دینی شروع کیں میں آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں ان سے کہا پہلے میں نے تمام محلہ میں تلاش کیا اور جا کر عرض کیا کہ میں نے ہر جگہ تلاش کیا وہ نہیں ملے حضرت نے فرمایا کہ فلاں مکان میں لوگ شطرنج کھیل رہے ہیں، وہیں ہیں۔

میری جوتی بھی کچہری نہ جائے گی

انہی کا بیان ہے مولوی حشمت علی صاحب مرحوم جو خود بھی ایک عالم تھے اور انگریزی میں ایم۔اے، ہائی کورٹ کے وکیل، گورنمنٹ کے اشارے سے ملازمت کر لی تھی مجسٹریٹ، کلکٹر اور سشن جج رہ چکے تھے یہ بہت بڑے مقرر تھے علی گڑھ کانفرنس کا سالانہ جلسہ جب الہ آباد میں ہوا تو انہوں نے ایسی زبردست تقریر کی کہ سرسید احمد خاں صاحب اور جسٹس محمود صاحب بہت خوش ہوئے اور بولے کہ اس وقت قوم کو ایسی ہی زبردست ہستیوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ کانگریس میں بھی شرکت کی اور بہت زبردست تقریر کی۔ جس پر گورنمنٹ نے عتاب کیا اور تین برس تک ان کی ترقی روک دی اور پھر ایسی آزاد تقریروں سے روک دیا وہ ایک بے جھیپ آدمی تھے، گورنر یوپی، میڈانل صاحب بہادر کا دربار جب ضلع بلیا میں ہوا تو اس وقت مولوی حشمت اللہ صاحب وہاں کلکٹر تھے، آپ نے ایک بہت بڑی زبردست تقریر کی، جس پر گورنر صاحب بہادر بہت خوش ہوئے ان کی شادی میری ہمشیرہ صاحبہ سے ہوئی تھی، پہلے اس خاندان میں نماز روزہ کا کوئی ذکر نہ تھا ہر ایک شخص فرعون بے سامان نظر آتا تھا۔ اس شادی کے بعد پہلے عورتوں میں نماز روزہ کی ابتدا ہوئی۔ پھر مردوں پر اثر ہوا یہاں تک کہ پھر

مولوی صاحب موصوف بھی نماز کے عاشق ہو گئے۔ اور سرکاری ملازمت سے بددل ہو گئے اور قبل از وقت پنشن لے لی۔ مولوی صاحب موصوف کہتے ہیں کہ جب میں بریلی جاتا ہوں اور اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب کو دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی اور خدا کی قدرت نظر آتی ہے کہ ایک کوزۂ سر میں علم کی نہریں جاری ہیں۔ آج تک میں کسی بڑے سے بڑے افسر اور نہ کسی عالم سے مرعوب ہوا لیکن اعلیٰ حضرت کا رعب علم وتقوی مجھ پر ایسا ہے کہ بیان سے باہر ہے یہ بات میں نے عمر میں کسی اور میں نہیں دیکھی۔ اعلیٰ حضرت سے رشتہ وتعلق کے علاوہ مولوی حشمت اللہ صاحب کو اعلیٰ حضرت سے عشق تھا جب بدایون والوں نے اذان جمعہ کے متعلق اعلیٰ حضرت پر مقدمۂ فوجداری دائر کیا اور انتہائی کوشش کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت تھوڑی دیر کے لیے بھی کچہری میں آجائیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ ''میری جوتی بھی کچہری نہ جائے گی'' حد یہ کہ لوگوں نے وارنٹ نکلوایا وہ بھی خارج ہو گیا نواب صاحب رامپور کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کی محبت ڈال دی انہوں نے اصل وصحیح واقعہ گورنر یوپی کو کہہ دیا تھا کہ اس مقدمے میں کچھ اصلیت نہیں ہے۔ محض مذہبی مسئلہ ہے علمی حیثیت سے جب وہ لوگ جواب سے قاصر رہے تو اپنی ندامت مٹانے کو یہ چال چلے ہیں اس مقدمہ کے زمانے میں مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے ملازمت ترک کر کے پنشن لے لی اور بحیثیت وکیل اس مقدمہ کی پیروی کرنے لگے، یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت کا فرمانا بالکل ٹھیک ہوا۔ حضرت کچہری نہیں تشریف لے گئے اور مقدمہ خارج ہو گیا اور جن جن لوگوں کو مدعا علیہ بنایا تھا سب اعلیٰ حضرت کی برکت سے بے داغ بری ہو گئے۔

مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں

اعلیٰ حضرت کے خادم حاجی کفایت اللہ کا بیان ہے کہ جناب نیاز احمد خان، (ساکن باغ احمد علی خان) بیان کرتے تھے کہ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا اس سے ایک دن قبل اپنی لڑکی سے انہوں نے کہا اے بیٹی دیکھو بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں

ان کو بٹھاتی نہیں ہو لڑکی نے کہا کہ کہاں ہیں؟ کہا دیکھو یہ ہیں تم تو دیکھتی نہیں ہو۔

خواب میں تسکین دینا

انہی کا بیان ہے کہ نیاز احمد خان صاحب کی ایک بھیتجی دیندار اور اعلیٰ حضرت کی غایت درجہ معتقد مرید تھیں، شوہر اس کا بہت آزاد مزاج تھا۔ جب وہ اپنے شوہر کی بے توجہی کی وجہ سے ملول و مغموم ہوتیں تو اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد خواب میں تشریف لا کر انہیں تسلی دیتے اور ان کی تسکین فرماتے۔

بیعت ہونے کا عجیب و غریب واقعہ

انہی کا بیان ہے کہ جناب سید رضا علی کو پیر کی تلاش تھی اور کہتے تھے کہ کوئی پیر ملے تو مرید ہو جاؤں، نیاز احمد خان نے کہا آپ اعلیٰ حضرت سے مرید ہو جایئے۔ انہوں نے کہا کہ میں جب تک کچھ نہ دیکھ لوں بیعت نہیں ہو سکتا۔ ایک مدت اسی میں گزر گئی ایک روز خواب میں دیکھتے ہیں ایک میدان ہے جس میں میں ہوں اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما ہیں میں گر رہا ہوں تو اعلیٰ حضرت نے مجھے سنبھالا دیا صبح کو یہ خواب نیاز احمد خان سے ذکر کیا انہوں نے کہا اب آپ بیعت ہو جایئے وہ گرتوں کو سنبھال لیتے ہیں چنانچہ وہ بطیب خاطر اعلیٰ حضرت کے مرید ہو گئے۔

جو فرمایا وہ لفظ بہ لفظ پورا ہوا

حاجی خدا بخش صاحب کا بیان ہے کہ جمادی الاخریٰ کے مہینے میں میں نے ارادہ کیا کہ حج بیت اللہ کو جاؤں مگر فکر یہ ہوئی کہ ابھی چلا جاتا ہوں تو بمبئی میں پڑا رہوں گا کہ جہاز شعبان کے مہینے سے روانہ ہونا شروع ہوتا ہے اور اب سے نہیں جاتا ہوں، تو خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے عرس کی شرکت نہیں ہو سکتی ہے۔ میں اسی تردد میں تھا کہ ایک روز خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں حضور نے مجھے اٹھا کر بٹھایا اور فرمایا پڑھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا اب چل۔ صبح کو جمعہ کا دن

تھا میں نے خیال کیا کہ آج جمعہ کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے چل کر پڑھوں چنانچہ میں حاضر ہوا اور جمعہ کی نماز حضرت کے پیچھے پڑھی، جمعہ پڑھ کر میں املی درخت کے نزدیک کنواں کی طرف منہ کر کے اپنی پشت درخت سے لگا کر آڑ میں کھڑا ہو گیا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت سے کچھ باتیں تنہائی میں کرتا، لیکن اعلیٰ حضرت ابھی نماز پڑھ رہے ہیں، پھر درود شریف کا حلقہ ہو گا اس کے بعد اور لوگ بھی ساتھ ہوں گے تنہائی کس طرح ممکن ہے اتنا خیال کرنا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ نماز پڑھ کر مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہو گئے، میں نے خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، جب ہی یہ لوگ کھڑے ہوئے ہیں، یہ خیال آتے ہی میں نے جھانک کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت کھڑے ہو کر میری طرف تشریف لا رہے ہیں، کچھ لوگ ساتھ ہونے لگے اعلیٰ حضرت نے ان کو منع فرمایا اور ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور تنہا حضرت املی کے درخت کی طرف تشریف لائے اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا، کہو کیا کہنا چاہتے ہو، میں نے کہا میں نے ارادہ کیا ہے بڑی سرکار کا اور میرے پاس خرچ تھوڑا ہے دعا کیجیے کہ خرچ کافی ہو جائے کہ میں اپنے منزل مقصود تک پہنچ جاؤں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ تمہارے پاس بہت ہے، تین مرتبہ حضرت نے یہی فرمایا اور فرمایا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے پاس صرف پونے دو سو (۱۷۵) روپے تھے۔ پھر میں وہاں سے رخصت ہو کر مکان آیا اور شام کی گاڑی سے دہلی روانہ ہوا۔ دہلی جا کر حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شریک ہوا اور وہاں سے گڑگاؤں، اور گڑگاؤں سے اجمیر شریف حاضر ہوا۔ خواجہ غریب نواز کا عرس یکم رجب سے شروع ہو جاتا ہے اس میں شریک ہوا، نو دن تک وہاں رہا، نو دن کے بعد بمبئی چلا، وہاں پہنچ کر راحت یار خان صاحب بریلی والے پولیس میں ملازم تھے ان کے یہاں ٹھہرا، ان کو مبلغ بیس روپے دیئے کہ جب جہاز کا ٹکٹ بیس روپے میں ہو مجھے لا دینا، وہ کہنے لگے، بھائی ٹکٹ تو آج کل ترپن روپے میں ملتا ہے اگرچہ قیمت گھٹتی

رہتی ہے مگر اس قدر کم ہونے کی امید بالکل نہیں کہ ترپن کی جگہ بیس روپے ہو جائیں۔ میں نے کہا آپ رکھ تو لیجیے، کوئی روز اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا کہ ٹکٹ بیس روپے کا ہو جائے گا اس دن آپ لا دیں گے، انہوں نے ہنس کر میرے روپے رکھ لیے۔ ایک روز میں بھنڈی بازار چونا بھٹی گلی میں ایک پنجابی کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی گھنٹا بجاتا ہوا آرہا ہے کہ آج ٹکٹ بیس روپے کا ہے، میں نے فوراً جا کر راحت یار خان صاحب سے کہا کہ میری مراد پوری ہوگئی کہ آج ٹکٹ بیس روپے کا ہو گیا، آپ جا کر لا دیجیے، یہ وہی جہاز تھا کہ ٹکٹ ترپن روپے کا فروخت ہوا تھا وہ گئے اور ٹکٹ لا کر مجھے دیا، میں جہاز پر سوار ہوا اور بارادۂ حج وزیارت روانہ ہو گیا، جدہ جا کر اترا وہاں سے ایک قافلہ کے لٹنے کی حالت معلوم ہوئی۔ اس لیے اب حکام قافلہ نہیں جانے دیتے تھے۔ سولہ روز جدہ میں رہا، سترہویں رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان بڑا عالیشان ہے اس میں ایک کھڑکی ہے اس میں سے میں نے دیکھا تو اس مکان میں بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہوا ہے اور بالکل آراستہ ہے، اس میں اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کو دیکھا کہ بایاں ہاتھ ٹیکے ہوئے بیٹھے ہیں اور آپ کے آگے دو صفیں کھڑی ہیں، جن کے چہرے نورانی ہیں اور بہت ہی چمک رہے ہیں اور اس کھڑکی سے باہر منہ نکالا تو دیکھا کہ حاجی علیم اللہ صاحب رضوی کھڑے ہیں اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اس مکان میں کیا دیکھا، میں نے کہا اس میں اعلیٰحضرت بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا واقعی وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے تم نے بات کی۔ پھر کھڑکی میں میں نے اپنا سینہ تک جسم اندر کر کے کہا مولانا السلام علیکم! حضرت الٹا ہاتھ ٹیکے ہوئے تھے سیدھا ہاتھ میری طرف اٹھایا اور فرمایا وعلیکم السلام جواب سلام دے کر آپ کے آگے جو دو صفیں قائم تھیں ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان کو جانے دیجیے اتنے میں فجر کی اذان ہوئی میں بیدار ہوا اور نماز پڑھنے چلا گیا جب مسجد سے نماز پڑھ کر واپس آیا۔ کیا دیکھتا ہوں اونٹ والے آرہے ہیں، بگل پھونکا گیا کہ جدہ قافلہ لے جاؤ وہاں سے روانہ ہو کر مکۂ اخیر رمضان شریف میں پہنچا، صبح کی عید کی نماز مکۂ معظمہ میں پڑھی۔ میرے آنے

کے چھٹے دن پھر ایک قافلہ روانہ ہوا اس پر گولی چلی اور قافلہ لوٹا گیا۔ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ سے ملا جن کا نام محمد جان تھا باب الزیارۃ کے دروازہ پر ان کی سرمہ کی دکان تھی انہوں نے ۲۵ حج کیے تھے اور سترہ بار انہیں مدینۂ پاک کی حاضری نصیب ہوئی تھی بہت خوبیوں کے اور بہت ہی ملنسار آدمی تھے، اکثر غار حرا میں جا کر شب بیداری کیا کرتے تھے۔ اعلیٰحضرت کے بڑے مداح اور بہت معتقد تھے ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰحضرت دوبارہ حج و زیارت کے لیے تشریف لائے تھے اور وہابیوں کے رد میں کتابیں ''الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین'' وغیرہ تحریر فرمائی تھیں اس واقعہ کو وہ بہت تفصیل سے بیان فرمایا کرتے تھے میں بھی مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا اور وہاں سے جدہ واپس ہوا، جدہ میں رہتے پھر مجھے سولہ دن ہو گئے، میرے ساتھ اور کئی آدمی آئے تھے، سترہویں دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پیر و مرشد حاجی محمد شیر میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا'' کہ گھر کو چلتے ہو؟'' مجھے خبر نہیں تھی کہ ٹکٹ کتنے کو بکتا ہے۔ دھوم نگر نگینہ کے ایک پیر بھائی تھے جہاں پر ٹکٹ بکتا تھا اس جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے کہ ٹکٹ والے نے آواز دی ٹکٹ (''اربع گنی'') وہ کہنے لگے کہ اربع گنی میرے پاس ہیں، میں دیتا ہوں مگر اربع گنی کے تین ٹکٹ دو انہوں نے چار اشرفی اس کے سامنے رکھ دی اس نے تین ٹکٹ ان کو دے دیئے، وہ خوش ہوتے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے چل بھائی میں تیرا ٹکٹ لایا ہوں اور تین ٹکٹ لایا ہوں ایک اپنا اور ایک اپنے بھائی کا اور ایک تمہارا، میں نے کہا کتنے کا لائے ہو انہوں نے کہا بیس روپے میں، میں نے بیس روپے ان کو دے دیئے اور ٹکٹ لے لیا اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی پہنچا، وہاں سے ریل پر سوار ہو کر گھر آیا۔ جاتے وقت میں نے کانپوری گاڑھے کی ایک ہمیانی بنوائی تھی میرے پاس کل پونے دو سو روپے تھے اس کو میں نے کچھ گنی کچھ روپے کچھ نامہ بھنا کر رکھ لیا تھا اور جب حج سے واپس آیا تو اس ہمیانی کو کھول کر دیکھا تو اس میں سترہ اشرفی اور کئی روپے اور کئی روپے کا ہمیا نکلا۔ اس سفر میں پورے نو مہینے صرف ہوئے اور تمام خرچ کر کے اس قدر روپے واپس لایا، اعلیٰحضرت

نے جو فرمایا تھا کہ خرچ سے مت گھبراؤ خرچ بہت ہے، لفظ بلفظ پورا ہوا، یہ واقعہ بالکل سچا ہے ایک بات غلط نہیں، جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے میں حضرت حاجی محمد شیر صاحب پیلی بھیتی کا مرید ہوں۔

روح جاتی ہوئی شرما کے پلٹ آتی ہے

حاجی کفایت اللہ کا بیان ہے کہ حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے میرا ایک لڑکا تھا جس کا نام مقبول احمد تھا ۱۹ سال اس کی عمر تھی اس کو بخار آیا تیسرے روز اس کی حالت بہت غیر ہوئی۔ یہاں تک کہ انتقال ہو گیا گھر کی عورتیں رونے لگیں یکا یک ان کو خیال ہوا کہ ایک کپڑا اپھاڑ کر اس کے پاؤں کے دونوں انگوٹھے باندھ دیں، جب وہ باندھنے لگیں تو اس نے اپنا پاؤں کھینچ لیا اور اس میں جان آگئی اور باتیں کرنے لگا اور اپنے بڑے بھائی سے کہا بھائی بڑے مولانا کے پاس جا، ہم لوگوں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا پھر اس کی وہی حالت ہوگئی اور اس کا دم نکل گیا۔ عورتیں پھر رونے لگیں اس کے بعد ان کو پھر خیال آیا تب انگوٹھے باندھنے لگیں اس نے پھر پاؤں کھینچ لیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا بھیا بڑے مولانا کنے جا۔ ہم نے پھر نہیں خیال کیا تیسری مرتبہ پھر وہی واقعہ ہوا۔ غرض صبح سے تیسری پہر تک یہی حالت رہی، جب تین مرتبہ یہ حالت گزری تو اپنے بڑے لڑکے سے کہا کہ تو جا اور حاجی طالب صاحب سے پرچہ لکھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس جا، وہ گیا اور حاجی صاحب موصوف سے پرچہ کیفیت کا لکھوا کر لے گیا، اعلیٰ حضرت پھاٹک ہی میں تشریف رکھتے تھے اس نے وہ پرچہ دے دیا حضرت نے وہ پرچہ پڑھا اور فرمایا میں ابھی چلتا ہوں کوئی سواری ہے میں نے کہا حضور، یکہ ہے، فرمایا خیر میں یکہ ہی پر چلا چلوں گا۔ حاجی علیم اللہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ حضرت یہ گاڑی لے آئیں گے لڑکا چھوٹے دروازہ جا کر گاڑی لایا اور حضرت میرے یہاں تشریف لے آئے۔ حضور کے ہمراہ اور کئی صاحب آئے تھے۔ حضرت تشریف لائے، لڑکے کو بٹھایا اور دم کر کے اسے اپنے ہاتھ سے پانی پلایا پھر حضرت نے اسے لٹا دیا مغرب کا وقت قریب تھا۔ اعلیٰ حضرت والی مسجد تشریف لے گئے۔ وہیں

نماز پڑھی، نماز کے بعد حضرت مکان تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اب میں اسے تعویذ لکھ کر دوں گا جس وقت حضرت مکان سے چلے اس لڑکے نے گردن اپنی گھما کر اعلیحضرت کو دیکھا اور جب تک حضرت دروازہ تک پہنچیں اس وقت تک دیکھتا ہی رہا۔ اتفاق وقت دیکھیے کہ میں حضرت کے یہاں تعویذ لانے کے لیے جانا بھول گیا، شب میں اس کا انتقال ہو گیا پھر زندہ نہ ہوا۔ اعلیٰ حضرت کا بہت معتقد تھا اس کی روح اعلیٰ حضرت کو دیکھنے کو بے چین تھی حضرت کو دیکھ کر اسے سکون واطمینان ہو گیا۔

ٹرین پر اعلیٰ حضرت کا تصرف

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب اپنے والد ماجد مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سراپا اقدس میں ضرور اعلیحضرت کو دعوت شرکت دیتے اور حضور پرنور بھی التزاماً شرکت فرماتے، حسب معمول ایک سال بجائے مولانا ممدوح کے حضرت ننھے میاں صاحب قبلہ سجادہ نشیں حضرت حاجی محمد شیر صاحب موٹر میں صبح دس بجے پیلی بھیت سے اعلیٰ حضرت قبلہ کو ہمراہ لے جانے کے لیے تشریف لائے۔ حضور کی طبیعت اس روز بہت ناساز تھی اور نقاہت غالب، ادھر علالت کے باعث یہ حالت ادھر حضرت محدث صاحب سورتی کے عرس میں شرکت کی اہمیت اور جناب سجادہ نشین صاحب کا ورود مسعود مدنظر۔ بالآخر ارشاد فرمایا، جس وقت مجھے کچھ بھی سکون ہوا ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور چلوں گا آپ تشریف رکھیے۔ چنانچہ اسی روز بعد مغرب موٹر میں پیلی بھیت تشریف لے گئے اور عرس شریف میں شرکت فرمائی، وہاں سے مراجعت ریل گاڑی سے ہوئی نواب گنج اسٹیشن پر جہاں گاڑی صرف ۲ منٹ ٹھہرتی ہے نماز مغرب کا وقت ہو گیا حضور والا نے گاڑی ٹھہرتے ہی، تکبیر اقامت فرما کر گاڑی کے اندر ہی نیت باندھ لی غالباً پانچ شخصوں نے اقتدا کی ان میں میں بھی تھا لیکن ابھی شریک جماعت نہیں ہونے پایا تھا کہ میری نظر غیر مسلم گاڈ پر پڑی جو پلیٹ فارم پر کھڑا سبز جھنڈی ہلا رہا تھا، میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ لائن کلیر لے جانے والے نے

ہاتھ بڑھا کر انجن ڈرائیور کو کاغذ دے دیا جس کے یہ معنی تھے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے مگر یہ خیال غلط ہوا یعنی حضور نے باطمینان تمام بلا کسی اضطراب کے تینوں رکعتیں ادا کیں اور جس وقت دائیں جانب سلام پھیرا تھا گاڑی چل دی۔ مقتدیوں کی زبان سے بے ساختہ سبحن اللہ سبحن اللہ سبحن اللہ نکل گیا۔ اس کرامت میں قابل غور یہ بات تھی کہ اگر جماعت پلیٹ فارم پر کھڑی ہوتی تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ گارڈ نے ایک بزرگ ہستی کو دیکھ کر گاڑی روک لی ہو گی ایسا نہ تھا بلکہ نماز گاڑی کے اندر پڑھی تھی۔ اس تھوڑے وقت میں گارڈ کو کیا خبر ہو سکتی تھی ایک اللہ کا محبوب بندہ فریضۂ نماز گاڑی میں ادا کرتا ہے اور اگر بالفرض دیکھ بھی لیتا کہ نماز ہو رہی ہے تو اس غیر مسلم کو مسئلہ شریعۃ اسلامیہ سے کیا واقفیت کہ چلتی گاڑی میں فجر کی سنتیں اور فرض نمازیں اور وتر ادا نہیں ہوتیں اور اگر بالفرض یہ بات کسی سے سن بھی لی ہو تو اس غیر مسلم کو اس کی کیا پروا کہ ایک بزرگ مسلمان کی عبادت قواعد شرعیہ کے مطابق ادا ہو اس لیے مجھے گاڑی روک دینی چاہیے۔

تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں

انہی کا بیان ہے کہ آپ عالم شباب میں ایک مرتبہ دہلی تشریف لے گئے وہاں وہابیہ سے مناظرہ چھڑ گیا۔ یہ تنہا اور اس طرف سارا وہاب گڑھ، جب علمی دلائل سے وہ مقہور و مغلوب ہوئے اور کچھ بن نہ پڑا تو ایک چھوٹا مقدمہ فوجداری دائر کر دیا اس وقت حضور اقدس کے قلب اطہر پر اس قسم کا خیال آیا کہ میں تنہا ہوں اور ان کی ساری جماعت ہے اپنا وطن ہوتا تو مقدمہ کی پیروی میں سہولتیں ہوتیں اسی فکر و تردد میں وہ شب آ گئی جس کی صبح کو مقدمہ کی پیشی تھی، حضور نے سرکار ابد قرار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا اور دل ہی دل میں عرض کیا کہ سرکار میری لاج رکھ لیجیے میں نے تو حضور کی عزت و وقعت کی خاطر دخل دیا تھا حضور پر سب کچھ روشن ہے، میں یہاں وطن سے دور تنہا پڑا ہوں سوائے حضور کے کوئی میرا معین و مددگار نہیں ہے حضور کرم فرمائیں اور دشمنوں کو نیچا دکھائیں، اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں دل سے یہ کہہ رہا تھا اور میری آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ

دفعتہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے رخسارہ پر اپنا رخسارہ رکھا جس کی ٹھنڈک مجھے محسوس ہوئی اور یہ غیبی آواز میں نے سنی

ع

تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں!

اس وقت میرا قلب بعونہ تعالیٰ مطمئن ہو گیا چنانچہ صبح کچہری کھلتے ہی مقدمہ خارج ہو گیا وہابیہ وہاں سے بھی خائب و خاسر پھرے۔

اعلیٰ حضرت دلوں پر مطلع تھے

انہی کا بیان ہے کہ حضور کی حیات ظاہری میں فقیر کو علم توقیت کے کام میں اس درجہ انہماک اور مصروفیت رہتی تھی کہ کھانا اور نمازوں کے اوقات کے علاوہ تمام اوقات اسی کام میں صرف ہوتے تھے۔ مسلسل نشست کے باعث کھانا دیر میں ہضم ہوتا اور خوراک کم ہو گئی۔ کبھی صرف ایک ہی وقت کھانا کھاتا چنانچہ ایک روز دوپہر کے کھانا کھانے کے بعد میں نے مکان پر منع کر دیا کہ شام کو کھانا نہیں کھاؤں گا اور حاضر آستانہ ہو گیا۔ ان دنوں نماز عشا کے لیے اعلیٰ حضرت ۱۰ یا ۱۰ ۱ بجے شب کو کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لاتے تھے اس روز بھی حسب معمول نماز ہوئی اور حضور ۱۱ بجے مسجد سے مکان واپس تشریف لے گئے۔ ابھی میں خدام آستانہ سے ہم کلام ہی تھا اور ارادہ مکان جانے کا کر رہا تھا اس وقت مجھے سخت بھوک لگی پھر خیال آیا کہ مکان پر تو میں نے کھانا پکوانے کے لیے منع کر دیا تھا خیر ایک رات کا کاٹنا کیا میں یونہی جا کر سو رہوں گا، صبح کو دیکھا جائے گا کہ اتنے میں حضور پرنور قدس سرہ العزیز باہر ڈیوڑھی میں تشریف لائے ان کے دست مبارک میں لوٹا تھا، بنن خان خادم آستانہ کو آواز دی اور فرمایا تازہ پانی لے آؤ وہ پانی لے آئے اب مکان میں جاتے وقت مجھ سے فرمایا کہ سید صاحب، ذرا ٹھہریے گا۔ میں سمجھا کہ توقیت کے متعلق کچھ کام ہو گا۔ میں ٹھہر گیا۔ ۳۰ منٹ بعد حضور اس شان سے باہر برآمد ہوئے کہ ایک چھوٹی سینی دونوں مبارک ہاتھوں سے پکڑے ہوئے لائے جس میں گیارہ روٹیاں، ایک چینی کے پیالے میں شوربا، ایک چینی کی طشتری میں جلیبیاں تھیں اور بسکٹ سوجی کے جن کی نسبت فرمایا کہ یہ

خاص میرے کھانے کے لیے رکھے تھے۔ میری طرف اشارہ فرمایا کہ کھانا کھا لیجیے بھوکے نہ رہیے اور کھانے کے بعد برتن یہیں باہر رکھ دیجیے کیونکہ ملازمہ بھی چلی گئی ہے اور مکان میں سب لوگ سو رہے ہیں اب میں کواڑ بند کر رہا ہوں یہ فرمایا اور تشریف لے گئے۔ مجھ سے جتنا کھایا گیا کھایا، بقیہ باندھ کر گھر لے گیا، صبح کو وہ تبرکاً گھر میں تقسیم ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بامر اللہ ہمارے دلوں پر مطلع تھے۔

آج تو قدموں پہ سرکار مچل جانے دو

انہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم نصف گزر چکا ہے اوقات خمسہ برائے ماہ مبارک برادرم سید قناعت علی نے اور بیرونجات کے لیے اوقات سحری وافطار فقیر نے استخراج کیے اور عین اس روز جبکہ نقشہ کتابت کے لیے کاپی نویس کو دینے کا ارادہ تھا، دن کے بارہ بجے آپ قیلولہ فرمانے کے بعد خلاف معمول باہر تشریف لائے اور مجھ سے بیرونجات کے اعمال کی کاپی لے کر شملہ کے وقت کی جانچ فرمائی، جس میں ایک بجائے مثبت کے منفی اعداد لیے تھے۔ فرمایا یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور نے جو مثال تفہیم فرمائی تھی۔ اس قاعدہ کو اپنی زبان میں سہولت کے لیے قلمبند کر لیا تھا۔ فرمایا سنایئے۔ میں نے پڑھا، اس میں وہی تھا جس کے مطابق عمل کیا تھا، چونکہ شملہ کا عرض ۱۳۔۲ ۳۲ درجات کے درمیان ہے لہٰذا ہر اس مقام کے وقت میں غلطی ہونا لازمی تھی جو اس عرض پر واقع تھا فرمایا اب کب تصحیح ہوگی۔ کب نقشہ چھپے گا، کب باہر روانہ ہوگا اس لیے صرف بریلی کے اوقات چھاپ دیئے جائیں، بیرونجات کو چھوڑ دیے۔ یہ حساب ہی نہیں بلکہ فتویٰ ہے، مسلمانوں کے روزے کیوں برباد کیے جائیں اور فوراً کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ اس وقت جو حالت میری ہوئی، میں ہی جانتا ہوں۔ ایک طرف تو حضور کی ناراضگی عرق عرق کیے دیتی تھی اور دوسری طرف تین مہینے کی محنت شاقہ کا نتیجہ برباد ہو رہا تھا اور اس پر طرہ کہ وقت کی تنگی، الغرض کوئی سمندر کے کنارے بیٹھ جائے کہ سمندر خالی کر دوں گا اسی طرح فقیر نے اولاً شملہ کا وقت صحیح کیا، بعدہٗ ان مقامات پر جن میں غلطی کا گمان غالب تھا نظر ڈالنا شروع

کی مگر قربان اپنے آقا و مولیٰ کے کہ جس جگہ غلطی ہونی چاہیے، تھی ترمیم پاتا ہوں، حالانکہ بروقت ملاحظہ حضور کے دوات وقلم پاس بھی نہ تھا جو یہ کہا جائے کہ حضور نے ترمیم کر دی ہو گی ایسا ہرگز نہ ہوا۔ غرض ان مواقع کو میں نے جلد دیکھ لیا اور ہر جگہ یہی کیفیت ترمیم کی پائی چونکہ کاشانہ اقدس کے کواڑ بند نہیں ہوئے تھے جن سے ظاہر تھا کہ حضور نے ابھی قیلولہ نہیں فرمایا ہے لہٰذا ایک پرچہ پر مفصل کیفیت لکھ کر حضور کی خدمت میں بھیج دیا مجھے خوب یاد ہے کہ اس پرچہ کی ابتدا، میں نے اس جملہ سے کی تھی ''واللہ یہ حضور کی کرامت ہے اس کا جواب آیا، سید صاحب! یہ آپ کی کرامت ہے، ۳۰ منٹ کے بعد حاضر ہوتا ہوں۔'' اس وقت دل فرط مسرت سے پھولا نہ سماتا تھا اور بے احتیاط اسی کا متقاضی تھا کہ۔

ع آج تو قدموں پہ سرکار مچل جانے دو!

اللہ اللہ انتظار کا ایک ایک منٹ گراں، آنکھوں کو پلک مارنا دشوار، رقت کا یہ عالم کہ سیلاب اشک آنکھوں سے رواں اور گوش برآواز تھے کہ اتنے میں کواڑوں کے کھلنے کی آہٹ ہوئی اور جیسے ہی باہر تشریف فرما ہوئے، میں نے قدمبوسی کرنی چاہی مگر حضور نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سینہ سے لگایا اور مسہری پر رونق افروز ہو کر اس کاپی کو ملاحظہ کے لیے لے لیا، میں نظر جھکائے زارزار رو رہا تھا اور منتظر تھا کہ حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں، جب کچھ دیر گزری اور حضور نے کچھ نہ فرمایا تو ڈرتے ڈرتے قدرے نظر اٹھا کر میں نے دیکھا، تو حضور مجھے بغور دیکھ رہے تھے، نظر دو چار ہونا تھا کہ چہرے پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا ''خوب'' پھر فوراً تشریف لے گئے۔ عصر کے وقت میں اس خوشی میں شیرینی لایا اور حضور سے فاتحہ دلائی۔ بعد فاتحہ حضور نے اس شیرینی کو حاضرین پر تقسیم فرمایا۔

خدمت سادات کا اہتمام

انہی کا بیان ہے عیدالفطر کے چار پانچ روز باقی تھے برادرم قناعت علی کو خیال آیا کہ اس مرتبہ میرے پاس نئے کپڑے نہیں، اسی روز ظہر کے بعد اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز جب مسجد سے مکان تشریف لے جانے لگے، قناعت علی سے فرمایا کہ یہیں ٹھہرے رہیے،

تھوڑی دیر کے بعد حضور نے اندرونی چوکھٹ پر کھڑے ہوکر اشارے سے قریب بلایا، یہ جھجکے اس لیے کہ وہ جگہ زنانخانہ سے قریب تھی، حضور نے فرمایا تشریف لے آیئے اور کواڑ بند کرتے آیئے، انہوں نے دونوں کواڑ بھیڑ دیئے۔ فرمایا زنجیر ڈال دیجیے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی اور ڈرتے ڈرتے قدم آگے بڑھایا، حضور نے ایک جوڑا قسم پارچہ بے سلا، اس کے ساتھ دس روپے کا نوٹ عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس جوڑے کو مردے کا مال نہ سمجھیے اور ابھی سے مکان لے جایئے یہاں اپنے پاس نہ رکھیے، یہ اہتمام وتاکید محض اس لیے تھی کہ کوئی دوسرا خبردار نہ ہو۔

جہاں بیس سچے مسلمان ہوں ان میں ایک ولی اللہ ہوتا ہے

انہی کا بیان ہے کہ خان بہادر اصغر علی خان صاحب وکیل ورئیس شہر کہنہ کے برادر خرد، جناب محمد علی خان صاحب ایک قتل کے مقدمے میں ماخوذ ہوگئے اس پریشانی کے عالم میں ایک روز عصر کے وقت مسجد محلہ سوداگران میں آکر اعلیٰحضرت کے قدمبوس ہوئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور طالب دعا ہوئے حضور نے دعا فرماتے ہوئے تسکین بخش سمجھے اور یوں ارشاد فرمایا کہ ”ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو پھانسی نہیں ہوگی“ پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر پھاٹک میں تشریف لائے، یہاں جو خدام ومتوسلین موجود تھے ان سے بھی موصوف کے لیے دعا کرائی اور فرمایا کہ جہاں چالیس مسلمان ہوتے ہیں وہاں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے اور یہاں تو بحمد اللہ تعالیٰ ۴۰ سے زیادہ مسلمان ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی دعا ضرور مقبول ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے کچھ پڑھنے کے لیے بتادیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے غالباً قرینہ ہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۴۵۰ مرتبہ اول آخر درود شریف تین تین بار پڑھنے کو فرمایا ہوگا اس لیے کہ اعلیٰ حضرت عموماً فوجداری کے مقدمہ میں مدعا علیہ کو یہی بتادیا کرتے تھے اور بارہا کا تجربہ ہے کہ ہمیشہ اس میں کامیابی ہوتی رہی اور کیوں نہ ہو کہ یہ قرآنی دعا تعلیم

الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہنے والوں کا نصیحتاً فرماتا ہے فانقلبوا بنعمة من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء (پس وہ پلٹے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ ان کو برائی نے نہیں چھووا) چنانچہ مقدمہ کھلا صرف کچھ دنوں جیل میں رہے پھانسی سے خداوند عالم نے انہیں بچالیا۔

قید کی وحشت میں تسکین کا سامان

انہی کا بیان ہے کہ قید کا واقعہ خان صاحب موصوف نے خود بیان کیا کہ ہر شب بعد نماز عشا بیداری میں اعلیٰ حضرت تشریف لاتے ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ بیرونی حصے میں ٹہل رہے ہیں۔ جس سے مجھے تسکین ہوتی اور گھبراہٹ دور ہو جاتی تھی۔

یک در گیر محکم گیر

انہی کا بیان ہے کہ صبح ۹ یا ۱۰ بجے کا وقت ہوگا میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں کام کر رہے تھے کہ ایک نوجوان صاحبزادے بحیثیت مسافر تشریف لائے اور سلام کرکے ایک طرف خاموش بیٹھ گئے، ہم لوگوں نے دولت خانہ دریافت کیا فرمایا میرٹھ کا رہنے والا ہوں، پھر پوچھا کیسے تکلیف فرمائی، اس پر بے اختیار رونے لگے، بارہا سبب دریافت کیا جاتا تھا، مگر انکشاف نہ ہوتا تھا، بالآخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ میں حضور پر نور اعلیحضرت قدس سرہ العزیز قبلہ کا مرید ہوں۔ امسال خواجہ غریب نواز کے عرس میں حاضری کا اتفاق ہوا ایک بزرگ سے قدمبوس ہوا، بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس بزرگ کے مرید ہو جاؤ، میں نے کہا اعلیٰ حضرت قبلہ بریلوی سے بیعت ہوں، انہوں نے کہا تم شریعت میں بیعت ہوئے ہو یہاں تم طریقت میں بیعت ہو جاؤ۔ میں ان لوگوں کے کہنے سے ان بزرگ کا مرید ہو گیا۔ جب وہاں سے آکر فرودگاہ پر آرام کیا، غافل ہو کر سو گیا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے سے تشریف لائے، چہرہ انور پر جلال نمایاں تھا۔ مجھ سے فرمایا ''لا ہمارا شجرہ واپس کر دے'' اتنے میں آنکھ کھل گئی اس روز سے میری طبیعت کسی کام میں نہیں لگتی۔ اسکول میں پڑھا کرتا تھا وہ بھی چھوڑ دیا، ہر وقت

دل یہی چاہتا ہے کہ دھاڑیں مار مار کر خوب روؤں۔ ہم لوگوں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، ظہر کے وقت حضور تشریف لائیں گے بعد نماز عرض کر دیجیے کہ میں تجدید بیعت کے لیے حاضر ہوا ہوں، یہ سن کر ان کو کچھ سکون ہوا، اتنے میں دیکھا کہ اسی وقت خلاف معمول حضور پرنور باہر تشریف لے آئے اور ان صاحبزادے سے فرمایا ''آپ کیسے آئے''، ہم لوگوں کو حضرت کے یہ الفاظ سن کر ایک گونہ تعجب ہوا، اس لیے کہ عادت کریمہ یہ تھی کہ نو وارد سے دریافت فرماتے ''آپ نے کیسی تکلیف فرمائی'' خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا ان صاحبزادے نے حضرت کے دریافت کرنے پر رونے کے سوا کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر فرمایا ''رونے سے کوئی نتیجہ نہیں مطلب کہیے۔'' اس پر انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا یہ سن کر پھر ارشاد فرمایا ''پھر میرے پاس کس لیے آئے ہیں۔'' وہ صاحبزادے پھر رونے لگے اور جو ترکیب ہم لوگوں نے بتائی تھی اس کے کہنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی اس کے بعد حضور یہ فرماتے ہوئے کہ آپ قیام کریں، مجھے کام کرنا ہے، اندر تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں نے پھر ان سے کہا آپ ڈریں نہیں اور نماز ظہر کے وقت تجدید بیعت کے لیے عرض کریں، مختصر یہ کہ بعد نماز ظہر انہوں نے تجدید بیعت کے لیے عرض کر دیا حضور اس وقت مسہری پر تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ''جب آپ وہاں بیعت ہو چکے ہیں پھر مجھے کیوں کہا جاتا ہے'' انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھ سے قصور ہوا، اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں۔ لوگوں کے بہکانے میں آ گیا تھا، اس پر حضور نے پھر فرمایا کہ خوب غور کر لو، سوچ سمجھ لو، مجھے مرید کرنے کا شوق نہیں، مگر یہ کہ لوگ صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ یہ ٹھیک نہیں کہ آج اس دروازے پر کھڑے ہیں، کل اس دروازے پر ''یک در گیر و محکم گیر۔'' انہوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور ایسا ہی ہوگا اب اللہ کے لیے میرا قصور معاف فرما دیجیے۔ اس کے بعد حضور نے انہیں داخل سلسلہ فرمایا اور صاحبزادے اسی روز خوش خوش اپنے مکان تشریف لے گئے۔

نظروں سے غائب ہونے کا واقعہ

انہی کا بیان ہے کہ ایک روز رحیمن ملازمہ باہر گھبرائی ہوئی آئی اور ہم لوگوں

سے حضور کو پوچھنے لگی کہ میاں کہاں ہیں، ہم خدام نے لاعلمی ظاہر کی وہ کہنے لگی کہ مکان میں کہیں پتا نہیں ہے نہ اوپر چھت پر، نہ کسی کمرے میں ہیں۔ سب جگہ دیکھ آئی ہوں۔ ہم لوگوں نے کہا باہر تو تشریف لائے نہیں شاید غسل خانے تشریف لے گئے ہوں کہنے لگی اگر وہاں جاتے تو بائیں بازو کو ہاتھ کی لکڑی رکھی ہوتی۔ بلکہ بیوی نے آہٹ کر کے وہاں بھی دیکھ لیا یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی۔ لواحقین اپنے اپنے خیال دوڑا رہے تھے کہ اتنے میں وہی ملازمہ دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میاں تو دالان میں اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں بیٹھ کر لکھا کرتے تھے، اندر سب نے دریافت کیا فرمایا میں تو یہیں کام کر رہا ہوں۔

اور گھڑا پانی سے بھر گیا

انہیں کا بیان ہے کہ ایک روز فجر کے وقت حضرت پیرانی صاحبہ دیکھتی ہیں کسی گھڑے میں پانی نہیں مجبوراً حضور سے دریافت کیا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے کسی گھڑے میں پانی نہیں ہے حضور یہ سن کر فوراً ایک گھڑے کے اوپر دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ پانی تو اس گھڑے میں اوپر تک بھرا ہوا ہے لو وضو کر لو۔

پھیکا خربوزہ میٹھا ہو گیا

انہیں کا بیان ہے کہ سید محمود جان صاحب ساکن محلہ گڑھی نے فرمایا کہ ایک روز مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج حضور کی خدمت میں حاضر تھے اور کچھ پھل خربوزہ کے رکھے ہوئے تھے بایمائے حضور ایک پھل مولانا ممدوح نے اٹھایا اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا، تو پھیکا نکلا، اس کے بعد حضور نے صرف ایک بار سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا تو میٹھا نکلا، مولانا نے فرمایا کہ میں گیارہ بار پڑھوں تو پھیکا اور آپ ایک بار پڑھیں تو میٹھا نکلے۔

سانپ کاٹا ہوا مریض اچھا ہو گیا

سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں مکان پر کھانا کھا

رہا تھا کہ برادرم قناعت علی حواس باختہ آئے اور کہنے لگے مجھے جلد تر اعلیٰ حضرت کے پاس لے چلو، میرے پیر میں سانپ نے کاٹ لیا ہے، میرا سر چکرا رہا ہے، میں نے دیکھا، تو ان کے پاؤں قابو میں نہ تھے، غرض افتاں خیزاں کاشانۂ اقدس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ حضور پرنور عشا کی نماز کے لیے آرہے تھے حالانکہ ان دنوں نماز عشا کچھ دیر کر کے ہوتی تھی مگر اس روز اوّل ہی وقت تشریف لے آئے میں بڑھ کر دست بوس ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع کی کہ جس کا حضور پر اس قدر اثر ہوا کہ باوجود قناعت علی کے قریب ہونے کے فرمانے لگے سید صاحب کہاں ہیں؟ میں نے اشارے سے بتایا، حضور وہیں سڑک پر کچھ پڑھنے کے لیے بیٹھنے لگے، مگر قناعت علی کے کہنے سے مسجد میں پہنچ کر مجھ سے چراغ قریب منگا کر دیکھا، تو فی الواقع دانتوں کا نشان تھا۔ حضور دیر تک کچھ پڑھتے رہے اور اس جگہ اپنا دست مبارک پھیرتے رہے اور آخر میں دم کرنے کے بعد تسکین دہ الفاظ میں فرمایا ”باورچی خانے میں چوہے نے کاٹا ہوگا نظر آپ کی سانپ پر پڑی۔“ قناعت علی نے عرض کیا ایک تمنا اور ہے، فرمایا وہ کیا، عرض کیا حضور تھوڑا سا لعاب دہن اگر اس جگہ لگا دیں گے تو میں بچ جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا اس میں کیا رکھا ہے، میں نے وہ دعائیں جو سرکار نے ارشاد فرمائی ہیں، پڑھ کر دم کر دی ہیں، ان شاء اللہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ انہوں نے پھر عرض کیا حضور کو سچا نائب رسول جانتا ہوں، سرکار نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک پر اپنا لعاب دہن لگایا تھا اگر حضور لعاب دہن لگا دیں گے تو مجھے اطمینان قلبی ہوگا۔ یہ سن کر آپ ذرا کبیدہ خاطر ہوئے، جس پر قناعت علی باندازِ مایوسانہ خاموش ہو گئے فرمایا ”اچھا تم نہیں مانتے ہو اچھا لاؤ پاؤں“، میں نے بڑھ کر لعاب دہن مبارک لینے کے لیے اپنا سیدھا ہاتھ پھیلا دیا مگر حضور نے میرے ہاتھ کو ہٹا کر خود اپنے دست اقدس سے لعاب دہن لگاتے ہوئے فرمایا۔ بس اب تو آپ کا کہنا ہو گیا، انہوں نے کہا حضور فصیل پر چل کر ہاتھ دھو لیں، فرمایا اچھا چلیے اور لوٹا بھر کر خود لائے اور تیزی کے ساتھ موٹی دھار سے پانی ڈالنا شروع کیا حضور بار بار منع فرمارہے تھے بس کیجیے، یہ اسراف ہے، مگر انہوں نے تاقتیکہ لوٹا کا پانی ختم نہ کر لیا باز نہ

آئے۔اس کے بعد نماز ہوئی اور حضور وظائف سے فارغ ہو کر جب تشریف لے جانے لگے تو میں نے اپنی حماقت سے عرض کیا حضور نے سنا ہے کہ مار گزیدہ کو سونے نہ دیا جائے یہ سنتے ہی ٹھہر گئے اور فرمایا جب کاٹا بھی ہو تو! چوہے نے کاٹا ہوگا سانپ پر نظر پڑ گئی اور قناعت علی سے فرمایا سید صاحب آپ بالکل اطمینان سے آرام فرمایئے اور صبح کو خیریت بھیجئے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے رات بھر خواب دیکھے کہ میں سانپ مار رہا ہوں کیونکہ اس سانپ کو خود قناعت علی نے مارا تھا۔ صبح اس کی آنکھ اول وقت کھل گئی اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضور کو فکر ہوگی تین چار بجے ہی مسجد میں پہنچ گئے اور حضور کا انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ حضورت تشریف لے آئے اور دور سے نظر پڑتے ہی چہرۂ مبارک پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

مجلس میں جنات کی حاضری

انہیں کا بیان ہے کہ مرزا ڈاکٹر بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلہ کانکر ٹولہ کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں حضور پرنور بیان فرما رہے تھے۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے دیکھا کہ منبر کے نیچے بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے نہایت اطمینان سے بیٹھا ہے، لوگ ادھر ادھر ہٹنے لگے، کسی نے کہا لاٹھی لاؤ، کسی نے کچھ کہا، اس حضور پرنور نے ارشاد فرمایا آپ حضرات تشریف رکھیے، اس سے کچھ نہ بولیے، سب لوگ حضور کے فرمانے سے بیٹھ تو گئے مگر کنکھیوں سے دوران تقریر میں بار بار دیکھتے رہے یہاں تک کہ تقریر ختم ہوتے ہی دفعتاً سانپ غائب ہو گیا۔ لوگوں نے حضور سے استفسار کیا یہ کیا معمہ تھا جو اس جگہ حضور نے سانپ مارنے سے منع فرمایا اور ہر چہار جانب مجمع ہوتے ہوئے وہ کس طرف سے نکل گیا۔ ارشاد فرمایا مار سیاہ کی شکل میں بسا اوقات جن بھی ہوا کرتے ہیں اس واسطے حکم ہے کہ مار سیاہ جب نظر پڑے تو تین بار یہ کہہ دے اگر تو سانپ نہیں تو چلا جا، اس کے بعد وار کرے لوگوں نے عرض کیا حضور یہ جن تھا فرمایا بہت ممکن ہے اور اسی خیال سے میں نے منع کیا تھا۔

مسئلہ پوچھنے کے لیے جن حاضر ہے

انہیں کا بیان ہے رات کے ۲ بجے کا وقت تھا حضور تحریر کا کام چھوڑ کر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے کہ کسی نے اندر دروازہ پر دستک دی آپ فوراً اٹھ کر باہر تشریف لائے اور بہت دیر میں واپس تشریف لے گئے، پیرانی بی بی نے عرض کی حضور کون تھے اور کیا نام تھا، ارشاد فرمایا ایک مسئلہ کا جواب لینا تھا انہوں نے کہا اس وقت کون مسئلہ پوچھنے آیا تھا فرمایا ایک جن تھا جو بہت دور سے آیا تھا۔

اعلیٰحضرت کے مکان پر شیر کا پہرہ

انہیں کا بیان ہے مکان کلاں جس میں بعد کو حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی رہنے لگے تھے اس کی شمالی دیوار برسات میں گر گئی تھی عارضی طور پر پردے کا اہتمام وانتظام کر لیا تھا اس طرف ایک غیر مسلم کا مکان تھا یہی مکان اعلیٰ حضرت کا قدیم آبائی مکان تھا اور پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اس مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ مسئلہ قربانی بقر کی وجہ سے مخالفت کی بنا پر رات کے وقت اعلیٰ حضرت قبلہ پر ایک غیر مسلم نے اس طرف سے حملہ کرنا چاہا مگر جب اس طرف آنے کا قصد کرتا تو ایک شیر کو زیر دیوار گشت کرتے ہوئے پاتا، بالآخر اپنے ارادے سے باز رہا، صبح کو حاضر خدمت ہو کر معافی چاہی اور سارا واقعہ بیان کیا، حافظ حقیقی اپنے محبوب بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے۔

مقدمہ سے بری اور جرمانہ معاف

انہی کا بیان ہے کہ حاجی کفایت اللہ صاحب کہتے تھے کہ ایک ضعیفہ، اعلیٰ حضرت کی مریدہ تھیں۔ ان کے شوہر پر قتل کا مقدمہ دائر ہو کر پانچ ہزار روپیہ جرمانہ بارہ سال قید کا حکم ہو گیا تھا۔ اس کی اپیل کی گئی۔ جس دن سے اپیل ہوئی تھی ان کا بیان ہے کہ میں روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور حال بیان کرتی تھی یہاں تک کہ اپیل کی تاریخ آ گئی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور آج کا دن ہے مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے وہی

وظائف جن کے پڑھنے کے لیے تم سے کہہ دیا ہے پڑھے جائیے، جب میں نے کئی بار عرض کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو کچھ ناراض سے ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل پر بے چینی اور زیادہ ہو گئی مجھے خیال آیا میرا شوہر اب گیا، میں ابھی سے بیوہ ہو گئی، مکان اور جائیداد سب نیلام ہو کر جرمانہ میں چلی جائے گی۔ دل میں ارادہ کیا کہ میں آج سے اس در پر نہیں آؤں گی۔ غرض میں اٹھی اور سلام کر کے جلدی سے نکلنے لگی جس پر حضور نے بلایا اور فرمایا کہ پان کھاتی جاؤ، میں نے کہا میرے منہ میں پان ہے، حضور نے پھر فرمایا، میں نے پھر عذر کیا، تیسری مرتبہ پھر فرمایا تو میں بیٹھ گئی، بعدہ پان بنوا کر کچھ دیر اپنے دست مبارک میں لے کر مجھے دیا اور ارشاد فرمایا آپ گھبراتی کیوں ہیں، جو آپ چاہتی ہیں، وہ کام تو بحمد اللہ تعالیٰ ہو گیا، وہ مقدمہ سے بری ہو گئے اور جرمانہ بھی معاف ہو گیا۔ مکان جا کر دیکھیے تار بھی آ گیا۔ میں فوراً مکان آئی تو فی الحقیقۃ اسی مضمون کا تار آیا ہوا تھا بعد ازاں میں نے حسب حیثیت فاتحہ دلائی۔ میں پہلے سے حضور کی مریدہ تھی مگر حضور نے مجھے تجدید بیعت کے لیے ارشاد فرمایا، چنانچہ میں دوبارہ بیعت ہوئی اور جانا کہ اس دن جو دل میں کڑھی تھی اور خیال کیا تھا کہ اب میں کبھی اس در پر نہ آؤں گی یہ مجھے نہیں چاہیے تھا۔

خارش سے گلا ہوا پاؤں درست

انہی کا بیان ہے کہ برادرم سید قناعت علی کے تمام جسم پر خارش کا اس قدر اثر تھا کہ چاقو وغیرہ سے کھجلاتے رہتے تھے پاؤں سوج کر مثل "فیل پایہ" ہو گئے تھے اور ان سے خون اور پیپ جاری تھا لوگوں کو پاس بیٹھنے میں تکلف ہوتا تھا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ پاؤں گل جائیں گے۔ بیچارے اپنی زندگی سے عاجز تھے ایک شب والدہ قناعت علی خواب دیکھتی ہیں کہ دروازے پر کسی نے دستک دی انہوں نے دریافت کیا کون ہے؟ آواز آئی "احمد رضا" سید صاحب کی خیریت پوچھنے کے لیے آیا ہوں کیسی طبیعت ہے، انہوں نے آبدیدہ ہو کر کہا حضور اندر تشریف لائیں ابھی ابھی اس کی ذرا آنکھ لگ گئی ہے ارشاد فرمایا اچھا سونے دیجیے، اندر آنے کی ضرورت نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا

گھبرائیے نہیں، چنانچہ صبح کو جو دیکھا تو قناعت علی کے دونوں پاؤں مرجھائے ہوئے تھے اور ورم زائل ہو چکا تھا، قناعت علی نے دونوں ہاتھوں سے سوتنا شروع کیا جس سے ایک موٹا خول کھال کا مثل چمڑے کے دونوں پاؤں سے اتر گیا۔ اب نہ خون تھا نہ پیپ نہ وہ تکلیف، خالی سرخ سرخ گوشت نظر آنے لگا ایک دو روز میں اس پر اصلی رنگت آ گئی اور بکرمہ تعالیٰ انہیں صحت ہو گئی۔

جو تم نے کہہ دیا وہ بات ہو کے رہی

انہی کا بیان ہے کہ گاندھویت کا زور شور تھا، ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' مخالف جماعتوں کا شد و مد سے مقابلہ کر رہی تھی، عید الفطر کے چند روز باقی تھے کہ ایک چھوٹا سا اشتہار سبز رنگ کا محمد قاسم صاحب زمیندار و متولی عید گاہ کی جانب سے بایں مضمون شائع ہوا ''امسال کسی انجمن یا جماعت کو عید گاہ میں انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہم خود اہتمام کریں گے'' جس وقت یہ اشتہار دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ میں پہنچا مبلغ جماعت، مداح الحبیب، مولانا جمیل الرحمن خان صاحب و دیگر اراکین جماعت نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ غالباً ہماری مخالف جماعتوں نے ریشہ دوانیاں کی ہیں کہ جماعت جو عید گاہ میں وضو کا انتظام اور سبیل وغیرہ لگایا کرتی ہے اور عاملین جماعت جو وہاں اہتمام کرتے ہیں نہ کرنے پائیں، للہذا مبلغ جماعت موصوف نے فوراً ایک پرچہ اپنے ایک شاگرد محمد جمیل احمد رضوی کے ذریعہ حاجی صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا تھا'' کہ ایک اشتہار آپ کا میرے نظر سے گزرا للہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا جماعت حسب دستور امسال وضو وغیرہ کا انتظام نہ کرے ہم نے خارجاً یہ افواہ بھی سنی ہے کہ بعض معاندین نے آپ کے گوش گزار کیا ہے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ آپ کی تولیت سلب کرنا چاہتی ہے یہ بالکل غلط ہے یہاں نہ کبھی اس کا خیال آیا اور نہ آئندہ کبھی آ سکتا ہے ہمارا مقصود صرف رفاہ عام ہے نہ تولیت کی تمنا۔ امید کہ بملاحظہ عریضہ ہذا بواپسی جواب عنایت فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں گے والسلام۔''

پرچہ ادھر روانہ ہوا ادھر قناعت علی پر دفتر جماعت میں غنودگی طاری ہوئی اور تھوڑی دیر میں غافل ہو گئے خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ باہر سے پھاٹک میں تشریف لائے ہیں ارشاد فرمارہے ہیں" حاجی محمد قاسم صاحب کے یہاں سے آرہا ہوں انہوں نے فرمایا ہے کہ جماعت جیسے ہر سال انتظام کرتے آئی ہے ویسی ہی کرے وہ اشتہار جماعت کے لیے نہیں ہے۔" معاً آنکھ کھل گئی اس وقت تک شیخ حاجی جمیل احمد صاحب کی طرف سے اس پرچہ کا جواب نہیں لائے تھے قناعت علی نے منتظرین سے اپنا خواب بیان کیا اور باتفاق رائے ان الفاظ کو جو حضور پرنور سے سنے تھے ایک کاغذ پر لکھ لیا تھوڑی دیر میں حاجی صاحب کا جواب آگیا جس میں بعینہ وہی الفاظ تحریر تھے جو جواب میں سید قناعت علی نے حضور پرنور سے سن کر کاغذ پر پہلے ہی لکھ دیئے تھے۔

اعلیٰ حضرت کے تبرک سے علاج

انہی کا بیان ہے کہ حضور پرنور بسا اوقات بعد نماز عشا پھولوں کا ہار گلے سے اتار کر حاضرین مسجد پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ اس عطیہ بہیہ سے اکثر فقیر بھی مستفید ہوا کرتا تھا۔ میں ان پھولوں کو خشک ہونے پر محفوظ کرلیا کرتا تھا چنانچہ جب تک وہ تبرک میرے پاس رہا مجھے کسی دوا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، اگر درد سر ہوا تو انہیں خشک پھولوں کو پیس کر پیشانی پر لگالیا۔ بخار، زکام، کھانسی وغیرہ امراض میں پیس کر پی لیا کرتا تھا اور بکرمہ تعالیٰ وہ مرض کافور ہوجاتا تھا۔ افسوس کہ وہ تبرک رفتہ رفتہ اب ختم ہوگیا۔

مہینوں کا زخم فوراً مندمل ہوگیا

انہی کا بیان ہے فقیر کے والد ماجد کے پائے مبارک میں زخم ہوگیا تھا اور خون اور پیپ جاری تھا جراح روزانہ آیا کرتا تھا اور طرح طرح کے مرہم لگاتا اور زخم کی صفائی بھی کرتا مگر اندمال نہ ہوتا تھا، موسم سرما کا زمانہ تھا حضور پرنور ان دنوں نو محلہ کی پیلی کوٹھی کے عقب میں ایک مکان میں مقیم تھے، حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے نماز

عشا کے لیے وضو کا پانی رکھا اور چوکی کے قریب ایک طشت رکھ دیا، حضور نے اس میں وضو فرمایا، اس وقت دل میں خیال آیا کہ والد ماجد صاحب کا زخم اس پانی سے دھونا چاہیے لہٰذا حاجی صاحب موصوف سے عرض کیا اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ پانی لے جاؤں آپ براہ کرم کل سے پانی ضائع نہ کریں دوسرے روز میں نے لوٹوں کو حاجی صاحب سے بھر والیا اور استعمال شروع کرا دیا بحمد اللہ تعالیٰ مہینوں کا زخم ہفتوں کے اندر مندمل ہو گیا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

انہی کا بیان ہے کہ میرے چھوٹے بھائی مشتاق علی قادری رضوی کو کئی مہینے سے ہر تیسرے روز جاڑا آجایا کرتا تھا جس کے باعث نقاہت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ بالکل زرد پڑ گیا تھا اس کی تیمارداری کی وجہ سے حاضری آستانہ بدیر ہونے لگی ایک روز حضور نے بعد نماز فجر میری عدم موجودگی میں، حاجی صاحب سے سبب دریافت کیا انہوں نے جو واقعہ تھا عرض کر دیا، فرمایا میں ابھی دیکھنے جاؤں گا اور کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے کہ اسی وقت میں پہنچا۔ حاجی صاحب نے فرمایا اعلیٰ حضرت آپ کے یہاں تشریف لیے جا رہے ہیں میں سنتے ہی بھاگا ہوا مکان پہنچا ابھی دس بارہ منٹ ہوئے ہوں گے کہ حاجی صاحب نے دستک دی میں باہر آیا اور عرض کیا تشریف لائیے میرے بھائی نے تعظیماً کھڑا ہونا چاہا مگر حضور نے ان کی نقاہت دیکھتے ہوئے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا وضو کر لیجیے اس وقت فقیر کی حالت اس شعر کی مصداق ہو رہی تھی ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو، دیکھتے ہیں

مختصر یہ کہ وضو کرنے کے بعد حضور نے اپنے رومال سے ایک ٹکڑا روٹی کا جس پر شاید آیہ کریمہ فسیکفیکھم اللہ الآیہ مرقوم تھی مریض کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا بسم اللہ شریف پڑھ کر کھا لیجیے۔ اس نے تعمیل حکم کی اور حضور تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جاڑا نہیں آیا حالانکہ وہ دن باری کا تھا۔

چشمان مبارک سے سیلاب اشک رواں

انہی کا بیان ہے موسم گرما کا زمانہ تھا حضور نماز ظہر کے لیے باہر تشریف لائے چند خدام ساتھ ساتھ مسجد میں پہنچے بعد نماز حسب معمول پھاٹک میں آ کر بایں خیال دست بوس ہوئے کہ حضرت آپ کا شانۂ اقدس میں تشریف لے جائیں گے مگر خلاف معمول سہ دری میں مسہری پر جلوہ افروز ہوئے۔ میں اور برادر قناعت علی مسہری کے برابر تخت پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے مگر گوش بر آواز تھے کہ چند منٹ کے بعد حضور نے فقیر سے ارشاد فرمایا سید صاحب! دیکھیے کہ کواڑ پر سایہ کیسا پڑ رہا ہے'' اس وقت حاضرین میں مولوی نور محمد صاحب برادر خرد شیخ امام علی صاحب مسہری کے سرہانے کی طرف اندرونی دالان کے درمیانی دروازے پر اور ہم دونوں تخت پر بیٹھے تھے، حضور کے فرماتے ہی ہم تینوں کی نظریں کاشانۂ اقدس کے بیرونی کواڑ پر پڑیں جو حضور نے بروقت تشریف آوری کھولا نہ تھا اور جس پر اس پھولدار بیل کے پتوں کا سایہ پڑ رہا تھا جو پھاٹک پر پھیلی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں نے بلا تجسس دیکھا کہ کواڑ پر صاف طور پر نام اقدس (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ سے تحریر تھا، ہم تینوں خدام کی زبان سے بے ساختہ ''سبحٰن اللہ'' نکل گیا اور درود شریف پڑھنے لگے، تقریباً دو ڈھائی منٹ تک ہم نے زیارت کی۔ بعدہ حرف دال پر سایہ آیا پھر میم پر پھر ح پر پھر میم اول پر ہماری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ادھر حضور کو بھی دیکھا کہ مسہری پر دوزانو خمیدہ اور لب ہائے مبارک جنبش میں اور چشمان مبارک سے سیلاب اشک رواں تھا۔ میرے قلب پر اس منظر کو دیکھ کر اسی وقت القا ہوا کہ اس آستانۂ عالیہ پر سرکار ابد قرار نے اپنی مہر ثبت فرما کر جتایا کہ اے میرے پھولو! اگر تمہیں آج میرے سچے نائب کی جستجو وتلاش ہے تو اس چوکھٹ پر حاضر ہو کر ناصیہ فرسائی کرو۔

اعلیٰ حضرت قبلہ فنافی الرسول تھے

انہی کا بیان ہے بعد عصر حسب معمول پھاٹک میں تشریف فرما تھے۔ چاروں

طرف مریدین ومعتقدین حاضر ہیں۔ حضور کی جیبی گھڑی ایک وصلی کے کیس میں پاس رکھی ہوئی ہے اس کیس پر ایک تصویر ریل کے ڈبوں مع انجن کے بنی ہوئی تھی حضور نے اسے اٹھا کر مولوی امجد علی صاحب کو دیا اور فرمایا مولانا اس انجن کے اگلے حصہ پر تین کیلیں پیتل کی ظاہر کی گئی ہیں جس سے نام اقدس صاف معلوم ہوتا ہے جس کی تائید نہ صرف مولانا ممدوح نے کی بلکہ تمام حاضرین نے زیارت کی۔ حقیقی بات یہ ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ فنافی الرسول تھے ان کے پیش نظر ہر شے میں وہی جلوہ افروز تھے اور ان کا کرم تھا کہ اپنے نام لیواؤں کو بھی اس سے مستفید فرمادیا کرتے تھے۔

مندر میں آوازِ حق کا بلند ہونا

انہی کا بیان ہے کہ ہنود کا کوئی تہوار تھا، حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ مسجد کی جنوبی فصیل پر عشاء کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ قریب ہی کے ایک مندر سے گانے کی آواز آئی اور ادھر حضور کی زبان فیض ترجمان سے بار بار درود شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح جاری ہوا جیسے کسی کی زبان سے نام اقدس بار بار سن رہے ہیں۔ فقیر اس وقت پیچھے کھڑا ہوا پنکھا جھل رہا تھا۔ حضور نے میری نظر کو متجسسانہ دیکھ کر ارشاد فرمایا سید صاحب کچھ سن رہے ہو کہ یہ گانے والا بار بار نام اقدس لے رہا ہے، اب جو میں نے اس طرف غور کیا تو گانے میں صاف طور پر نام اقدس آرہا تھا۔ چنانچہ میں اور برادر قناعت علی بھی درود شریف پڑھنے لگے۔ یہاں پر یہ بھی ظاہر کردینا ضروری ہے کہ یہ گانے والا ہندو تھا اور آواز مندر سے آرہی تھی۔

پاکیزہ خط نستعلیق میں نایاب رسالہ

انہی کا بیان ہے کہ میرٹھ سے کسی صاحب نے ایک غیر مطبوعہ رسالے کی درخواست کی جو بانس کے کاغذ پر تحریر تھا جس کے اوراق میں جابجا کیڑے نے سوراخ کر دیئے تھے۔ مجھے حکم ہوا کہ اسے نقل کردوں۔ میں نے سفید کاغذ پر حتی الامکان بہت خوشخط لکھ کر حاضر کردیا اور جہاں الفاظ سوراخوں کی وجہ سے پڑھنے میں نہ آئے ان کی جگہ خالی

چھوڑ دی اور حضور سے عرض کر دیا۔ ارشاد ہوا کہ میرے پاس رکھ دیجیے اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، لیجیے یہ ٹھیک ہو گیا، اب جو میں ان مقامات کو تلاش کرتا ہوں جہاں جگہ خالی چھوڑ دی تھی تو پتا نہیں چلتا یعنی میرے خط سے ایسا خط ملایا کہ امتیاز نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے اصل رسالہ میں ان مواقع کو نکال کر مرقومہ الفاظ کی زیارت کی۔ دوسرے روز فقیر نے حضرت شاہزادہ مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب مدظلہ العالی سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر ممدوح ''فتاوی رضویہ'' کی ایک غیر مطبوعہ جلد اٹھا کر لے آئے اور ایک رسالۂ مبارکہ کی زیارت سے مشرف فرمایا جسے حضور نے اپنے دستِ حق پرست سے نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں ارقام فرمایا تھا واللہ العظیم اسے مبالغہ پر نہ محمول کیا جائے میری آنکھیں شاہد ہیں کہ دوائر و بین السطور کو اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سر مو فرق نہ ہو گا نیز متن و حاشیہ کی سطور ایسی مستقیم گویا صفحات پر مسطر سے کام لیا ہے حالانکہ ایسا نہ تھا میرے اس بیان کی تصدیق میں وہ تحریر منیر اب بھی سرکاری کتب خانے میں محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی کہتا ہے، جناب سید صاحب کا فرمانا بالکل حق بجانب ہے اور واقعہ کے مطابق اس میں سر مو مبالغہ نہیں۔ وہ رسالۂ مبارکہ ''مقامع الحدید علی خدا لمنطق الجدید'' ہے جسے میں نے ترتیب کتب خانہ کے وقت تصنیفات اعلیٰ حضرت کی۔ خانہ اول میں رکھا ہے۔ میری رائے ہے کہ یہ رسالہ دیگر رسالوں کی طرح کتابت کرا کے طبع نہ کیا جائے، بلکہ اس کا فوٹو لیا جائے اور عکسی اڈیشن طبع کیا جائے جس طرح یورپ میں دستور ہے کہ ٹائپ کمپوزنگ کے بدلے اس کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے۔ اس طرح لوگ اس رسالہ کے مضمون سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے خط مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوں گے، اگرچہ کون ایسا تعلیم یافتہ ہے سنی خاندان جس کے گھر میں اعلیٰ حضرت کے دست مبارک کی تحریر فتاویٰ دعائیں خطوط وغیرہ نہیں اور ان سب سے اعلیٰحضرت کے خط نسخ و نستعلیق کی خوبی معلوم ہوتی ہے ہم لوگ اس کی کیا قدر کر سکتے ہیں۔ اگر یاقوت مستعصمی یا خلفائے عباسی کا عہد ہوتا اور اس کے وقت کے قدردان امرا ہوتے تو اعلیٰحضرت کے دست مبارک چومتے اور ان کے ہاتھ کی تحریریں آنکھوں سے لگاتے۔

روزانہ نام بنام مریدوں کے لیے دعا

انہی کا بیان ہے کہ حضور کا معمول تھا کہ بعد نماز فجر اوراد و وظائف کے آخر میں اپنے اعزہ، اقربا، اصحاب واحباب اور خاص خاص مریدوں کے نام لے کر دعا فرمایا کرتے تھے ان ناموں کی ایک طویل فہرست ورد زبان تھی۔ ایک شب ایک صاحب نے جن کا نام مجھے یاد نہ رہا۔ خواب میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میرا نام بھی دعا کی فہرست میں شامل کر لیجیے۔ حضور نے خواب ہی میں ان کا نام اور مکان معلوم کر لیا۔ صبح کو حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا کہ فلاں محلہ میں جاؤ اور تحقیق کرو کہ اس نام کے کوئی شخص وہاں رہتے ہیں یا نہیں۔ حاجی صاحب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کفن سل رہا ہے انہوں نے کسی سے پوچھا کہ اس نام کے کوئی شخص اس محلہ میں رہتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ رات ان کا انتقال ہو گیا اور یہ کفن انہی کا سل رہا ہے، یہ وہاں سے واپس آئے اور حضور سے عرض کر دیا چنانچہ اس دن سے ان مرحوم کا نام بھی فہرست مذکور میں اضافہ کر دیا گیا۔

ناظرین کرام یہ واقعہ میں نے اعلیٰ حضرت کی حیات میں خود حاجی صاحب سے سنا تھا اور اس فہرست کی تصدیق اتفاقیہ خود حضور کی زبانی یوں ہو گئی کہ ایک روز میں بہت پریشان تھا۔ دعا کا طالب ہوا، حضور نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی مجھے اور برادر قناعت علی سے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں کا نام بھی میں نے دعا کی فہرست میں شامل کر لیا ہے جو رفتہ رفتہ بہت طویل ہو گئی ہے۔ یہ تمام نام مجھے حفظ ہیں روزانہ نام بنام سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔

دل بسمل کی چاک گریبانی

انہی کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید نصرت یار خان صاحب ساکن محلہ بانس منڈی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں میرا ارادہ حرمین طیبین کی حاضری کا ہے۔ حضور نے دعا فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرمایا اور فرط شوق سے سینہ مبارکہ سے لگایا۔ یہ دن جمعہ کا تھا چنانچہ اسی شب شب شنبہ میں نماز عشاء ہو چکی تھی، حضور پر

نور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ برادرم نصرت اللہ خان صاحب سفری لباس زیب تن کیے ہوئے، گلے میں حمائل شریف ڈالے ہوئے آئے۔ حضور اس وقت رو بقبلہ تشریف رکھتے تھے، انہوں نے بڑھ کر کان میں چپکے سے کچھ کہا حضور نے اس کی طرف کچھ التفات نہ فرمایا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پھر کچھ عرض کیا حضور نے فرمایا بسم اللہ کیجیے۔ یہ خاموش بیٹھ گئے اور پھر کچھ کہا حضور نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا یہ وسوسات ہیں، کیوں دیر کر رہے ہو، پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور پھر کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضور نے فرمایا نصرت یار خان تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں تجھے حکم دیتا ہوں، انہوں نے عرض کیا میں خوب جانتا ہوں آپ میرے شیخ ہیں مگر میں تو نہیں جاؤں گا، میرے لیے تو یہی مکہ ہے! یہی مدینہ ہے! یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے اور فرمایا گیارہ بجا چاہتے ہیں۔ گاڑی کا وقت قریب آ گیا جلدی اسٹیشن جاؤ، گاڑی اب بھی مل جائے گی مگر وہ تو یہی کہتے رہے میں تو نہیں جاؤں گا، میرے لیے آپ ہی مکہ ہیں آپ ہی مدینہ ہیں، ہم سب لوگ یہی سمجھا رہے تھے مگر وہ کسی کی کب سنتے تھے، تو حضور نے فرمایا دماغ خراب ہو گیا ہے اس کے سر پر پانی ڈالو اور تشریف لے جانے لگے، انہوں نے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پائے مبارک کی تھمبی بھر لی اور کہنے لگی، آپ جاتے کہاں ہیں میں نہیں جانے دوں گا ایک بار سینہ سے لگا کر وہی جلوہ دکھادو میں پاگل نہیں ہوں، حاضرین نے بدشواری انہیں جدا کیا۔ حاجی کفایت اللہ نے حضور کی نعلین مبارک دروازۂ مسجد میں رکھیں نصرت یار خان صاحب نے ہم لوگوں سے اپنے کو الگ کر کے حضور کا جوتا اپنے قبضے میں کر لیا۔ حضور نے فرمایا دوسرا جوڑا گھر میں سے لے آؤ۔ مختصر یہ کہ حضور تو کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے خدام نے پھاٹک بند کر لیا اب مسجد میں حضور کے خلف اکبر اور دیگر خاندانی حضرات اور خدام پکڑ رہے ہیں اور ان پر پانی ڈالا جا رہا ہے، مگر وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے تھے۔ اسی کشمکش میں خدام تو خدام، حضرت شاہزادۂ اکبر کا بھی کرتہ سلامت نہ رہا چونکہ پھاٹک بند ہو گیا تھا لہٰذا سڑک پر پھاٹک کے سامنے دیر تک پڑے رہے شب کے ایک بجے وہ مستورات جو ہمراہ جانے والی تھیں

مع چند رفقا اسٹیشن سے بعد انتظار مع سامان حاضر آستانہ ہوئیں۔ سب کے ٹکٹ خرید لیے تھے وہ واپس کرائے گئے اور نصرت یار خان صاحب کو بدشواری مکان لے گئے اور دست وپا میں ہتھکڑی اور بیڑی ڈال کر کے انہیں بے قابو کر دیا گیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے، دن رات اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے نام کا وظیفہ تھا، ادھر جس شب کا واقعہ ہے اس کی صبح کو حضور پرنور کا چہرہ بہت اداس پایا گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر الحاح وزاری میں گزاری ہے نصرت یار خان ایک عرصہ تک پابزنجیر رہے۔ یہ معمول ہوگیا کہ ہر جمعہ کو ان کے عزیز ہتھکڑی ڈالے ہوئے انہیں لایا کرتے تھے اور تھوڑی دیر اعلیٰ حضرت کی زیارت کرا کر واپس لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ وقت حاضری خان صاحب موصوف ملتجیانہ نگاہوں سے حضور کی طرف دیکھتے اور پھر خاموش ہو جاتے اور نیچی نظر کیے بیٹھے رہتے تھے۔ بعض اعزہ کے مشورہ سے بدایون مزارات پر حاضری ہوئی وہاں دوران قیام میں ایک شب موقع پا کر شہر کا رخ کیا اور ایک لوہار سے خوشامد کی کہ میری ہتھکڑی اور بیڑی کاٹ دے، میں پاگل نہیں ہوں نہ مجھ پر کوئی آسیب ہے یہ میرے گھر والوں کی غلط فہمی ہے اس نے کچھ تامل کیا تو اسے کچھ رقم بھی دی بالآخر اس نے انہیں آزاد کر دیا۔ یہ سیدھے اپنے مکان آ گئے۔ لوگوں کو اطمینان ہو گیا، اب صرف یہ صورت تھی کہ یہ خاموش رہتے تھے۔ غرض دو تین سال یونہی گزر گئے اس کے بعد ایک روز سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوئے اور اپنا ارادہ حاضری حرمین طیبین کا ظاہر کیا خان صاحب بھی نیچی نظر کیے ہوئے سامنے آئے دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھائے حضور نے ان سے بھی مصافحہ کیا اور دعائے صحت وسلامتی بخیر ذیاب وایاب کی فرمائی اس کے بعد دونوں حضرات رخصت ہوئے اس وقت ہم خدام آستانہ نے مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف ''بہار شریعت'' سے دریافت کیا کہ حاجی نصرت یار خان صاحب کی حالت پہلے کیوں خراب ہو گئی تھی اس میں کوئی راز ضرور ہوگا مولانا نے ارشاد فرمایا اس وقت حضور نے ایک خاص جذبے کی حالت میں ان سے معانقہ فرمایا تھا جس کے باعث ان کا ظرف چھلک گیا اور وہ

برداشت نہ کر سکے، اس وقت فقیر کو حضور کی غزل کا مطلع یاد آگیا

گلے سے باہر آ سکتا نہیں شور وفغاں دل کا　　الٰہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا

ناظرین کرام! آپ خود فرمائیں کہ جو قلب ایسی سمائی رکھتا ہو اس میں جذبہ پیدا ہو تو بیچارے نصرت یار خان صاحب پر کیا منحصر؟ کون ہے جو برداشت کر سکے۔ بہر کیف جب ان حضرت کی سفر حرمین طیبین سے واپسی ہوئی اس وقت حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ نماز فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے۔ اتنے میں حاجیوں کا جلوس آگیا۔ پہلے حاجی سید محمود علی صاحب بارادۂ دست بوسی حضور کی طرف بڑھے حضور نے حسب عادت کریمہ دریافت فرمایا سرکار میں حاضری ہوئی، سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا حضور قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد حضور حاجی نصرت یار خان صاحب کی طرف جن پر نظر پہلے سے بار بار پڑ رہی تھی خود سبقت فرمائی، حاجی نصرت یار خان صاحب قدموں پر آنکھیں ملنے لگے حضور نے دونوں بازو پکڑ کر اٹھا لیا اور سینۂ مبارکہ سے دیر تک لگائے رہے۔ اس وقت ہم خدام نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ فرط مسرت سے دمک رہا تھا اور چشمان مبارک پر آب تھیں، اور یہ احساس یوں ہوا کہ جب سے حاجی نصرت یار خان صاحب کی حالت خراب ہوئی تھی اس دن سے ہم خدام نے برابر حضور کو اداس اور ملول پایا۔ الغرض یہ جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا اور حضور پر نور کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

فوجداری مقدمہ سے برأت

انہی کا بیان ہے کہ کرم الٰہی ایڈیٹر اخبار "یونین گزٹ" (بریلی) کی ایک شیر خوار لڑکی کو ایک نوعمر لڑکا گود میں لیے ہوئے تھا کہ بہاری پور کی ڈھال والی مسجد کی گلی سے دفعتاً ایک کچہری کے مختار کے یکہ کے سامنے جو بزریہ کی طرف سے آرہا تھا آگیا۔ لڑکا تو کسی طرح بچ گیا مگر لڑکی کے سر میں شدید چوٹ آئی۔ یکہ والا یہ دیکھ کر کہ لڑکی ٹکرا کر سڑک پر گر گئی، خوف زدہ ہو کر تیزی سے گھوڑے کو بھگاتا ہوا کتب خانہ کی طرف مڑا، جس سے ایک خاکروب کے پیر میں چوٹ آئی۔ ایڈیٹر اخبار مذکور نے تعاقب کیا اور کچھ دور جا کر یکہ

والے کو روک لیا۔ اس وقت برادر قناعت علی خط بنوانے حجام کے مکان پر جو عین موڑ پر تھا پہنچے تو انہوں نے دیکھا لڑکا اس لڑکی کو اٹھا رہا تھا، اسی وقت پولیس آ گئی۔ لڑکی کو فوراً شفاخانہ لے گئی۔ جو تھوڑی دیر میں مر گئی۔ بعض اہل محلہ نے گواہی میں برادرم قناعت علی کا نام بھی ان کی عدم موجودگی میں لکھا دیا۔ جنہیں کچہری میں شہادت دینے کا اپنی عمر میں کبھی بھی موقع نہیں آیا تھا یہ پہلا موقع تھا۔ اب یہ سخت پریشان یوں اور بھی ہوئے کہ یہ فوجداری کا مقدمہ ہے اگر حلف دروغی میں لے لیا تو مجھے سزا ہو جائے گی۔ چونکہ سمن تعمیل ہو چکا تھا اس لیے تاریخ معینہ پر کچہری جانا پڑا۔ پولیس نے حسب منشا خدا جانے کیا کیا گواہوں کو تعلیم دیا مگر انہوں نے مجوز (افسر مجاز) کے روبرو جو کچھ دیکھا تھا وہی بیان کیا اور اسی وقت جرح بھی ہو گئی۔ بیان میں انہوں نے کہا تھا میں خط بنوانے گیا تھا مختار جس کا یکہ تھا لکھوانے لگا ''حجامت'' بنوانے گیا تھا۔

انہوں نے فوراً روکا کہ میرے الفاظ قلم بند کیے جائیں مجوز نے فوراً قلم روک لیا اور مختار سے پوچھنے لگا کہ خط بنوانے اور حجامت بنوانے، میں کیا فرق ہے وہ کسی قدر خاموش ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بیان کروں۔ اس نے اجازت دی انہوں نے کہا چہرے کے بال درست کرانا خط بنوانا کہلاتا ہے اور سر کے بال اور بغل وغیرہ کا بنوانا حجامت کہلاتا ہے مجوز نے ان کے الفاظ لکھ لیے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ قناعت علی گواہ راست گو معلوم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں طرف کے گواہ سن لیے گئے یکہ والے کو تین ماہ کی سزا ہو گئی بعد کو معلوم ہوا کہ دوبارہ جرح ہو گی اب برادرم قناعت علی کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی اور یوں اور بھی وحشت ہوئی کہ نواب وزیر احمد خان صاحب کو ساتھ لے کر اکثر وکلا سے جا کر ملے۔ ہر ایک سے پتا چلا کہ ہم سب قانون پیشہ لوگوں کی کمیٹی ہو چکی ہے اور اس میں اس مختار کو بہت شرمندہ کیا گیا کہ ایک معمولی لڑکے نے بر سر اجلاس تیری زبان بند کر دی اور اس میں ہم سب کی ذلت ہے لہٰذا بالاتفاق طے پایا کہ وہ دوبارہ جرح کی جائے اور قناعت علی گواہ کو جس طرح ہو سزا دلوائی جائے، بالآخر نواب وزیر احمد خان صاحب نے

آبدیدہ ہو کر قناعت علی سے فرمایا کہ دنیوی کوشش تو ختم ہو چکی اب میری رائے ہے کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیجیے۔ چنانچہ قناعت علی حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا حضور نے ان کا نام اور ان کے والد کا نام نامی اور جد امجد کا اسم گرامی سید صادق علی صاحب سن کر ارشاد فرمایا ہاں ان سے میں واقف ہوں آپ ان کے پوتے ہیں اور اپنے پاس بٹھا لیا اور تسلی و تشفی فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ دوبارہ جرح نہ ہوگی اب تاریخ مقررہ پر وہ کچہری پہنچے۔ اتفاق سے اس یکہ والے کی نظر قناعت علی پر پڑتی ہے وہ قریب آکر ان سے التجا کرتا ہے کہ میاں ایسی کہہ دینا کہ میں بچ جاؤں انہوں نے تیور بدل کر کہا آج تو ایسی کہوں گا کہ چھ مہینہ سے کم کی سزا نہ ہوگی۔ ان الفاظ کا اس پر اثر ہوا کہ اس نے نہ کسی سے کہا نہ سنا خاموشی کے ساتھ جیسے ہی چپڑاسی نے مقدمہ پکارا اس نے سوال دے دیا کہ میں دوبارہ جرح کرانا نہیں چاہتا، غرض تین ماہ کی سزا بھگتنے کے لیے سارے وقت جیل خانہ چلا گیا اور قناعت علی خوش خوش مکان آگئے اور حضور پرنور کی خدمت میں عصر کے وقت حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور دوبارہ جرح نہ ہوئی۔ حضور نے فرمایا الحمد للہ! پھر فرمایا صاحب اب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، اگر ہو تو فرمائیے، انہوں نے عرض کیا حضور کی دعا سے کوئی پریشانی نہیں یہ کہہ کر مکان چلے آئے۔

ہدایت کا انوکھا واقعہ

انہی کا بیان ہے کہ مدرسہ ''منظر اسلام بریلی'' کا سالانہ جلسہ مسجد بی بی بہار پور میں منعقد ہوا جس میں منجملہ دیگر مشاہیر علمائے احناف کے مولوی محمد شفیع صاحب وارثی ساکن اٹاوہ نے بھی شرکت کی تھی ان دنوں اہالی بریلی ان کی تقریر کے بہت شائق تھے جب ان کی تقریر ختم ہوگئی تو وہ مسجد کے اندرونی درجے میں آرام کرنے کے لیے آکر لیٹ گئے، کچھ لوگ آکر پاس بیٹھ گئے، ان میں برادرم قناعت علی بھی تھے۔ موصوف اپنے واقعات بیان کرنے لگے کہ فلاں جگہ مسلمانوں نے میرا یوں استقبال کیا فلاں جگہ یوں احترام کیا، فلاں جگہ ایسی خاطر مدارات کی اس وقت قناعت علی کے دل میں خیال آیا کہ ان

سے بیعت ہو جاؤں کہ معاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے زور سے پیٹھ میں گھونسا مارا، انہوں نے
فوراً منہ پھیر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا اب جو وارثی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ یہ کہہ رہے
تھے کہ ایک ریاست میں راجہ کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا وہاں رات بھر راجہ کی رانیاں
اور جوان لڑکیاں میرا جسم، ہاتھ، پیر دابتی رہیں۔ یہ الفاظ سنتے ہی قناعت علی کو تنفر پیدا ہوا
اور وہ مرید ہونے سے باز رہے، سید صاحب کو یقین ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی ہدایت تھی۔

تیرا شیخ یہ ہے

انہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ کی شب میں قناعت علی سوئے
ہوئے تھے خواب میں حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ دست
راست کا انگوٹھا اور درمیانی انگلی میری پیشانی پر رکھ کر حرکت دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں
اٹھ نماز پڑھ، پانچ بجے ہیں، معاً آنکھ کھلتی ہے، گھڑی کو دیکھتے ہیں تو ٹھیک پانچ بجے کا وقت
ہے۔ اٹھے اور وضو کیا فجر کی نماز ادا کی دوسری شب میں بعینہٖ یہی واقعہ پیش آیا یہ پھر اٹھے
اور نماز فجر ادا کی مگر آج قلب کی حالت دگرگوں ہے نہ کھانے کو طبیعت چاہتی ہے نہ کسی سے
بات کرنے کو، تنہائی مرغوب ہے اور دل چاہتا ہے کہ خوب روؤں اب تیسری شب آئی اور
پھر حضور خواب میں تشریف لاتے ہیں اور وہی کلمات زبان فیض ترجمان پر ہے، اٹھ نماز
پڑھ پانچ بجے ہیں یہ بیدار ہوتے ہیں اور گھڑی دیکھتے ہیں تو واقعی پانچ بجے ہیں، یہ دن
بڑی اضطراب اور بے چینی میں اور چھپ چھپ کر روتے گزرا۔ بعد ظہر برادرم قناعت علی
سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی رضوی کے یہاں جاتے ہیں جو اس زمانے میں قریب ہی ایک
مکان میں رہتے تھے۔ ان کی نظر جب ان پر پڑی تو انہیں اداس اور ملول دیکھ کر ان کا حال
پوچھنے لگے انہوں نے پہلے تو اس کو صیغہ راز میں رکھنا چاہا مگر جب سید صاحب موصوف مصر
ہوئے تو انہوں نے سارا واقعہ ظاہر کر دیا۔ سید صاحب نے ان کا دل بہلانے کے لیے فرمایا
چلو بازار چلیں۔ غرض دونوں بازار میں اس گلی کے محاذ پر جس وقت پہنچے جو محلہ سوداگران کو
سیدھی آتی ہے تو سید صاحب نے یہ فرمایا کہ عصر کی نماز اعلیٰ حضرت کی مسجد میں پڑھیں

گے۔ انہیں لے کر پہنچ گئے جماعت ہو چکی تھی حضور وظیفہ پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ آس پاس مودّب حاضر تھے ان دونوں نے اندر مسجد کے نماز عصر ادا کی اس عرصے میں حضور بھی وظیفے سے فارغ ہو گئے۔ حاضرین نے مصافحہ شروع کیا جس وقت حضور دروازۂ مسجد کے قریب پہنچے تو برادرم قناعت علی نے بھی مصافحہ کیا حضور نے اس وقت ان کے ہاتھوں کو اس زور سے دبایا کہ ادب مانع نہیں ہوتا تو ان کی چیخ نکل جاتی۔ یہاں تک کہ اس گرفت سے ان کا دل بگڑنے لگا دماغ میں چکر سا آ گیا اور آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اسی تاریکی میں یہ دیکھتے ہیں کہ نہایت روشن حروف میں یہ الفاظ پیش نظر ہیں ''تیرا شیخ یہ ہے'' جس آن انہوں نے یہ جملہ پڑھا حضور نے بلا تاخیر ان کا انگوٹھا چھوڑ دیا اب یہ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھے نواب وزیر احمد خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زار زار رونے لگے یہاں تک کہ ان کی سسکی بندھ گئی۔ نواب صاحب ممدوح سے ان کے والد صاحب کے دیرینہ تعلقات تھے اسی لیے ان سے بہت محبت و اخلاص سے پیش آتے تھے اسی لیے ان کی یہ حالت دیکھ کر وہ بھی رونے لگے اور بہت کچھ تسلی و تشفی فرمائی اور سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آج عصر کے وقت بروقت مصافحہ یہ صورت ظہور میں آئی اس لیے آپ مجھے مرید کرا دیجیے۔ یہ سنتے ہی نواب صاحب کے اشکوں کا تار بندھ گیا اور فرمایا کہ سید صاحب آپ کا قلب سخت واقع ہوا ہے، انہوں نے دریافت کیا تو بڑے اصرار کے بعد اس قدر ظاہر فرمایا کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ کی توجہ آپ کی طرف اس وقت سے تھی جب آپ تعویذ لینے گئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے نماز مغرب نواب صاحب کے یہاں پڑھی، بعد نماز نواب صاحب فرمانے لگے تو پھر کار خیر میں تعویق کیوں کی جائے ابھی چلیے قناعت علی نے کہا کچھ شیرینی ساتھ لے لی جائے۔ نواب صاحب نے فرمایا اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ مگر جب مجھ سے مشورہ لیتے ہیں تو ایک روپیہ کی شیرینی منگوا لیں اور دو روپیہ نذر کر دیئے جائیں۔ اتنے میں ملازم کھانا لے آیا نواب صاحب نے اپنے ساتھ انہیں بھی شریک طعام کر لیا اور ملازم سے فرمایا ایک روپیہ کی جلیبی لے آؤ وہ بازار گیا ادھر یہ کھانے

سے فارغ ہوئے ادھر ملازم شیرینی لے آگیا غرض دونوں حاضر آستانہ ہوئے۔ اس وقت حضور پھاٹک میں تشریف فرما تھے اور مولانا امجد علی صاحب کو مسائل کے جوابات لکھوا رہے تھے۔ یہ دونوں مصافحہ کر کے خاموش بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے نواب صاحب کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور سید قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا آپ نے کیسے تکلیف فرمائی نواب صاحب نے پورا قصہ عرض کیا حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا، اچھا آپ مسجد میں پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر آیئے، وہ اٹھے جب پھاٹک کے قریب پہنچے تو حضور نے ان سے فرمایا نفل پڑھنے کے بعد جب آپ واپس آئیں تو راستے میں کسی سے کلام نہ کریں، یہ مسجد سے نفل پڑھ کر جب لوٹے تو ایک بوڑھا آدمی ٹوٹی جوتیاں پہنے دروازۂ مسجد سے نکلتے ہی ساتھ ہولیا، اور بار بار پوچھنے لگا اے میاں بڑے مولوی صاحب کا مکان کون سا ہے یہ حسب ہدایت مطلقاً خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ پھاٹک پر آکر یہ اندر آگئے اور وہ سیدھا نکلا چلا گیا۔ حضور نے مسہری پر دوزانو ہوکر ان سے فرمایا تشریف لایئے نواب صاحب نے کہا مسہری پر بسم اللہ کہہ کر سیدھا قدم رکھیے اور دوزانو بیٹھ جایئے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی اب حضور نے فرمایا قریب آجایئے یہ ڈرتے ڈرتے کچھ آگے بڑھے، حضور نے پھر فرمایا اور قریب آیئے، یہ اور بڑھے، حضور نے تیسری بار پھر یہی فرمایا یہاں تک کہ ان کے زانو حضور کے زانو مبارک سے سختی کے ساتھ مل گئے۔ اس وقت ان کا تمام جسم اس قدر تھرتھرا رہا تھا کہ مسہری حرکت کر رہی تھی نیز ان کا قلب نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضور نے فرمایا آپ اس قدر کانپ کیوں رہے ہیں؟ گھبرایئے نہیں اور خود ان کا دست راست بدست راست اور دست چپ بدست چپ لے کر کلمات بیعت تلقین فرمائے اور کچھ شیرینی اٹھا کر انہیں دی کہ یہ سرکاری حصہ ہے اسے آپ خود ہی کھایئے اور باقی تقسیم کر دیں۔ انہوں نے حسب ارشاد تعمیل کی اور تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کے ہمراہ واپس مکان ہوئے۔

سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں اور فقیر بھی تائید کرتا ہے کہ ۱۳۳۳ھ سے

۱۳۴۰ھ تک ہمارے سامنے صدہا حضرات داخل سلسلہ ہوئے مگر یہ اہتمام بیعت نماز نفل وغیرہ کا حضرت نے کسی کے لیے نہ فرمایا۔ غالباً انہیں خصوصیات کے یہ برکات ہیں کہ سید قناعت علی صاحب نے نہ صرف حضور کی حیات ظاہری تک بلکہ تا ایں دم حضور پرنور رسید المصنفین اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تصانیف کی اشاعت میں اپنی زندگی وقف فرمادی اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے۔

شہر آرہ میں خالی لوٹا پانی سے بھر گیا

انہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب آروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ کے محبوب خلفا و تلامذہ میں ہے۔ شہر آرہ صوبہ بہار میں مدرسہ ''فیض الغربا'' آپ ہی کی یادگار ہے اس مدرسے کے سالانہ جلسۂ دستار فضیلت میں حضور تشریف لے جاتے ہیں قیام ایک وسیع پرفضا عمارت میں ہے جس کے صحن میں ایک باغیچہ بھی ہے وہاں عرصہ سے نلوں کا پانی کا رواج تھا جو شب کے ۱۲ ربجے بند ہو جاتا ہے اور صبح ۴ بجے نل کھلتے تھے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ پانی سے تمام ظروف خالی اور نل جو قیام گاہ سے تقریباً ایک فرلانگ پر تھا بند ہو چکا تھا، حضور کے ہمراہیان و خدام جناب حاجی دلاور حسین خانصاحب قادری رضوی اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے جب حضور آرام فرمانے لگے تو ۲ ربجے کے قریب کھانا تناول کیا اور آپس میں یہ طے کیا کہ شب کو جاگتے رہیں گے اور ۴ ربجے ہی نل سے پانی لے آئیں گے۔ غرض ۳ بجے تک وہ بیدار رہے، اس کے بعد دونوں حضرات غافل ہو گئے اب ایسے وقت آنکھ کھلتی ہے کہ وقت فجر ہوتی ہے مگر جس وقت یہ اٹھنا چاہتے تھے اس سے کہیں تجاوز ہو چکا تھا۔ الحاصل یہ قرار پایا کہ پہلے حقہ بھر لیا جائے اگر تازہ نہ ہو جب تک حضور حقہ نوش فرمائیں گے پانی جاکر لے آئیں گے چنانچہ حاجی دلاور حسین خان صاحب نے کچے کوئلے ہاتھوں سے توڑ کر جلدی سے چلم تیار کی ہی تھی کہ حضور تشریف لے آئے اور حاجی صاحب کے دونوں ہاتھ کالے دیکھ کر فرمایا کہ حاجی صاحب ہاتھ تو دھو لیجیے چونکہ ان کے علم میں تھا کہ پانی کا ایک قطرہ موجود نہیں ہے لہٰذا عرض

کرنے لگے حضور مسجد میں جا کر دھولوں گا اس پر خود حضور نے لوٹا اٹھا کر جو قریب ہی تھا حاجی صاحب کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل خالی تھا جو دست اقدس میں آتے ہی پانی سے لبریز ہو گیا۔ یہ واقعہ حاجی کفایت اللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔

خواب میں مسئلہ لاینحل کا حل

انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''میر زاہد'' کا مطالعہ فرما رہے تھے اور طلبہ کو منجملہ اور اسباق کے اس کا بھی درس دینا تھا۔ دوران مطالعہ میں ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوئی بہت غور فرمایا مگر وہ مقام حل نہ ہوا شب کا زیادہ حصہ اس میں گزر گیا بالآخر کتاب بند کر دی اور صبح کو جب طلبہ نے پڑھنا چاہا، فرمایا آج اسے رہنے دو کل دیکھا جائے گا۔ دوسری شب بھر دیر تک اس موقع کو غور کیا مگر سمجھ میں نہ آیا اور صبح کو پھر طلبہ کو ٹال دیا۔ تیسری شب انتہائی سعی فرمائی مگر کامیابی نہیں ہوئی اور کتاب بند کر کے بارادۂ استراحت لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی، دیر تک کروٹیں بدلتے رہے بالآخر آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ ایک اجتماع کثیر میں اسی مسئلہ لاینحل کو حل فرما رہے ہیں۔ معاً ان کی آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت تھا وضو فرمایا اور نماز پڑھی اور خوش خوش مدرسہ پہنچ کر طلبہ کو درس دیا اور جس وقت سے بیدار ہوئے تھے قلب بار بار متقاضی تھا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر قدمبوسی کروں چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سبب حاضری عرض کیا حضور نے تبسم فرماتے ہوئے اس حل کی تائید فرمائی۔

سر پر ہاتھ پھیرتے ہی دنیا بدل دی

انہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی عرف عزو میاں (فرزند اکبر جناب حاجی واجد علی خان صاحب مرحوم ہمشیرہ، زادۂ اعلیٰ حضرت) کی طالب علمی کا زمانہ تھا ابتدائی زمانہ نہایت بدشوقی، بے توجہی، بے پروائی میں گزرا ممدوح خود کہتے تھے کہ مدرسے کے اوقات

میں مولوی صاحب طلبہ کو درس دے رہے ہیں مگر میرے کان بالکل ان کی تقریر سے ناآشنا رہتے تھے، میں نہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتا نہ بعد کو کوئی سبق یاد کرتا فقط مدرسہ کے وقت کتاب ہاتھ میں لے لیتا اور پھر کوئی غرض مطلب نہیں اور اسی وجہ سے ڈر کے مارے اعلیحضرت کے سامنے نہ آتا۔ نمازوں سے پہلے مسجد سے نکل آتا۔ ایک روز نماز عشاء کے لیے یہ خیال کر کے جاتا ہوں کہ پہلے ہی پڑھ کر چلا آؤں گا بیرونی درجے کے شمالی فصیل کے در میں بیٹھا ہی تھا کہ دفعتہ حضور اندرونی درجہ سے نکل کر میرے قریب آکر کھڑے ہو گئے اب قدم نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ غرض حضور دریافت فرماتے ہیں کیا پڑھتے ہو عرض کرنا پڑا ہدایۂ اخیرین، عقائد نسفی حضور کو یہ سن کر بہت مسرت ہوتی ہے اور ماشاء اللہ فرماتے ہوئے دست شفقت میرے سر پر پھیرتے ہیں جس سے بالکل کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور مجھے کتب بینی کا شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ ذہن بھی ایسا رسا ہو گیا کہ اپنے ہم سبقوں میں ممتاز ہو گیا بلکہ جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کی صبح ہی کو جس وقت درجے میں جا کر بیٹھتا ہوں اور سبق شروع ہوتا ہے تو میرے استاد حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب دامت فیوضہ مجھ میں فرق محسوس فرماتے ہیں۔ ان کی حیرت واستعجاب پر میں سارا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جس وقت سے حضور پرنور اعلیٰ حضرت نے میرے سر پر ہاتھ رکھا ہے میں خود اپنے میں یہ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں فی الحقیقت یہ اسی دست حق پرست کے برکات ہیں کہ آج مولوی صاحب موصوف "مدرسۂ منظر اسلام" میں درجۂ دوم اور اول کے طلبہ کو درس دے رہے ہیں۔ مولانا کا معمول ہے کہ روزانہ کتاب کا مطالعہ مواجہہ اقدس میں کیا کرتے ہیں اور اگر کوئی الجھن واقع ہوتی ہے تو حضور کی نظر کرم سے فوراً حل ہو جاتی ہے۔

امام رضا سے مرید ہونے کے لئے حضور علیہ السلام کا اشارۂ غیبی

انہی کا بیان ہے کہ نواب وحید احمد خان صاحب قادری رضوی فرماتے تھے کہ ایک عرصے سے مجھے شیخ کی جستجو و تلاش تھی مگر کوئی نظر میں نہیں جچتا تھا کہ ایک شب نبی کریم

رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں حضور ایک مقام پر نہایت سفید لباس میں جلوہ افروز ہیں عمامہ مبارکہ کی بندش اور پیچ بالکل سیدھی جانب کو ویسی ہی ہے جیسے اعلیحضرت قبلہ کے ہوتے تھے۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے درمیان کچھ سلاخیں حائل ہیں، میرا قلب متفسرانہ شیخ کا متجسس ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان تیرے شیخ ہیں یہ خواب دیکھ کر میں حاضر آستانہ ہو کر مرید ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک مولانا احمد رضا خان نماز پڑھائیں

انہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں پر ایک مقدمہ بایمائے پولیس متعلقہ زمینداری اسامیوں نے فوجداری میں دائر کر دیا جس کا فیصلہ ان کے خلاف ہونے پر اپیل ہائیکورٹ الہ آباد کی گئی اور اس کی پیروی میں منجملہ بعض اعزہ کے حضور پر نور اعلیٰ حضرت کے بڑے شاہزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ حامد رضا خان صاحب بھی تشریف لے گئے۔ مولوی عظیم الدین صاحب انسپکٹر مدارس کے یہاں مقیم ہوئے۔ دوران قیام میں ایک روز نواب وحید احمد خان صاحب وکیل بریلوی، دعوت طعام حضرت ممدوح کی کرتے ہیں چنانچہ قبل تشریف آوری حضرت ممدوح نواب صاحب کے یہاں پندرہ سولہ اشخاص اور موجود تھے ان میں ایک مسٹر عبدالمجید صاحب بیرسٹر کانگریسی بھی تھے جن کا بیان ہے کہ میں پہلے مولانا احمد رضا خان صاحب کا مخالف تھا مگر جب سے شامی صاحب کی زبانی ایک خواب سنا مخالف نہ رہا۔ قبل اس کے کہ میں وہ خواب بیان کروں اولاً "شامی کا قدرے تعارف ضروری خیال کرتا ہوں۔

یہ بزرگ دہلی میں تھے اور حکیم اجمل خان صاحب سے ان کے مراسم تھے ایک روز کسی راجہ کی لڑکی بغرض علاج جناب حکیم صاحب موصوف کے پاس آئی جناب شامی صاحب اس مریضہ کو دیکھ کر فرماتے ہیں حکیم صاحب آپ اس کو اپنے علاج میں نہ لیجیے یہ فقط کل تک کی مہمان ہے۔" حکیم صاحب کہتے ہیں یہ تو دو سال تک بھی نہ مرے گی اور علاج شروع کر دیا۔ مگر شامی صاحب کا قول صادق ہوا دوسرے روز وہ لڑکی ختم ہو گئی۔ انہی

شامی صاحب نے اس زمانے میں جبکہ علاقہ راجپوتانہ میں شدھی کا زور ہو رہا تھا مسٹر محمد علی جوہر مرحوم جو خلافت تحریک کے روح رواں تھے کے متعلق فرمایا کہ میں محمد علی جوہر کو بیت المقدس میں دیکھتا ہوں ان کے اس ارشاد کا ظہور چار سال کے بعد ہوا کہ مسٹر محمد علی جوہر کا انتقال لندن میں ہوا اور بیت المقدس میں دفن ہوئے، الحاصل شامی صاحب اپنا یہ خواب بیان فرماتے تھے کہ میں ایک بڑی مسجد میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں، نماز کا وقت ہے، جماعت قائم ہوتی ہے، اس وقت حضور ارشاد فرماتے ہیں ''مولانا احمد رضا خان نماز پڑھائیں۔''

اعلیٰ حضرت کی تعویذ کا اثر

انہیں کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں کی اوائل عمری میں ایک شب عشا کی نماز کے وقت دروازہ سے کسی نے ان کی نسبت پوچھا ''وہ بچہ اچھا ہے'' مکان میں سے کسی نے جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا، دوسری شب پھر آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے'' یونہی تیسری شب آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے'' اب فکر لاحق ہوئی اور لوگ وقت مقرر پر چھپ کر جا بجا کھڑے ہو گئے مگر سب نے آواز بدستور سنی اور آواز دینے والا نظر نہ آیا، بالآخر چار پانچ روز گزر جانے کے بعد عزو میاں کی دادی صاحبہ نے جو حضور پر نور اعلیٰ حضرت کی بڑی ہمشیرہ تھیں، ارشاد فرمایا کہ امن میاں کو بلا لاؤ چنانچہ وقت مقررہ سے پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ حسب طلب وہاں پہنچے اور بہن کی کرسی کی برابر والی کرسی پر صحن میں بیٹھ گئے، اب دونوں بھائی بہن باتیں کر رہے ہیں اور آواز کے منتظر ہیں، جب وقت گزرے ہوئے کچھ دیر ہوئی تو حضور نے فرمایا ''بنو میاں کو ایک شبہہ ہوا ہو گا کہاں آواز آئی'' انہوں نے فرمایا نہیں امن میاں ایسا نہیں سب لوگ برابر سن رہے ہیں فرمایا خیر میں بیٹھا ہوں اور باتیں کرنے لگے غرض نصف گھنٹہ سے زائد قیام فرمایا مگر آواز نہ آنا تھی نہ آئی، آخر کار کاشانہ اقدس تشریف لے گئے ابھی قریب پھاٹک کے تھے کہ آپ کے آتے ہی آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے'' حضور واپس تشریف لے گئے اور بہن سے مسکرا کر فرمایا اب تو آواز آ ہی گئی، یہ کہہ کر مکان تشریف

لے گئے اور صبح فجر پڑھ کر ایک تعویذ لکھ کر عزومیاں کے گلے میں ڈلوادیا اور فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ اب آواز نہ آئے گی چنانچہ اس روز سے آج تک وہ آواز نہیں سنی گئی۔

نظر بد سے حفاظت

انہی کا بیان ہے رمضان المبارک کا مہینہ ہے سحری کے وقت عزومیاں بیدار ہوتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ جس برتن میں دودھ رکھا تھا ایک بلی منہ ڈالے ہوئے پی رہی ہے، انہوں نے لکڑی اٹھا کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ فوراً مر گئی، حضرت مخدومہ محترمہ دادی صاحبہ یہ کیفیت دیکھ کر ان پر بہت ناراض ہوئیں اور زعفران خادمہ سے فرمایا کہ اس بلی کو باہر پھینک دے، وہ پیش مسجد افتادہ زمین پر بیری کے درخت کے نیچے ڈال دیتی ہے۔ اب نماز فجر کے وقت دادی صاحبہ ملاحظہ فرماتی ہیں کہ وہی بلی عزومیاں کی چارپائی کے پاس مردہ پڑی ہے اور اگلے دونوں پاؤں غائب ہیں۔ غرض فوراً اعلیٰ حضرت کو مسجد سے بلایا گیا حضور تشریف لائے اور فرمایا اس کی نظر بد تھی۔ اسی لیے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے گئے اور عزومیاں کو سوتا ہوا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس کے اٹھنے سے پہلے اس بلی کو فوراً چھپا دیا جائے چنانچہ بتعجیل اسی جگہ دفن کرا دیا اور حضور نے ایک تعویذ ارقام فرما کر عزومیاں کے گلے میں ڈالو دیا۔

اعلیٰحضرت کی قبر سے علمی رہنمائی

انہی کا بیان ہے کہ مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں نبیرہ اعلیٰ حضرت قبلہ مدرسہ اہلسنّت و جماعت ”منظر اسلام“ میں درس دیتے تھے ایک کتاب میں کسی جگہ عبارت ایسی تھی کہ حاشیہ سے بھی کچھ انکشاف نہ ہو سکا۔ یہ تنہائی میں مزار پر انوار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر حاضر ہوتے ہیں اور بآواز بلند اعلیٰ حضرت کو پکارتے اور کتاب کھول کر اس عبارت پر انگلی رکھ کر مواجہہ اقدس میں عرض کرتے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا، سمجھا دیجیے، بعدہٗ کتاب رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور باین

خیال کہ شاید اب حضور کے کرم سے دماغ کام دے، کتاب کھول کر اس عبارت پر غور کرتے ہیں مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا دوبارہ پھر عبارت پر انگلی رکھ کر ندا کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، اس کا مطلب مجھے سمجھا دیجیے ورنہ میرے خیالات وہابیت کی جانب مائل ہو جائیں گے اور عبارت پڑھتے ہیں اور غور کرتے ہیں مگر اس پر بھی کچھ انکشاف نہ ہوا تیسری بار پھر اسی طرح ندا کی اور عبارت پیش حضور کی اور عرض کیا اگر اس مرتبہ بھی سماعت نہ ہوئی تو میرے قلب میں وہابیہ کا یہ عقیدہ جا گزیں ہو جائے گا کہ مرنے کے بعد اولیاء کرام و معظمان دین سے مدد مانگنا بیکار ہے وہ کچھ مدد نہیں کر سکتے نہ وہ قبور میں زندہ ہیں۔ یہ عرض کرنے کے بعد عبارت پر غور کیا مگر مقصود حاصل نہ ہوا آخر کار وہاں سے چلے آئے اور کچھ حصہ دن کا اور پوری شب گزارنے کے بعد صبح کو حسب معمول درجہ میں جا کر بیٹھے اور دفع الوقتی کے لیے سر اور پیشانی کو ملنے لگے کہ اتنے میں درجہ اول کا ایک طالب علم آیا کچھ کتابیں بغل میں دبائے ہوئے میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کچھ باتیں کرنے لگا میں نے اسے غنیمت جانا اور بلا ضرورت ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ٹالتا رہا اور یونہی اس کی کتابوں میں ایک کتاب ہاتھ میں لے لی اور ورق گردانی کر کے کچھ پڑھنے لگا اور اور گفتگو بھی کرتا جا رہا ہوں کتاب سامنے کھلی ہوئی رکھ لیتا ہوں اور اس کی باتیں سنتا جاتا اور کچھ بھی کتاب کی یہی کہیں کہیں سے عبارت دیکھتا جاتا ہوں یہاں تک کہ اس کے مضمون سے دلچسپی ہونے لگی۔ اب جو آگے بڑھتا ہوں تو اسی عبارت کی تصریح متن میں موجود ہے دیکھتے ہی دماغ باغ باغ ہو گیا اس طالب علم نے کتاب سامنے سے اٹھا کر اپنے درجہ کی راہ لی اور ادھر اس کتاب کا سارا مطلب آئینہ کی طرح واضح ہو گیا جس کے لیے میں نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا، سبحٰن اللہ! کیسی بین کرامت ہے سچ فرمایا علمائے کرام نے کہ عالم کے قلوب اولیائے کرام کی مٹھی میں ہیں لہٰذا ہم تو یہی کہیں گے کہ درجہ اول کے اس طالب علم کے دل میں کس نے ڈالا کہ وہ مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب کے پاس آیا اعلیٰ حضرت نے کس کے یہ تصرفات تھے کہ منجملہ اور کتابوں کے وہی کتاب مولوی ابراہیم رضا

خان کے ہاتھ آئی۔ جس میں ان کا مقصود تھا اور اسی پر بس نہیں فرمایا گیا بلکہ انہیں کے ہاتھوں سے اس صفحہ کو بھی کھلوا دیا پھر کس نے نظر کو اس عبارت پر جما دیا اور ہمارے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ وعن مشائخہ الکرام۔

پیر کی مدد رسانی

انہی کا بیان ہے ہمارے پیر بھائیوں سے جناب منسوب احمد صاحب قادری رضوی شاہجہانپوری تہجد گزار ہستی ہیں۔ ایک روز ان کی اوائل عمر کے احباب میں سے دو شخص ملنے آتے ہیں اور اپنے ساتھ بازار میں اس طرف لے گئے جہاں ایک طوائف کا مکان ہے۔ دونوں طرف سے دونوں آدمیوں نے ان کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور کشاں کشاں طوائف کے دروازہ تک لے گئے کہ وہ دو تھے اور یہ اکیلے۔ انہوں نے اعلیحضرت حضور پرنور رضی اللہ عنہ سے رجوع کیا اور دل ہی دل میں امداد کے طالب ہوئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضور پرنور، نور اللہ مرقدہ بہت سفید پوشاک پہنے جلوہ فرما ہیں اور وہ بھی اس شان سے کہ دونوں ہاتھوں سے عصائے مبارک پر زور دیئے ہوئے ہیں اور تھوڑی عصائے مبارک پر قائم ہے موصوف کا بیان ہے کہ جس وقت میری نظر حضور پرنور پر پڑی، میرے جسم میں ایسی طاقت آگئی کہ باوجود نقیہ و کمزور ہونے کے ان دونوں کی گرفت سے اپنے کو چھوڑا لیا اور دوڑ کر اپنے مکان لوٹ آیا۔

اعلیٰ حضرت خواب میں تعویذ عطا فرماتے ہیں

انہی کا بیان ہے کہ شیخ مشتاق علی صاحب قادری رضوی ابن شیخ یاد علی صاحب ساکن بانس منڈی محلہ شہر بریلی، شب جمعہ میں حضور اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت ان کو ایک تعویذ عنایت فرمارہے ہیں کہ دفعتہ ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، دیکھتے ہیں کہ صبح صادق کا وقت ہے دل میں طے کرتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ سے عرض کروں گا چنانچہ

وقت مقررہ پر نماز سے فارغ ہو کر دفتر ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' میں کہ پھاٹک میں بالا خانہ پر تھا حاضر ہوئے اور حضرت ممدوح سے خواب بیان کیا۔ جسے سن کر ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا اتنے میں مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی ایک نقش قل ھو اللہ احد شریف کا جو حضور پر نور اعلیحضرت قدس سرہ العزیز کے قلم فیض رقم سے مرقوم تھا لے کر آئے اور عرض کیا حسب الحکم حضور والا فقیر حقیر کاشانۂ اقدس میں سرکاری کتب خانہ کی الماریوں میں کتابوں کو صاف کر کے لگا رہا تھا کہ ایک کتاب میں یہ نقش نکلا ہے حضرت حجۃ الاسلام نے فوراً وہ نقش لے کر شیخ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا فرمایا کہ لیجیے بھائی مشتاق علی صاحب اپنے خواب کی تعبیر۔''

وصال کے چھ ماہ بعد نقشہ اوقات نماز میں رہنمائی

انہیں کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ نصف گزر چکا ہے۔ خدام آستانہ (سید ایوب علی وقناعت علی) نقشہ سحری وافطار برائے رمضان المبارک بالکل مکمل کر چکے ہیں۔ دن کے نو یا دس بجے کا وقت ہے باد سموم دمبدم ترقی کر رہا ہے پھاٹک کے بالا خانہ میں غرب رویہ دروازہ سے مزار پر انوار اعلیٰ حضرت قبلہ سامنے نظر آرہا ہے جسے دیکھ دیکھ کر اس وقت قلوب بے چین و بے قرار ہیں، آنکھیں اس قامت زیبا کے تصور میں محو اور آنکھوں سے سیلاب اشک بے طرح امنڈ رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سنین ماضیہ میں جب کہ حضور بحالت تھے دستور تھا کہ بعد تکمیل نقشہ مذکور پیش کیا جاتا اور باآواز پورے ماہ مبارک کا سال گزشتہ کے اوقات سے رو برو بیٹھ کر موازنہ ہوا کرتا تھا کہ اگر کہیں کچھ خامی ہو اگرچہ سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کی فوراً ٹوک دیتے اور جانچ کرنے پر واقعی کسر کسرات نکلتے اور اسے دور کر دیا جاتا حالانکہ وقت پر اس کا اثر کیا پڑ سکتا تھا سیکنڈ کا ہزارواں حصہ ہوا ہی کتنا، تاہم اعلیحضرت احتیاط فرماتے تھے وصال شریف کو تقریباً چھ ماہ ہوئے تھے مزار مبارک خام تھا۔ دل ڈھونڈھ رہا تھا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ پہلا نقشہ ماہ مبارک کا تیار ہوا ہے لہٰذا اس دستور کو برقرار رکھنے کے لیے ہم دونوں نے مواجہہ اقدس میں حاضر ہو کر

دھوپ میں چٹائی بچھا کر کہ زمین تمازت آفتاب سے گرم ہو رہی تھی اسی طرح باآواز بلند تمام اوقات کا موازنہ شروع کر دیا اور یہ پہلے سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی جگہ غلطی ہوگی تو ان شاء اللہ ہمیں ضرور القا فرمایا جائے گا چنانچہ درمیان میں دو جگہ مشتبہ پایا فوراً نشان بنالیا کہ دفتر جماعت میں پہنچ کر نظر ثانی کر لی جائے گی اس کے بعد فقیر نے نقشہ مذکور مزار شریف کی چادر مبارک کے نیچے رکھ کر فاتحہ خوانی کی اور دفتر میں آ کر ان مشکوک مواقع کے اعمال پر نظر ڈالی تو فی الحقیقت ایک جگہ سیکنڈوں میں ایک اعشاریہ کا دوسرا حصہ اور دوسری جگہ اعشاریہ کا تیسرا درجہ غیر منظم پایا یعنی ایک جگہ سیکنڈ کا ۱۰۰/۱ اور دوسری جگہ ۱۰۰/۱ حصہ بے ترتیب تھا تو درست کیا ہی تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی جو اس زمانہ میں ''مسجد بی بی جی'' کے شمالی حجرہ میں رہتے تھے تیز قدم آنکھیں ملتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم! میں نے کہا وعلیکم السلام! کیسے گھبرائے ہوئے اس وقت دھوپ میں آنا ہوا فرمایا میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کا شانۂ اقدس کے شمالی رو یہ دالان میں ایک چارپائی پر اس طرح لیٹے ہیں جس طرح اس وقت مزار پاک میں آرام فرما رہے ہیں اور پائنتی کے جانب بڑے مولانا صاحب (حضرت حجۃ الاسلام جناب مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب فرزند اکبر) اسی چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ جو برابر چارپائی بچھی ہے اس پر بیٹھے ہیں۔ جنہیں میں پہچانتا نہیں ہوں۔ اور آپ دونوں (سید ایوب علی و سید قناعت علی صاحب) بھی ہیں۔ حضور کے بائیں ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے اور داہنے ہاتھ میں قلم اور پہلوئے راست میں دوات رکھی ہوئی ہے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کاغذ پر اس طرح لیٹے لیٹے ارقام فرما رہے ہیں جیسے ابھی ان حاضرین میں سے کسی کو لکھ کر وہ کاغذ دینا ہے۔ بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

پیارے سنی بھائیو! امام اہلسنّت کے فدائیو! مولوی حشمت علی صاحب کے اس بیان کو خواب پر محمول نہ کیا جائے، ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ہے، خواب نہیں کہ عین اسی وقت

مولوی صاحب موصوف یہ منظر دیکھتے ہیں جس وقت فقیر نقشہ رمضان شریف چادر مبارک میں فاتحہ خوانی میں مصروف ہوتا ہے میں اس پر لکھ چکا ہوں کہ بروقت موازنہ سال گزشتہ وسنہ حال دو مشکوک مقام مجھ پر القا فرمائے گئے تو کہا جا سکتا ہے کہ خود ہی اغلاط گرفت میں آئے ہوں گے۔ بربنائے عقیدت شیخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے لہٰذا اس واقعہ سے یقین کامل ہو گیا کہ فی الحقیقت نقشہ مذکور کی خود حضور نے صحت فرمائی۔

چہرہ پر رومال ڈالتے ہی بے ہوشی دور

انہیں کا بیان ہے سہ پہر کا وقت تھا حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز حضرت سید مجومیاں صاحب علیہ الرحمۃ کی کوٹھی میں مقیم تھے۔ سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوئے ہیں اور کسی کی آپریشن اور زخم کی کیفیت کی قدر وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ چونکہ برادرم قناعت علی پر اس قسم کے واقعات و تذکرات کا ناقابل برداشت اثر ہوتا ہے لہٰذا سنتے سنتے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی میں نے پنکھا جھلنا شروع کیا۔ پانی کا چھینٹا دیا۔ مگر کوئی اثر نہیں ہوا، یہ کیفیت دیکھ کر حضور نے قریب آ کر اپنے زانوے مبارک پر سر رکھا اور ان کے چہرہ پر اپنا رومال ڈالا ہی تھا کہ آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ حضور اپنے زانو پر سر لیے ہوئے ہیں انہوں نے اٹھنے کی ہمت کی مگر فوراً نہ اٹھ سکے، حضور نے شفقت سے فرمایا لیٹے رہیے، غرض تھوڑی دیر کے بعد یہ اٹھ کر مودّبانہ ایک طرف بیٹھ گئے سید محمود علی صاحب نے ان کے قلب کی یہ حالت دیکھتے ہوئے حضور سے عرض کیا کہ حضور اگر جہاد کا موقع آ جائے تو ایسے لوگ کیا کریں گے حضور نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ لڑنے والوں سے اچھے لڑیں گے کوس کوس کر نہ معلوم کتنوں کو ٹھنڈا کر دیں گے۔"

سردار احمد اُٹھ! آگ لگ گئی

انہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد بن سید مصاحب علی صاحب فرماتے ہیں اپنی ملازمت پر سیکٹر پہاڑ پر تھا چونکہ وہاں سردی بہت پڑتی ہے اس لیے کوئلوں کی انگیٹھی

میرے پلنگ کے پاس رہتی تھی، جب تک میں جاگتا رہتا تھا اور سوتے وقت اٹھا دیا کرتا تھا ،ایک روز اتفاق سے وہ پلنگ کے پاس ہی رہ گئی اور میں اخبار دیکھتے دیکھتے سو گیا۔ سوتے میں کسی وقت لحاف کا ایک کنارہ انگیٹھی پر جا پڑا اور لحاف نے آگ پکڑ لی اور جلنے لگا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ میرے پاس کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں سردار احمد! اٹھ آگ لگ گئی، میں فوراً اٹھا دیکھا تو لحاف کا کونہ ایک فیٹ کے قریب جل چکا تھا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس قسم کا ایک واقعہ کرامت نمبر ۱۵ میں انہیں سید سردار احمد کا بروایت مولوی اعجاز ولی خان صاحب مذکور ہے مگر اس میں واقعہ نینی تال کا ہے اور لحاف چار انگل جلنے کا ہے اور یہ واقعہ سیکٹر کا ہے اور لحاف ایک فیٹ کے قریب جلنے کا ہے ممکن ہے کہ یہ دونوں ایک ہی واقعہ ہوں اور دونوں راویوں کی یاد کا فرق ہو اور زیادہ قرینہ ہے کہ دو واقعہ الگ الگ دو شہروں میں ہو، اسی لیے اس کو علیحدہ لکھا گیا۔

آپریشن کے بغیر دو مرے بچوں کی ولادت

انہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب موصوف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں ۷ ماہ کا حمل تھا دو لڑکے پیٹ میں تھے اس حال میں وہ دونوں لڑکے پیٹ میں مر گئے ان کا پیدا ہونا سخت دشوار ہوا ہسپتال کی بڑی میم نے کہا کہ ان بچوں کا پیدا ہونا ممکن نہیں لہٰذا ان کو ہسپتال لے چلو، اس کے کہنے کے مطابق میں پالکی لینے کو بہت پریشان جا رہا تھا کہ حضرت قبلہ مسجد کی فصیل پر وضو فرما رہے تھے مجھ سے دریافت فرمایا کیوں پریشان ہو، میں نے سب واقعہ اپنے گھر کا ذکر کیا اس پر حضرت قبلہ نے وضو فرمانا روک دیا اور فرمایا پردہ کراؤ، میں آرہا ہوں لہٰذا میں فوراً دوڑتا ہوا گھر آیا اور پردہ کر دیا اتنے میں حضرت قبلہ تشریف لے آئے، مکان میں لے گیا حضرت نے فرمایا ایک ڈورا بڑا سا لاؤ میں نے ڈورا حاضر کیا حضرت نے اس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا یہ ان کی ناف پر رکھو، میں نے اس ڈورے کو لے کر اپنے گھر میں ناف پر رکھا حضور نے پڑھنا شروع کیا،

پندرہ منٹ کے بعد حضور نے فرمایا باہر چلے آیئے اور دایہ کو پاس کر دو، جیسے ہی میں اور حضرت قبلہ باہر تشریف لائے گھر میں خبر ہوئی کہ دو بچے مردہ پیدا ہو گئے ہیں ورنہ بڑی میم نے کہہ دیا تھا کہ یہ بچے بغیر اپریشن کے نہیں پیدا ہو سکتے ہیں ورنہ بچوں کی ماں کا زندہ رہنا دشوار ہے۔

دوسرے کے خواب پر مطلع ہونا

انہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ رمضان شریف کا واقعہ ہے کہ میں نماز عصر کے واسطے مسجد میں تھا، اعلیٰحضرت بھی تشریف فرما تھے حضرت نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم کس سے بیعت ہو؟ میں نے کہا کسی سے بھی نہیں، حضرت نے فرمایا وسیلہ بہت اچھی چیز ہے بغیر وسیلہ رب العزت جل جلالہ کے دربار میں گزر ہونا دشوار ہے۔ میں سن کر چپ ہو رہا اس وقت میری عمر قریب سولہ سال تھی، میں نے قبلہ کے کہنے کا کچھ خیال نہیں کیا، جس کو ایک سال گزر گیا، دوسرے سال وہی عصر کا وقت تھا، حضرت نے فرمایا، پہلے رمضان میں شاید اسی وقت میں نے تم سے کچھ کہا تھا، مجھے فوراً یاد ہوا کہ حضور نے بیعت کی بابت فرمایا تھا کہ سلسلہ بہت اچھی چیز ہے، پھر میں چپ ہو رہا، اسی روز رات کو سحری کھا کر سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا مکان ہے اور اس میں پھاٹک لگا ہوا ہے، دروازہ پر ایک شخص پہرہ دے رہا ہے، میں نے اس کے اندر دیکھا کہ کچھ بڑے خوبصورت لوگ بیٹھے ہیں، میں نے بھی آگے اندر جانے کا خیال کیا لیکن پہرہ دار نے مجھے روک دیا، تب میں اس دروازہ کے مکان پر کھڑا ہو گیا، ایک شخص اندر تشریف لائے، انہوں نے پہرہ والے سے کہا، اندر آنے دو، تب میں بھی اندر چلا گیا، وہاں جا کر دیکھا ایک بہت بڑی میز رکھی ہوئی ہے، اس کے پاس تین کرسیاں ہیں، ایک کرسی جو بیچ میں ہے اس میں ایک خوبصورت بزرگ نہایت ہی نفیس پوشاک پہنے تشریف فرما ہیں اور دائیں بائیں کرسیوں پر دو شخص تشریف رکھتے ہیں، ان میں ایک شخص کچھ کاغذات اس بزرگ کے سامنے پیش کر رہا ہے ایک شخص کو حکم دیتا ہے کہ اس کو پھانسی دے دی جائے،

دوسرے شخص نے کہا کہ اس کے بارے میں مولوی احمد رضا خان کچھ کہنا چاہتے ہیں، تب وہ شخص اعلیحضرت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مولوی کیا کہنا چاہتے ہو، اس وقت تک میں نے حضرت کو نہیں دیکھا تھا اس وقت میری نظر حضرت پر پڑی اور دیکھا کہ حضرت بھی یہاں موجود ہیں، اس کے بعد حضرت قبلہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضور مجھے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ واقعی یہ شخص اس سزا کا مستحق ہے لیکن یہ حضور کے یہاں کا غلام ہے اس دفعہ اس کو معاف فرمایا جائے، تب ان بزرگ نے فرمایا کہ مولوی ان کی سفارش کرتے ہیں اس دفعہ اس کو معاف کیا جائے۔

میرے محلہ میں ایک حافظ نابینا تھے اکثر وہی صبح کی اذان کہتے تھے، ان کی آواز بہت بلند تھی، اس عرصہ میں انہوں نے اذان کہی، ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی، فوراً اٹھا اور مسجد میں آیا، نماز کے بعد اعلیٰ حضرت سے عرض کیا کہ حضور آج غلام کو بیعت کر لیجیے، حضرت نے خود میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے فرمایا کہ دیکھ کر مرید ہونے آئے ہو! اس کے بعد حضور نے بیعت کر لیا، بعد بیعت کے مجھے سینہ سے چپٹایا اور بہت خوش ہوئے، میں نے کہا حضور اس وقت شیرینی ملنی مشکل ہے، نیاز کس چیز پر ہوگی، حضور نے فرمایا شام کو ہو جائے گی، تب میں نے شام کو نیاز کے واسطے مٹھائی منگوائی، حضرت کے سامنے پیش کی، حضرت نے نیاز دی اور ایک دانہ خود نوش فرمایا اور ایک دانہ اپنے ہاتھ سے مجھے دیا۔

وہ کافر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

انہیں کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ میرا انچارج افیسر بہت ناخوش ہو گیا اور میرے نقصان رسانی کا جویاں رہنے لگا جس کے باعث میں بہت پریشان تھا اور میں نے وہ وظائف جو حضور نے بتائے تھے پڑھنے شروع کر دیئے ایک روز اس نے مجھ پر بہت تشدد کیا میں نے اس پریشانی کے باعث کھانا بھی نہ کھایا اور نماز عشاء پڑھ کر سو رہا، خواب میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کیوں

پریشان ہوتے ہو، وہ کافر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اس کے بعد وہ فوراً خود بخود ٹھیک ہو گیا اور پھر کبھی کچھ نہ کہا۔ میں نے چند مرتبہ حضور کو خواب میں دیکھا کہ مزار پر انوار سے مسجد میں تشریف لیے جا رہے ہیں۔

بن دیکھے چاند ہونے کی اطلاع

انہیں کا بیان ہے کہ جس روز ماہ مبارک رمضان کا اخیر روز ہوتا، بعد عصر شہر سے باہر چاند دیکھنے کے لیے آپ بنفس نفیس تشریف لے جاتے، ایک مرتبہ ایسے موقع پر مع خدام نماز مغرب کے بعد بغور آسمان کی طرف ملاحظہ فرما رہے تھے کہ اس وقت تک چاند نظر نہ آیا تھا حضور مصلی پر تشریف فرما تھے اور وظائف میں مشغول تھے، حضور کے پیچھے ایک خادم مسمی بدرالدین مرحوم ساکن محلہ صالح نگر، کمر مبارک داب رہے تھے۔ حضور نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا بدرالدین! انہوں نے کہا حضور! ارشاد فرمایا بھائی بدرالدین! آج تو آپ کا نام "ہلال الدین" ہوتا اب جو دیکھتے ہیں تو بین طور پر چاند ظاہر ہے۔

کاشانۂ اقدس کے تبرک کی برکتیں

انہیں کا بیان ہے ایک مرتبہ موسم گرما میں فقیر کے سینہ پر نزلہ کا شدید غلبہ تھا جمعہ کے روز کاشانہ اقدس میں برف کا شربت جس میں دودھ کیوڑا پستہ وغیرہ لوازمات شامل تھے، تیار ہوا، ظاہر ہے کہ یہ شربت نزلہ میں کس قدر مضر ہے مگر میں نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ پیوں گا اور ضرور پیوں گا اور خوب سیر ہو کر پیوں گا یہ حضور کے یہاں کا تبرک ہے ان شاء اللہ مجھے مفید ہی ہو گا چنانچہ ضرورت سے کہیں زیادہ پیا اور بحمد اللہ تعالیٰ شام تک سارا نزلہ کھانسی وغیرہ سب کافور ہو گیا۔

پٹنہ میں پر تکلف دعوت

انہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور پر نور، گائے کے گوشت سے احتیاط فرماتے ریاحی امراض کی وجہ سے معدہ ہلکی غذا قبول کرتا تھا اسی لیے عام طور سے حضور کی غذا بکری

کا شوربہ بغیر مرچ کا ایک پیالی اور سوجی کا ایک یا ڈیڑھ بسکٹ تھی مگر سفر پٹنہ میں ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے دستر خوان پر گوشت گاؤ کا قورمہ اور اس پر طرہ ایک انگل تیل کھڑا ہوا۔ ہمراہیاں پریشان کہ کس طرح حضور تناول فرمائیں گے مرچیں بھی کافی تھیں مگر حیرت اس بات کو دیکھ کر ہوئی کہ حضور نوالہ خوب ڈبو ڈبو کر بے تکلف اس وقت تناول فرماتے رہے کہ سب حضرات فارغ ہو لیے یعنی سب کے بعد دست کشی فرمائی اور اعلیٰحضرت کی یہ کرامت تھی کہ بفضلہٖ تعالیٰ کوئی نقصان نہ پہنچا۔

بنارس کے مندر کے پنڈت کا اعلیٰ حضرت سے ملنا

انہی کا بیان ہے کہ آرہ کے مدرسہ فیض الغربا کے سالانہ جلسہ دستار بندی سے فارغ ہو کر بنارس اسٹیشن پر واپسی میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا، حاجی کفایت اللہ صاحب سے ارشاد فرمایا ایک گاڑی کرایہ کی لے آیئے انہوں نے عرض کی حضور کہاں کے لیے گاڑی والے سے کہا جائے فرمایا یہاں جو سب سے بڑا مندر ہے وہاں کے لیے حاجی صاحب یہ سمجھے کہ الفاظ میرے سمجھ میں نہ آئے لہٰذا تصدیق کے لیے انہوں نے عرض کیا حضور نے کیا فرمایا، اعلیٰحضرت قبلہ نے پھر اس ٹکڑے کا اعادہ فرمایا، یہ گئے اور ایک فٹن لے آئے، حضور کے ساتھ حاجی کفایت اللہ صاحب اور حاجی دلاور حسین صاحب جواہر پور والے گاڑی میں بیٹھے، تھوڑی دیر میں ایک بڑے مندر کے سامنے گاڑی ٹھہری ہی تھی کہ مندر کے اندر سے پوجاریوں کی طرح بھبھوت ملا ہوا ایک شخص نہایت تیزی کے ساتھ بلا تاخیر ایسے آیا جیسے کہ انتظار ہی میں تھا، حضور سے مصافحہ کیا اور کچھ باہمی گفتگو ہوئی، ہر دو حاجی صاحبان کا بیان ہے کہ وہ بات چیت نہ عربی میں تھی نہ فارسی نہ اردو میں بلکہ ایک نئی زبان میں ہمکلامی تھی جو ہم دونوں کے سمجھ میں مطلق نہ آئی۔ بعدہٗ حضور نے اپنے پانوں کی ڈبیہ انہیں دی۔ انہوں نے پان کھایا۔ اور جس طرف سے آئے تھے چلے گئے، حضور نے فرمایا گاڑی بڑھاؤ، ریلوے اسٹیشن پر آ کر ریل میں سوار ہوئے۔ بریلی شریف واپس آ گئے، مگر یہ راز نہ کھلا نہ ان دونوں حضرات کو یہ جرأت ہوئی تھی کہ معلوم کریں کچھ عرصہ کے بعد ایک روز بعد نماز عشاء حضور

پلنگ پر لیٹے تھے اور کچھ خوش خوش تھے حاجی دلاور حسین خان صاحب جسم داب رہے تھے انہوں نے موقع پا کر دبی زبان سے دریافت کیا فرمایا ''ان سے وعدہ تھا وبس!''

اعلیٰ حضرت کی ہر سال مدینہ پاک میں حاضری

انہی کا بیان ہے کہ مولوی عرفان علی صاحب قادری، رضوی، بیسلپوری نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور کے سامنے نواب کلب علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ والی ریاست رامپور کا ذکر ہو رہا تھا ارشاد فرمایا کہ مرحوم اہل دل سے تھے پھر فرمایا کہ میں ان کو ایام حج میں ہر سال مدینہ منورہ کی گلیوں میں فقیروں کی طرح پھرتا دیکھتا ہوں، اس سے ظاہر ہوا کہ حضور پر نور مرشدی وملجائی اعلیحضرت رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ حیات میں ہر سال باطنی طور پر ایام حج میں مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے نیز نواب صاحب مرحوم بھی بعد وفات ہر سال ایام حج میں مدینہ شریف کی زیارت کیا کرتے تھے جبھی تو دونوں کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہر سال ہوتی تھی۔

بند کمرے میں اعلیٰ حضرت نگاہوں سے اوجھل ہو گئے

انہیں کا بیان ہے کہ سفر جبلپور میں جس کمرہ میں حضور کا قیام تھا اس میں ایک دروازہ تھا جس کے کواڑوں کے تختوں نے خشک ہو کر جھروکے کر دیئے تھے اس دروازہ کے دونوں پہلوؤں پر دو کھڑکیاں تھیں اسی کمرہ کی ایک بغلی کوٹھری تھی جس میں دو دروازے تھے، ایک جوڑی کواڑ کمرے کی طرف اور اس میں بھی ایسے جھروکے تھے کہ جھانکنے سے پورا کمرہ صاف نظر آتا تھا اور دوسرا دروازہ بیرونی برآمدہ کی طرف لگا تھا، اس کوٹھری میں فقیر غفرلہ اور برادرم قناعت علی مقیم تھے برآمدہ میں حاجی کفایت اللہ صاحب رہتے تھے ہم لوگ کمرہ کے رخ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے تھے، حضور کے قیلولہ فرماتے وقت حاجی صاحب کمرہ کی کھڑکیاں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا کرتے تھے اور فرشی پنکھا چلاتے رہتے تھے، ایک روز کسی جگہ دعوت تھی وہاں سے دوپہر کو واپسی ہوئی، حاجی صاحب نے

حقہ بھر کر کمرہ میں پلنگ کے پاس رکھا اور حسب معمول کواڑ بند کر کے پنکھا جھلنا چاہا، حضور نے فرمایا حاجی صاحب آج پنکھے کی ضرورت نہیں ہے، تشریف لے جایئے۔ حاجی صاحب باہر آ گئے، حضور نے کمرہ اندر سے بند کر لیا حاجی صاحب نے ہم لوگوں سے آ کر کہا کہ آج خلاف معمول حضور نے پنکھے کو منع فرمایا میں سن کر خاموش ہو گیا مگر برادرم قناعت علی نے کچھ دیر کے بعد کوٹھری میں کمرہ والے دروازہ کے پاس لیٹ کر جھروکوں سے جو نظر ڈالی تو پلنگ وتمام کمرہ بالکل خالی پایا کہیں حضور کا پتا نہ چلا کہ کہاں جلوہ افروز تھے یہ لیٹے لیٹے وہاں سے ہٹ آئے اس کا تذکرہ جس وقت حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب قبلہ کے سامنے آیا وہ لرز گئے اور فرمایا سید صاحب آپ آئندہ کبھی ایسا نہ کیجیے گا کہ ایسے موقع پر آنکھیں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تعویذ سے بخار ختم

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر کی ضعیفہ والدہ صدر سے خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہیں اور رو کر عرض کرتی ہیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے بخار کی شدت ہے اور دو روز سے بالکل غافل ہے، حضور اگر تکلیف فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔ حضور نے ان ضعیفہ کی درخواست منظور فرمایا اور بعد عصر کا وعدہ فرمالیا چنانچہ وقت مقررہ پر ڈاکٹر صاحب کا موٹر آ گیا حضور نے حاجی کفایت اللہ صاحب اور برادرم قناعت علی اور فقیر کو ہمراہ لیا اور مولوی حسنین رضا خان صاحب کی خواہش پر انہیں بھی ساتھ لے کر وہاں پہنچے، دیکھا کہ واقعی غفلت طاری تھی، حضور نے وہیں ایک تعویذ لکھ کر سیدھے بازو پر باندھا اور گھڑی سامنے رکھ لی اور چارپائی کے قریب کرسی پر بیٹھے رہے تقریباً نصف گھنٹہ گزرا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے آنکھ کھولی اور بخار اتر گیا حضور نے ان ضعیفہ سے فرمایا کہ اگر پیاس معلوم ہو تو پودینہ الائچی سرخ، پانی میں ڈال کر جوش کر کے ٹھنڈا کر لیا جائے اور پلایا جائے، اس کے بعد حضور بعد مغرب واپس تشریف لے آئے صبح کو اطلاع ملی کہ بھوک کی شدت ہے، فرمایا مونگ کی دال کا پانی دیا جائے اور دن میں جو کچھ کیفیت ہو سہ پہر کو مجھ سے آ کر بیان کیجیے

مگر بفضلہٖ تعالیٰ عصر کے وقت بجائے اطلاع کے خود ڈاکٹر صاحب موٹر میں آ گئے ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ کل شام کو ان کی یہ حالت تھی کہ کمزوری کی وجہ سے کروٹ لینے میں تکلف تھا اور آج یہاں تک آ گئے حضور نے مزاج پرسی فرمائی ڈاکٹر صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کی دعا سے بالکل ٹھیک ہوں مگر بھوک بیتاب کیے رہتی ہے مونگ کی دال کا پانی نامرغوب ہے اگر فرمائیں تو شوربا پی لوں، فرمایا اچھا شوربا طیار کرا لیجیے اس کے بعد ڈاکٹر صاحب دست بوس ہوئے اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے۔

اعلیٰ حضرت کا ہاتھ غوث اعظم کا ہاتھ ہے

انہی کا بیان ہے کہ ایک شخص مرید ہونے کے لیے حاضر ہوئے حضور نے بطریقہ بیعت اپنے روبرو دوزانو بٹھائے ان کے دونوں ہاتھ اپنے دست حق پرست میں لے کر کلمات بیعت تلقین فرمانا شروع کیے اور جس وقت یہ الفاظ کہلوانا چاہے کہ میں نے اپنا ہاتھ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست میں دیا تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنا ہاتھ اپنے پیرومرشد حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے دست حق پرست میں دیا پھر حضور نے حضرت بڑے پیر صاحب کا اسم گرامی لیا لیکن انہوں نے اعلیٰ حضرت کا نام نامی لیا حضور نے تیسری مرتبہ سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے اکابر کا یہی طریقہ بیعت کا چلا آ رہا ہے یونہیں کہیے انہوں نے کہا یہ تو خلاف واقع ہوگا اور پھر حضور ہی کا نام لیا اس وقت حضور کے چہرہ پر جلال نمایاں ہوا حضور نے آنکھیں بند کر کے کچھ لبوں کو جنبش دی اور دست راست اپنے ران پر مارا اور اسی ہاتھ کی پشت ان صاحب کے سینے پر ماری، سینے پر ضرب پڑتے ہی وہ چت گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے اور حضور کھڑے ہو کر ٹہلنے لگے اور آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہے، بہت دیر تک یہی منظر رہا۔ اس کے بعد حضور نے مسجد کی فصیل سے لوٹا اٹھا کر پانی کا چھینٹا دیا۔ اب جو انہیں جوش آتا ہے تو یہ کہتے ہوئے حضور کی طرف بے تابانہ آتے ہیں کہ میں نے ہاتھ حضور پرنور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست میں دیا ہے۔

سوال سے پہلے جواب حاضر کردیا

انہیں کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ معین الدین صاحب خلیفہ اعلیحضرت قدس سرہما کا بیان ہے۔ بہت عرصہ ہوا اعلیحضرت رضی اللہ عنہ اس مکان میں تشریف رکھتے تھے جس میں آج کل حضرت حسن میاں تشریف رکھتے ہیں میں ملوک پور میں اپنے یہاں کی مسجد میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت کا لفظ عام طور پر استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں قصد کرلیا کہ ابھی جاکر دریافت کروں گا عصر کے کچھ پہلے در دولت پر حاضر ہوکر دروازہ کھٹکھٹایا، خادمہ آکر مجھے دیکھ کر واپس گئی، چند منٹ کے بعد حضور تشریف لائے، مبارک ہاتھوں میں کتابیں اور قلمدان اور پان کی تھالی تھی، غلام نے کتابیں قلمدان لے کر حضور کے بیٹھنے کی جگہ رکھیں حضور نے پان کی تھالی غلام کے سامنے کر کے فرمایا "حضرت ملاحظ فرمائیں" اس سے پیشتر کبھی یہ الفاظ نہیں فرمائے تھے ورنہ غلام کے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوتا اس قسم کے واقعات اکثر گزرتے تھے مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے ان پر رحمتیں نازل فرمائیں۔

پیرزادہ کے لیے پاپیادہ اسٹیشن جانا

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں اور برادرم قناعت علی سخت پریشان اور دونوں کے دلوں میں یہ خیال کہ کاش اس وقت اعلیحضرت قبلہ "رضوی منزل" کے سامنے مل جاتے تو ہمارے زخمی دلوں پر مرہم لگ جاتا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ ان آنکھوں نے دیکھا کہ اعلیحضرت قبلہ "رضوی منزل" کے سامنے سے پیادہ پا اسٹیشن تشریف لے جارہے ہیں برادرم قناعت علی عالم از خود رفتگی میں بیتابانہ حضور کی طرف دوڑے مگر چند قدم چلے تھے کہ پیر ڈگمگائے اور چت سڑک پر گر کر مدہوش سے ہو گئے۔ میں نے بعجلت بیٹھک بند کی اور قناعت علی کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی دست بوسی کی اور خاموشی کے ساتھ ہم دونوں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ دل میں سوچتے

جاتے تھے کہ حضور اس نقاہت اور کمزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ پا بغیر سواری کے کیسے آ گئے، اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ حضور کے خادم حاجی کفایت اللہ صاحب جو سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتے تھے ہمراہ نہیں ہیں، صرف مولانا امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو دیکھا کہ وہ لالٹین ہاتھ میں لیے ہوئے آگے آگے تھے۔ اس وقت ہم لوگ کچھ ایسے مبہوت ہو رہے تھے کہ کلام کرنا تو درکنار اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ مولانا کے ہاتھ سے لالٹین اپنے ہاتھ میں لے لیتے غرض یونہی خاموشی کے ساتھ چوپلہ تک پہنچ گئے دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاست رامپور کو اس وقت چھوٹتی تھی جا رہی ہے ادھر سواریاں بھی یکہ تانگہ وغیرہ میں برابر شہر کی طرف آ رہی تھیں۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب نے حضور سے عرض کیا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میاں (حضرت مہدی میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف) تشریف نہیں لائے، گاڑی تو رامپور والی چھوٹ گئی جو سواریاں آنے والی تھیں وہ بھی شہر کی طرف آ چکیں، اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات ہو جاتی غرض وہاں سے واپس ہوئے اور محلہ قرولان میں آ کر اس راستہ سے جو سنگھوں کے گھیر والی مسجد کے سامنے سے بہاری پور کی بزریہ میں پہنچتا ہے اسی راستہ سے مکان تشریف لائے۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب سے پتا چلا کہ حضرت مہدی میاں صاحب نے حضور کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہرہ شریف سے آ رہا ہوں اور رامپور جا رہا ہوں کسی کو اسٹیشن بریلی جنکشن پر بھیج دیا جائے چنانچہ حضور نے شاہزادگان میں سے کسی سے فرما دیا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا انہیں خیال نہ رہا۔ یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے اور ویسے ہی پھاٹک میں آ کر دریافت فرمایا کہ کوئی اسٹیشن گیا، معلوم ہوا کہ نہیں، اس لیے خود تنہا اندھیرے میں پیادہ پا چل دیئے۔ میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لالٹین لے کر دوڑا اور کچھ دور چل کر حضور کے ساتھ ہو لیا، اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنا قصہ مولانا سے عرض کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضور چونکہ اپنے آپ کو چھپاتے رہتے ہیں لہٰذا بظاہر حضرت مہدی میاں صاحب کے لیے تشریف لے گئے تھے مگر بباطن ہم نام لیواؤں کے قلوب کو اپنے دیدار سے تسلی و تشفی کرنا

تھا۔ اس لیے آپ کی بھی زبان بند رکھی جاتی ہے کہ آپ بہار پپور کے بزریہ میں بھی نہیں رکتے کہ "رضوی منزل" کی طرف سے مسافت زائد ہوگی۔

مرزا جی آپ کے زیورات محفوظ ہیں

انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مرزا عبدالرحمن بیگ صاحب قادری رضوی، ساکن محلہ بخار پورہ، شہر کہنہ بریلی کے طلائی ونقرئی تمام زیورات چوری ہو گئے۔ یہ سخت پریشان کہ سب لوگ خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مرزا جی آپ کے زیورات سب محفوظ ہیں گھبرایئے نہیں مگر اس میں چاندی ہماری ہے انہوں نے عرض کیا حضور پھر مجھے کس طرح ملے گا۔ فرمایا فلاں شخص نے تمہارے مکان کے سامنے ہی دفن کیا ہے تلاش کرو ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔ صبح کو یہ اٹھ کر چور کو جو وہیں کا رہنے والا ہے پکڑتے ہیں اور اسے ڈراتے ہیں اور دھمکاتے ہیں، بالآخر وہ شخص مرزا جی کے مکان سے متصل جو کھنڈر پڑا تھا وہاں لے جاتا ہے، دیکھا کہ وہ افتادہ زمین جابجا کھدی پڑی ہے، اس شخص سے پوچھا جاتا ہے بتاؤ کہاں دفن کیا ہے، اس پر وہ کہتا ہے زیور ضرور میں نے دفن کیا اور اس کھنڈر ہی میں دفن کیا تھا مگر اب میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے مجھے رات بھر تلاش کرتے ہو گیا ہے مگر پتا نہیں چلا، یہ پتا ہے کہ ہر جگہ میں نے ہی کھودی ہے۔ غرض چند آدمیوں نے مزید جستجو کی اور بالآخر اس کھنڈر میں ایک طرف ٹوٹی پھوٹی کوٹھری نظر آئی اسے جو کھودا تو تمام زیورات ایک جگہ نکل آئے مرزا جی نے اس خوشی میں بڑی دھوم سے حضور کے مزار پرانوار پر چادر چڑھائی۔

وصال کے بعد بارگاہ نبوت میں اعلیٰ حضرت کی حاضری

قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ دن کے دس بجے کا وقت تھا کہ میں سو رہا تھا خواب میں دیکھا کہ حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ حرم شریف میں مزار پرانوار مالک ومختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہیں اور

صلاۃ وسلام عرض کر رہے ہیں بس اس قدر دیکھنے پایا تھا کہ معاً ''میری آنکھ کھل گئی، اب بار بار خیال کر رہا ہوں کہ خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ بالآخر بستر سے اٹھا وضو کیا اور ''باب السلام'' سے حرم شریف میں داخل ہوا ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ واقعی اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ اسی سفید لباس میں مزار پر انوار پر حاضر ہیں اور جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ صلاۃ وسلام پڑھ رہے تھے آنکھوں نے یہ دیکھا کہ لبہائے مبارک جنبش میں تھے آواز سننے میں سن آئی۔ غرض میں یہ واقعہ دیکھ کر بیتابانہ قدمبوسی کے لیے آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہو گئے، اس کے بعد میں نے حاضری دی اور صلاۃ وسلام عرض کر کے واپس ہوا جب اس جگہ آیا جہاں سے اعلیٰحضرت کو دیکھا تھا تو ایک مرتبہ پھر کر جو دیکھا تو پھر اسی طرح آپ کو موجود پایا۔ مختصر یہ کہ تین بار ایسا ہی ہوا پھر آپ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ راقم الحروف (یعنی سید ایوب علی صاحب) نے جس وقت شیخ صاحب سے یہ خواب سنا تو اسے بعینہ قلمبند کر کے عریضہ بھیج کر مولانا ضیاء الدین احمد صاحب قبلہ سے تصدیق بھی کر لی اس پر یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی قسم کے اور بھی کئی خواب اعلیٰحضرت قبلہ کے متعلق مولانا نے دیکھے تھے۔ جو عرصہ گزر جانے کی وجہ سے پوری طور پر یاد نہیں رہے اس لیے ظاہر کرنے سے احتراز کیا۔

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے اعلیٰحضرت نے بتذکرۂ اعداء ارشاد فرمایا، میری اتنی عمر گزری، لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے، ایک طرف کفار کا نرغہ، دوسری طرف حاسدین کا مجمع، مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ ''مجموعۂ اعمال'' بھرا ہے سیفیاں بھری پڑی ہیں کوئی عمل کر لیجیے۔ میں نے کہا جنہوں نے یہ تلواریں مجھے دی ہیں انہی کا یہ حکم ہے۔ کہ تلوار کبھی ہاتھ میں نہ لینا ہمیشہ ڈھال ہی سے کام لینا چنانچہ کبھی کسی پر حربہ نہ کیا۔

دلدل میں پھنسی ہوئی گاڑی کا باہر نکلنا

(آپ نے پھر فرمایا) وہ خود ایسی مدد کرتا ہے کہ اپنے آپ انتظام کی ضرورت

نہیں۔ میری عمر ۱۹ سال کی تھی اس وقت رامپور کو ریل نہ تھی بیل گاڑی پر سوار ہو کر گیا، ساتھ میں عورتیں بھی تھیں، راستہ میں دریا پڑا۔ گاڑی والے نے غلطی سے بیلوں کو اس میں ہانک دیا، اس میں دلدل تھی بیل پہنچتے ہی گھٹنوں تک دھنس گئے اور نصف پہیہ گاڑی کا جتنا بیل زور کرتے اندر دھنستے چلے جاتے تھے، اب میں نہایت حیران کہ ساتھ میں عورتیں ہیں اتر سکتا نہیں کہ دلدل میں خود دھنس جانے کا اندیشہ، اسی پریشانی میں تھا کہ ایک بوڑھے آدمی جس کی صورت نورانی اور سفید داڑھی تھی نہ اس سے پہلے انہیں کبھی دیکھا نہ جب سے اب تک دیکھا۔ تشریف لائے اور فرمایا کیا ہے میں نے تمام واقعہ عرض کیا فرمایا یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ گاڑی والے سے فرمایا ہانک اس نے کہا کدھر ہانکوں؟ آپ دیکھتے ہیں دلدل میں گاڑی پھنسی ہوئی ہے فرمایا ارے تجھے ہانکنا نہیں آتا ادھر کو ہانک، یہ کہہ کر پہیہ کو ہاتھ لگایا فوراً گاڑی دلدل سے نکل گئی۔

منیٰ شریف کی مسجد میں ایک ولی کی ملاقات

اس میں ہے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا پہلی بار کی حاضری (حرمین طیبین) میں منیٰ شریف کی مسجد میں مغرب کے وقت حاضر تھا اس وقت میں وظیفہ کثرت سے پڑھا کرتا تھا اب تو بہت کم کر دیا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی میں نے نہیں چھوڑیں، نفل البتہ اسی دن سے چھوڑ دیئے ہیں۔ خیر سب لوگ مسجد سے چلے گئے تو مسجد کے اندرونی حصے میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبلہ رو وظیفے میں مشغول ہیں۔ میں صحن مسجد میں دروازے کے پاس تھا اور کوئی تیسرا شخص مسجد میں نہ تھا یکایک ایک آواز گنگناہٹ کی سی مسجد سے سننے میں آئی جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے۔ فوراً میرے قلب میں یہ حدیث آئی کہ اہل اللہ کے قلب سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسی شہد کی مکھی بولتی ہے۔ میں وظیفہ چھوڑ کر ان کی طرف چلا کہ ان سے دعاء مغفرت کراؤں گا۔ غرض دو ہی قدم ان کی طرف چلا تھا کہ ان بزرگ نے میری طرف منہ کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا "اللھم

اغفر لاخی ھذا۔ اللھم اغفر لاخی ھذا۔ اللھم اغفر لاخی ھذا ''سمجھ گیا کہ فرماتے ہیں: ہم نے تیرا کام کردیا، اب تو ہمارے کام میں مخل نہ ہو میں ویسے ہی لوٹ آیا۔

ایک مجذوب کی نگاہ میں اعلیٰ حضرت کی وقعت

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب آخوند زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا میرے والد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا وہ حجرہ میں چار پائی پر بیٹھے تھے مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے آخر مجھ سے پوچھا صاحبزادے تم مولوی رضا علی خان صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا میں ان کا پوتا ہوں فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چار پائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا آپ یہاں تشریف رکھیے، پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو، میں نے کہا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں میں تو صرف دعائے مغفرت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھ گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے! اللہ رحم کرے! اللہ کرم کرے! اللہ رحم کرے! اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خان صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمے کی غرض سے حاضر ہوئے ان سے خود ہی پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی ہے نصر من اللہ وفتح قریب بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔

تین منٹ میں مہمان کے لیے کباب حاضر

نبیرۂ محدث سورتی جناب مولوی قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے میرے دادا حضرت محدث سورتی صاحب پیلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے، کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بہت ناوقت یعنی شب کو ۲ بجے حضرت

کے دولت کدے پر پہنچے...... اعلیٰ حضرت اس وقت پھاٹک میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ ملاقات کے بعد ایک صاحب سے جو اس وقت خدمت کے فرائض انجام دے رہے تھے فرمایا کہ دروازہ پر پکار کر کہہ دو کہ پیلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں۔ تین آدمیوں کا کھانا بھیج دو، کھانا آیا تو حضرت بھی مہمانوں کے ساتھ دستر خوان پر رونق افروز ہوئے، نیبو (لیموں) اور پیاز کی چٹنی کچھ زیادہ مقدار پر دستر خوان پر موجود تھی، حضرت محدث سورتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس وقت سیخ کے کباب ہوتے تو زیادہ لطف دیتے، اعلیٰ حضرت اپنے مہمانوں کی اس خواہش کو سن کر خود گھر میں تشریف لے گئے اور چند منٹ کے بعد باہر تشریف لائے تو ہاتھ میں ایک چینی کی پلیٹ تھی، جس میں ۱۶ سیخ کباب موجود تھے، کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کیے گئے ہیں، جملہ مہمانان، اعلیٰ حضرت کی اس بین کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اسی واقعہ کو مولوی برکات احمد صاحب نبیرہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب برادر خورد حضرت محدث سورتی قدس سرہ نے ان لفظوں میں میرٹھ سے تحریر کیا ہے، ایک مرتبہ بندہ کے دادا کے بڑے بھائی حضرت محدث سورتی اور ان کے ساتھ مولانا مولوی ہدایت رسول صاحب اور بندہ کے والد ماجد مولوی عبد الحی صاحب مرحوم، بریلی اعلیٰ حضرت کے دولت خانے پر شب کو ۳ بجے پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی خاطر مدارات کی۔ مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اگر سیخ کے کباب ہوتے تو بڑا مزہ آتا، اعلیٰ حضرت یہ سنتے ہی مکان کے اندر تشریف لے گئے صرف تین چار منٹ میں سیخ کے گرم گرم کباب ان لوگوں کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔ ان حضرات نے دریافت کیا کہ حضرت اس وقت گرم گرم کباب آپ نے کہاں سے منگائے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا یہ سب اللہ کا کرم ہے۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ کباب کی خواہش کرنے والے حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب ہی ہوں گے جیسا کہ مولوی حکیم برکات احمد صاحب کا بیان

ہے کہ وہ اعلیٰحضرت سے ذرا زیادہ شوخ تھے غایت احترام وادب کے ساتھ ایسی باتیں بول دیا کرتے تھے۔ بخلاف حضرت محدث سورتی صاحب کے کہ یہ بہت ہی متین اور غنایت مہذب اور اعلیٰ حضرت کے مرتبہ شناس تھے۔

ہاتھ لگتے ہی بیمار صحت یاب ہو گیا:

انہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت مدرستہ الحدیث پیلی بھیت میں قیام فرماہیں سید شوکت علی صاحب خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضرت میرا لڑکا سخت بیمار ہے، تمام حکیموں نے جواب دے دیا ہے، یہی ایک بچہ ہے صبح سے نزع کی حالت طاری ہے، سخت تکلیف ہے، میں بڑی امید کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اعلیٰحضرت سید صاحب کی پریشانی سے بہت متاثر ہوئے اور خود ان کے ہمراہ مریض کو دیکھنے تشریف لے گئے، مریض کو ملاحظہ فرمایا پھر سر سے پیر تک ہاتھ پھیر پھیر کر کچھ دعائیں پڑھتے رہے، سید صاحب جو ابھی حیات ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت کے ہاتھ رکھتے ہی مریض کو صحت ہونا شروع ہو گئی اور صبح تک وہ مرتا ہوا بچہ اعلیٰحضرت کی دعا کے برکت سے بالکل تندرست ہو گیا۔

ایک پاگل تندرست ہو گیا

انہی کا بیان ہے کہ ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ کو حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں عرس شریف کے موقع پر رسیوں میں جکڑے ہوئے ایک مسلمان نوجوان دیوانے کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا، پاگل کے رشتہ داروں نے بیان کیا کہ کچھ ماہ سے یہ پاگل ہے، ہزاروں علاج کیے کوئی فائدہ نہیں ہوا، پاگل خانہ میں اس لیے نہیں داخل کیا کہ وہاں مریضوں کو بہت مارتے ہیں، ہم بڑی امید کے ساتھ حضور کی خدمت میں لائے ہیں، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں تمام گھر سخت پریشان ہے۔ اعلیٰحضرت تمام واقعات کے سننے کے بعد چند منٹ اس دیوانے کی طرف بہت غور سے دیکھتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نگاہوں سے مرض کو کھینچ رہے ہیں، حضرت کی

نگاہ ملاتے ہی دیوانے کی مجنونانہ حرکات میں افاقہ ہونا شروع ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اسی جگہ بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا۔ اعلیٰحضرت نے اس رشتہ داروں سے فرمایا اب یہ ٹھیک ہیں، رسیاں کھول دو اور گھر لے جاؤ اور روزانہ ایک عدد منقیٰ تھوڑے سے دودھ کے ساتھ کھلا دیا کرو۔ خدا کے فضل سے وہ دیوانہ شخص اب تک زندہ ہے۔ اور اپنے نوجوان لڑکوں کے ساتھ کاروباری زندگی میں مصروف ہے۔

اعلیٰ حضرت پر قاتلانہ حملے کا نتیجہ

انہی کا بیان ہے کہ حضرت مانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مخالفین کی جانب سے آپ کے قتل کی منظم سازش کی گئی اور دو آدمیوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ عشاء کے بعد مسجد سے آتے ہوئے راستے میں آپ کو شہید کر دیں، یہ دونوں آدمی ایک دن مسجد سے آپ کے پیچھے ہو لیے اور راستہ میں اپنے ناپاک خیال سے حملہ کرنا چاہا تو ان میں سے ایک، خوفناک چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑا، لوگ چیخ کی آواز سن کر ادھر ادھر سے آ گئے اور ان کو بے ہوش دیکھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی، جب ان کے ہوش و حواس ٹھیک ہوئے، تو ان سے حالات دریافت کیے گئے تو ان دونوں نے قتل کی سازش بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم نے حملہ کرنا چاہا تو اعلیٰحضرت کے دائیں بائیں دو شیر نمودار ہوئے اور ہماری طرف نہایت غضبناک طریقہ سے بڑھے، پھر ہم کو نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ وہ بظاہر شیر تھے لیکن حقیقت میں اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے عاشق شیدا حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے غضب کی علامتیں تھیں۔ یہ دونوں شخص اسی وقت اعلیٰحضرت کے سامنے تائب ہو کر ان سے بیعت ہو گئے۔

اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں

انہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۸ھ میں پیلی بھیت کے ایک مشہور بزرگ حافظ یعقوب علی خان صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے کے لیے بریلی تشریف لے

گئے، ابھی اعلیٰ حضرت اپنی نشست یعنی پھاٹک سے تقریباً ۲ فرلانگ کے فاصلہ پر تھے کہ اعلیحضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ پیلی بھیت کے ایک بزرگ بیعت ہونے آرہے ہیں ان کو لے آیئے۔ کچھ لوگ گئے اور حافظ صاحب کو لاکر پھاٹک میں بٹھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی مجلس میں حافظ صاحب کو مرید کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ "اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔"

نگاہوں کے اثر سے داڑھی رکھوادی

انہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۹ھ اعلیٰ حضرت "مدرسۃ الحدیث" پیلی بھیت میں حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی کے پاس مقیم تھے کہ سید فرزند علی صاحب اعلیحضرت سے ملنے آتے ہیں اور دست بوس ہوتے ہیں، سید صاحب کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ اعلیحضرت بہت دیر تک بہت گہری نظروں سے سید صاحب کے چہرے کو دیکھتے رہے، سید صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہوں نے مجھے عرق عرق کردیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعلیحضرت مجھ کو داڑھی رکھنے کی خاموش ہدایت فرمارہے ہیں میں نے صبح کو حاضر خدمت ہوکر اپنے فعل شنیعہ سے توبہ کی۔ آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ سید صاحب کا چہرہ نہایت خوشنما داڑھی سے سجا ہوا ہے۔

کاغذ کے دو ٹکڑوں سے دونوں آنکھوں کا علاج

انہی کا بیان ہے کہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اعلیحضرت سے فرمایا کہ بڑی بیٹی حنیف النسا کی آنکھیں تین ماہ سے دکھ رہی ہیں۔ مختلف علاج کیے گئے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ ورم کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھلتیں۔ رات بھر سخت بے چینی اور تکلیف رہتی ہے، اعلیحضرت نے اپنے قلم سے کاغذ کے دو ٹکڑوں پر "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کچھ گولائی کے ساتھ تحریر فرمایا اور محدث سورتی کو فرمایا کہ ایک ایک کاغذ آنکھوں پر رکھ کر ایک باریک کپڑا باندھ دیجیے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حسب ہدایت ظہر کے بعد جب کپڑا کھولا گیا تو آنکھوں میں نہ ورم تھا نہ

سرخی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان آنکھوں میں کبھی کوئی شکایت ہی نہیں ہوئی۔ افسوس کہ "مدرسۃ الحدیث" کی عمارت منہدم ہونے کے وقت یہ کاغذ کے ٹکڑے ضائع ہو گئے۔

حضرت محدث سورتی کی مسجد کے جنوں کی نشاندہی

انہی کا بیان ہے کہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ "التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی" تحریر فرما رہے تھے ایک دن بہت سے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہو گئے، بہت تلاش کیے گئے مگر وہ اوراق دستیاب نہ ہو سکے۔ اعلیٰحضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ ضائع نہیں ہوئے بلکہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰحضرت نے حضرت محدث صاحب سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے بھی واقف ہیں اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کے لیے کاغذات لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے، آپ مسجد میں تلاش کیجیے، چنانچہ مسجد میں تلاش کیا گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا دستیاب ہوا۔

دفینے کی بازیافت

انہی کا بیان ہے کہ پیلی بھیت کی ایک سیدانی صاحبہ نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال ہوا میں نے کچھ روپے اور اشرفیاں اپنے کمرے کے ایک کونے میں گاڑ دیئے تھے مگر اب وہاں دیکھتی ہوں، تو نہیں ہیں۔ لڑکی کی شادی قریب ہے اور اسی لیے رکھے تھے اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ وہ اب اس جگہ نہیں ہیں بلکہ وہاں سے ہٹ کر کوٹھری میں فلاں جگہ پہنچ گئے ہیں۔ اس جگہ تلاش کیے گئے تو سب کے سب مل گئے، حضرت نے فرمایا کہ "بغیر بسم اللہ کہے اگر روپیہ دفن کیا جائے تو وہ اپنی جگہ قائم نہیں رہتا ہے۔"

اعلیٰ حضرت کے ساتھ کھانے کی برکت

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی، موجد طلسمی پریس، کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حاجی علاء

الدین اور رئیس وزمیندار میرٹھ لال کرتی بعض مسئلے دریافت کرنے کے لیے اعلیحضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لائے اور مجھ کو بھی اپنے ساتھ لائے۔ بریلی پہنچ کر ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور شب کے وقت مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اعلیحضرت نے ان مسائل کے جوابات دیئے اور ان کی تشفی ہوگئی۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے میرٹھ واپسی کی اجازت چاہی۔ فرمایا کل میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ حاجی صاحب ٹھہر گئے اور دوسرے دن کھانے میں شریک ہوئے میں اعلیحضرت کے قریب تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اعلیٰ حضرت نہایت ہی قلیل الغذا ہیں۔ ہر شئے سے برائے گفتن کچھ ہی تناول فرمائیں گے۔ میں ذرا ٹھہرا، جب اعلیٰ حضرت نے ایک پلیٹ میں سے کچھ کھا کر جب دوسری میں ہاتھ ڈالا تو میں اسے اپنے آگے کر کے اس میں سے کھانے لگا اسی طرح سے دوسری پلیٹ لی۔ اس پر ایک منتظم صاحب نے فرمایا کہ ”آپ اپنے آگے سے کھائیں۔“ میں نے کہا یہ اس سے زیادہ اچھا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد حاجی صاحب اسٹیشن آئے، گاڑی میں ان کو سوار کر کے میں نے کہا کہ میں دو چار دن کے بعد آؤں گا اور شہر چلا گیا۔ دوسرے دن میری والدہ صاحبہ کو بدایون جانا تھا میں ان کے ہمراہ چلا اور صبح کو گھر پر میں نے کچھ نہیں کھایا، بھوک نہیں معلوم ہوئی۔ بریلی سے آنولہ اسٹیشن آکر یکہ میں بیٹھ کر بدایوں چلا۔ کئی گھنٹے میں بدایوں پہنچے، بدایوں میں میرے بہت سے عزیز ہیں اور صرف چار دن ٹھہرنا تھا، تو یہ رائے قرار پائی کہ ہر جگہ ایک ایک وقت ٹھہرا جائے۔ پہلے مکان میں جہاں قیام کیا تھا شام کو کھانے کا وقت تھا میں نے کچھ نہیں کھایا دوسرے دن صبح جس مکان میں گئے وہاں بھی کچھ نہیں کھایا، پھر شام کو جہاں گیا وہاں بھی قطعاً کچھ نہیں کھایا، تیسرا دن بھی یونہی گزرا، ہر چند اعزہ اصرار کرتے ہیں، میں نہیں کھاتا۔ (اس پر مجھے بھی بہت تعجب ہے کہ وہ کیا بات تھی جو میں قطعاً کسی قسم کی کوئی چیز ذرا سی بھی نہیں کھاتا تھا) تیسرے دن شام کو حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب بدایونی نے ارشاد فرمایا کہ کل آپ جانے والے ہیں لہٰذا کل صبح ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ میں یہ سوچ کر خاموش ہو رہا کہ میں کیا کروں گا

مجھے متحیر دیکھ کر فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی کہ مجھے ۳ دن متواتر ہو چکے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ فرمایا وجہ کیا ہوئی؟ عرض کی چند دن پہلے اعلیحضرت کے ہمراہ اس طرح کھانا کھایا تھا اس کے بعد یہ کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور نہ کوئی تکلیف ہے نہ ضعف حالانکہ ان تین دنوں میں کسی قسم کی کوئی چیز قطعاً نہیں کھائی ہے ہر چند اعزہ نے اصرار کیا مگر میں قطعاً کچھ نہیں کھا سکا۔ فرمایا اچھا خیر صبح آنا۔ چوتھے دن دو پہر کو میں حاضر ہوا حضرت مجھے اپنے زنانے مکان میں لے گئے۔ اور کھانا منگوایا اور مجھ سے فرمایا کھاؤ ان کے فرماتے ہی کھانے لگا۔ (یہ بات میری سمجھ میں آج تک نہ آئی کہ تین دن تک قطعاً کچھ نہیں کھایا یہ کیا بات ہے، اس لیے کہ انسان بغیر بھوک کے بھی کسی کے کہنے سے ہی کچھ نہ کچھ کھا لیا کرتا ہے مگر چونکہ یہ حالت مجھ پر خود گزری ہے اس لیے میں متحیر ہوں۔)

اعلیٰ حضرت کا دوات و قلم پر تصرف

انہی کا بیان ہے کہ میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا کرتا تو یہ معمول رہتا کہ چونکہ اعلیحضرت قبلہ صرف نماز جماعت کے لیے باہر تشریف لایا کرتے تھے میں ان وقتوں میں حاضر رہا کرتا اور صبح سے ظہر تک کسی سے ملنے کو یا طلسمی پریس کے کام کو کہیں باہر چلا جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی واپس آ کر یہ سنتا تھا کہ کوئی صاحب تشریف لائے تھے، ان کے ملنے کو حضرت درمیان میں باہر تشریف لاتے تھے تو مجھے بہت افسوس ہوتا کہ اگر اس وقت بھی یہیں موجود ہوتا تو اور ایک مرتبہ زیارت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں 1918ء یا ۱۹۱۹ء میں میرٹھ سے بریلی حاضر رہا اور یہ سوچ کر کہ میرا ہینڈ بیگ طلسمی پریس کا ہمراہ ہونا مضر ہے اسی کی وجہ سے میں صبح کے وقت باہر چلا جاتا ہوں لہٰذا اسے چھوڑ کر چلوں تا کہ ہر وقت آستانے میں بیٹھا رہوں۔ جس وقت بھی حضرت باہر تشریف لائیں گے کوئی بات سننے کو مل جائے گی، لہٰذا ہینڈ بیگ چھوڑ کر بریلی گیا، قریباً دس بجے پہنچا، اتفاق سے اعلیحضرت اس وقت باہر ہی تشریف فرما تھے فرمایا کس کام کو آئے، عرض کی کچھ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا، پھر دریافت فرمایا، پھر فرمایا اگر کوئی کام نہیں ہے تو میرا ایک کام کر دیجیے، میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام کس کے سپرد کروں،

اتفاق سے آپ آگئے، کام یہ ہے کہ ایک فتوٰی لکھنؤ سے آیا ہے اس میں ایک کتاب کا حوالہ ہے وہ میرے کتب خانہ میں نہیں ہے، لکھنؤ میں ملے گی، اسے لا دیجیے۔ یہ کام سن کر اس قدر صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے خیال ہوا کہ میں تو ہینڈ بیگ چھوڑ کر اس خیال سے آیا تھا کہ ہر وقت وہیں حاضر رہوں اور یہاں سے یہ حکم ملا کہ شہر سے بھی باہر چلا جا۔ مگر اختیار کیا، چار ونا چار یہی عرض کرنا پڑا "بہت اچھا۔" اسی وقت مجھے سفر خرچ عطا کر کے فرمایا کہ گاڑی کا وقت ہے، چھوٹی لائن سے لکھنؤ چلے جائیں، میں نہایت رنجیدہ نکلا اسٹیشن پہنچ کر ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھا اور بہت دیر تک اس صدمہ میں روتا رہا یہاں تک لکھنؤ اسٹیشن آ گیا۔ اسٹیشن سے حضرت شاہ مینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ کر دعا مانگی کہ یہ کام ہو جائے۔ جس سے اعلیٰحضرت خوش ہوں اور ایک سرائے میں قیام کر کے پہلے بریلی شریف عریضہ حاضر کیا کہ میں لکھنؤ پہنچ گیا، یہاں مقیم ہوں، بہت عجلت میں مجھے روانہ فرمایا گیا اور اگر کچھ فرمانا ہو تو یہ پتہ ہے اب تلاش کو جاتا ہوں۔

"النجم" کے ایڈیٹر مولوی عبد الشکور فاروقی لکھنوی سے ملا، جنہوں نے اس کتاب کا حوالہ لکھا تھا انہوں نے کہا کہ "وہ کتاب مطبوعہ نہیں ہے" قلمی ہے اور مولوی عبد الباری صاحب کے کتبخانے میں ہے، ان کے مدرسے کے مدرس اول میرے شاگرد ہیں اور میرے پاس روزانہ آتے ہیں، شام کو میں ان کو کہہ دوں گا۔ میں شب کو پہنچا اتفاق سے وہ آج نہیں آئے۔ وہ صبح کو بھی آتے ہیں جب کہہ دوں گا اس حال کی بھی بریلی اطلاع کر دی اور صبح پہنچا کہ اتفاق سے وہ اس وقت بھی نہیں آئے۔ مولوی صاحب نے کہا وہ شام کو ضرور آئیں گے تب کہہ دوں گا۔ میں نے کہا کہ آپ ان کے نام پرچہ لکھ دیجیے میں خود مل لوں گا۔ میں وہ پرچہ لے کر ان سے مدرسہ میں ملا۔ بولے کہ دو پہر کو یہاں سے اٹھوں گا۔ مولوی عبد الباری صاحب سے کہہ کر دلوا دوں گا، آپ دیکھ لیں، میں نے کہا کہ آپ پرچہ لکھ دیجیے میں معلوم کر لوں گا انہوں نے پرچہ لکھ دیا میں نے مولانا عبد الباری صاحب کو وہ پرچہ دیا، فرمایا کہ ۱۱ بجے کتب کے محرر آتے ہیں، میں ان سے کہہ دوں گا وہ نکال کر دکھا

دیں گے میں نے عرض کی کہ آپ اس وقت یہاں ہوں یا نہ ہوں، ان کے نام پرچہ لکھ دیجیے، انہوں نے لکھ دیا اب یہ خیال ہوا کہ کوئی کاتب تلاش کرنا چاہیے اس وجہ سے کہ مجھے اس زمانہ میں یہ عارضہ تھا کہ لکھتے وقت ایک صفحہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا تھا، ہاتھ میں سخت درد پیدا ہو جایا کرتا تھا اس عارضے کو کچھ عرصہ گزر چکا تھا کئی صاحبوں سے کہا کہ کاتب تلاش کر دیجیے اور خود فوراً بازار گیا اور سادہ کاغذ، روشنائی، قلم، مسطر، دوات تمام سامان لایا۔ ۱۱ بجے منشی صاحب آئے ان کو پرچہ دیا انہوں نے کتب خانہ میں سے وہ کتاب نکال کر مجھ کو دی اور مجھ سے یہ کہا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ اسی مکان کے احاطہ میں کسی جگہ بیٹھ کر آپ اسے دیکھیں۔ لیکن مکان سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہے، میں نے کہا بہت اچھا ایک کاتب صاحب کو تلاش کر دیجیے، دیکھا تو وہ کتاب بہت پرانی کرم خوردہ ۱۸۵ جز کی تھی اور جا بجا الفاظ اڑے ہوئے تھے۔ بریلی سے خط و کتابت جاری ہو چکی تھی اعلیحضرت نے تحریر فرمایا تھا آپ نے بہت اچھا کیا جو فوراً پتہ لکھ دیا اور کچھ ہدایات فرمائیں۔ اب میں نے یہ اطلاع کی کہ یہ کتاب ۱۸۵ جز کی ہے اب کیا کروں؟ اس کا جواب پہنچا کہ اس حالت میں جا بجا سے کچھ لکھ لائیے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مجھے بریلی سے چلتے ہوئے بے حد صدمہ تھا کہ ہر وقت حاضری کے خیال سے اس مرتبہ حاضر ہوا تھا اور صورت یہ پیدا ہوئی مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ روزانہ بلاناغہ گرامی نامے مل رہے ہیں میری جانب توجہ کافی ہے میرا مقصد حاصل ہے لہٰذا میں ان شاء اللہ پوری کتاب نقل کر کے لاؤں گا۔ اس کا جواب پہنچا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے اور میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا ہے کہ یہ خط میری قبر میں رکھ دینا اس لیے کہ اس کا پہلا فقرہ یہ ہے ''نور دیدۂ محبت سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین'' یہ پڑھتے ہی فوراً خیال ہوا کہ اعلیحضرت نے سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین تحریر فرمایا ہے ایک سچے ولی اللہ کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں تو اب ان شاء اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ آرام سے رہوں گا اور ہر کام میں کامیاب ہوں گا اور چونکہ قبر بھی دارین ہی میں ہے اس کے وہاں کے مصائب سے بھی نجات کا ذریعہ ہے اس وجہ سے وہ خط محفوظ کر لیا۔

اب سینے، ۱۱ بجے وہ کتاب ملی، اس خیال سے کہ منشی کی تلاش ہو رہی ہے جب تک وہ ملیں میں ہی شروع کر دوں، اگر چہ ایک صفحہ سے زیادہ نہ لکھ سکوں گا، یہ سوچ کر لکھنا شروع کیا چند سطریں لکھنے پر معلوم ہوا کہ میرا قلم معمول سے زیادہ تیز چلتا ہے اور حرف معمول سے اچھے بن رہے ہیں جب ایک صفحہ کے قریب پہنچا تو خیال تھا کہ اب قلم رکھ دینا پڑے گا مگر درد نہیں پیدا ہوا تو میں نے وہ صفحہ ختم کر کے دوسرا صفحہ شروع کر دیا اور پھر درد کا انتظار کرتا رہا اس لیے کہ وہ بہت تکلیف دہ ہوا کرتا تھا مگر نہ ہوا میں نے تیسرا صفحہ لکھنا شروع کیا اور چوتھا مگر درد نہ ہوا۔ پھر کھانا کھانے اٹھا اور نماز ظہر پڑھ کر پھر جا بیٹھا۔ عصر تک برابر لکھتا رہا درد نہ ہوا۔ اس واقعہ کو آج ۲۹ سال گزر گئے مگر ہاتھ میں درد آج تک نہ ہوا شفائے کلی حاصل ہو گئی جہاں جہاں حروف مٹے ہوئے تھے ان جگہوں کو چھوڑ کر لکھتا چلا گیا اور روزانہ حالات سے اطلاع دیتا رہا یہاں تک کہ ایک ہفتہ میں پنجشنبہ کے دن وہ ۱۸۵ جز کی کتاب ختم ہو گئی۔ جمعہ کے دن ایک طالب علم کو ایک روپیہ دے کر ساتھ بٹھا لیا اور تمام دن میں تصحیح کر لی مگر بہت سے مقامات رہ گئے جو کرم خوردہ تھے۔ ہفتہ کو انہیں مدرس اول صاحب کے پاس جا کر باقی الفاظ کی تصحیح کی مگر پھر بھی کچھ رہ گئے۔ بعدہ جناب مولوی عبدالباری صاحب سے عرض کی کہ دو مرتبہ اس طرح تصحیح کی مگر عبارات تصحیح طلب باقی ہیں، اب یہ آپ کا کام ہے چنانچہ انہوں نے توجہ فرمائی اور تصحیح ہو گئی۔

اس کے بعد میں نے جناب مولانا صاحب سے عرض کی کہ حیدر آباد سے ایک کتاب کی آپ نے تعریف لکھ دی ہے اور اس میں اعلیٰحضرت کے نزدیک کفریات ہیں اس بنا پر انہوں نے آپ کی بھی تکفیر فرمائی اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا کہ بھائی مصنف صاحب نے کتاب کا ایک صفحہ دکھایا مجھ سے لکھوانا چاہا میں نے لکھ دیا تمام کتاب دیکھی نہیں اور اگر میں دیکھتا تب بھی وہ باتیں نہیں نکال سکتا تھا جو مولانا محمد خان صاحب نے نکالیں۔ بات یہ ہے کہ ان کی سی نظر نہیں اور حقیقت یہ ہے جو انہوں نے تحریر فرمایا فی الحقیقت وہی صحیح ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ یہ تحریر فرما دیں تاکہ درمیان میں صفائی ہو جائے انہوں نے

اپنے مفتی صاحب سے اس کتاب کی نسبت فتویٰ لکھوایا کہ اس میں بہت کفریات ہیں اور اسی پر خود دستخط کر کے مجھے دے دیا میں نے یہ دونوں چیزیں لکھنؤ سے لاکر قریب دوپہر حاضر خدمت کیں فوراً باہر تشریف لے آئے اور ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ اتنی جلدی اتنی بڑی کتاب نقل ہونا یہ تو آپ کی کرامت ہے میں نے عرض کی کہ بے شک کرامت ہے جس کی بھی ہو۔ پھر فرمایا اچھا میں اسے دیکھ لوں اور اندر تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کو تشریف لائے اور پھر اندر تشریف لے گئے عصر کی نماز ادا کر کے حسب معمول باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس میں تو سب سے مضامین میرے موافق ہیں۔ فلاں جگہ یہ لکھا ہے فلاں جگہ یہ لکھا ہے غرضیکہ ان کو تمام کتاب حفظ تھی۔ میں نے عرض کی کہ مولوی عبدالشکور صاحب بھی کہتے تھے کہ کیسے بے نفس بزرگ نے یہ کتاب لکھی ہے کہ اپنا نام بھی نہ لکھا اور نہ مولوی عبدالباری صاحب ہی کو نام معلوم تھا۔ فرمایا کہ نام تو ہے فلاں جگہ ''گویا'' لکھا ہے وہ ان کا تخلص ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ میں نے خود لکھی کئی مرتبہ تصحیح کی مگر کچھ نہ سوجھا اور یہ سب کچھ بتا رہے ہیں۔ اعلیحضرت، مولانا عبدالباری کی تحریر ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوئے اور پھر دونوں صاحبوں میں اتفاق ہو گیا اور نا اتفاقی مٹ گئی۔

بگڑے کام ایسے بنائے

انہی کا بیان ہے غالباً ۱۹۰۵ء میں امیر حبیب اللہ خان صاحب والی افغانستان بغرض سیر وسیاحت ہندوستان تشریف لائے انہیں آگرہ میں فوجی کام دکھانے کو دعوت دی گئی اس میں میرٹھ سے آگرہ تک فوج کو ہر پڑاؤ پر رسد کرنے کا ٹھیکہ میاں فرید الدین صاحب رئیس میرٹھ نے لیا مگر کام میں دقت ہوئی، بعدہٗ آگرہ سے واپسی میں یہ حکم ہوا کہ یہی فوج دوراستوں سے واپس جائے گی لہٰذا اب بجائے آٹھ پڑاؤ کے سولہ پڑاؤ ہو گئے اور کام دونا ہو گیا اور بھی دقت بڑھ گئی آدمی بھی بڑھائے مگر کام نہ ہوسکا۔ آگرہ سے علی گڑھ تک چار پڑاؤ کے لیے بہت سے آدمی بھیجے گئے مگر بدامنی اور بے انتظامی کی ہی خبریں آتی رہیں۔ جس سے بڑی پریشانی تھی اور میاں فرید الدین صاحب فکر کی وجہ سے علیل ہو گئے اور علی گڑھ سے میرٹھ تک چار پڑاؤ کا کام

بالکل ادھورا پڑا رہا۔ خان بہادر شیخ بشیر الدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس نصف راستہ کا انتظام آپ کر دیجیے۔ میں نے محض غلطی و ناتجربی کاری کے بنا پر اقرار کر لیا اور انتظام کے لیے روپیہ بھی لے لیا۔ اب میرٹھ سے چل کر پہلا پڑاؤ ہاپوڑ پر چل کر انتظام کرنا چاہا، تب پتا چلا کہ یہ تو بہت دشوار کام ہے اور بغیر بہت سے آدمیوں کے ہو بھی نہیں سکتا ہے۔ یعنی فوج جس وقت آئے اس وقت اس کی تمام ضرورت کی چیزیں اس کو پہنچ جائیں اور سب اچھی ہوں اور جس قدر حکم ہوا اتنی مہیا کی جائیں اور یہ بھی کہ فوج مختار ہے جتنی چاہے لے اور دوسرے دن فوج چل دے گی، جس قدر سامان بچے وہ کچھ بھی پاؤ جمع کرو۔ پھر یہ کہ سرما کا موسم، لکڑی گیلی، مگر ان کو سوکھی دو، گھانس بھوسا جتنی چاہیں اتنی دو۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بڑی چیزوں سے زیادہ پریشان کرتی ہیں، پھر گھانس لانے والے چمار ان کی بات قابل اعتبار نہیں، وقت پر اگر چیز کم ہوگئی تو بے حد خرابی۔ ان حالات کو دیکھ کر میں بہت گھبرایا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا فوراً بریلی چل دیا۔ وہاں پہنچ کر اپنی گھبراہٹ اور پریشانی اعلیحضرت سے عرض کی۔ اگرچہ میرا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی پریشانی اور وقت پیش آتی تو میں ان منشی صاحب کو جن کو میں نے نقل فتاوی کے لیے اپنے قائم مقام کر دیا تھا، ان کو خط لکھتا کہ ظہر کی نماز کے لیے جب اعلیٰ حضرت تشریف لائیں تو میرا سلام عرض کر دیجیے، وہ عرض کرتے، اعلیٰ حضرت جواباً وعلیہ وعلیکم السلام فرماتے، یہاں کام ہو جایا کرتا تھا اور کبھی مجھے کام عرض کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس وقت اپنی سخت پریشانی میں سب حال عرض کرنا پڑا۔ فرمایا کہ وہ فوج کیا امیر حبیب اللہ خاں صاحب کی ہے؟ میں نے عرض کی انگریزوں کی ہے۔ تو فرمایا کہ اگر امیر صاحب کی ہوتی تو میں دعا کرتا۔ اب میں کیا عرض کروں، خاموش ہو رہا اور اسی پریشانی میں دوسرے وقت میرٹھ واپس آیا، ظہر کا وقت تھا، آبادی سے باہر راستے پر ایک باغ تھا، اس میں مسجد نظر آئی، وہاں جانے لگا۔ پیچھے سے آواز آئی مولوی صاحب! میں نے پھر کر دیکھا راستے میں ایک صاحب تھے جن کو میں جانتا نہ تھا، یہ سمجھ کر کہ کسی اور کو پکارتا ہوگا پھر چل دیا، پھر آواز آئی پھر پیچھے دیکھا اور پھر اسی خیال سے چل دیا، پھر آواز آئی پھر پیچھے دیکھا تو راستہ پر ایک سوار تھے انہوں نے کہا کہ میں آپ ہی کو پکار رہا ہوں۔ جا کر ان سے ملا۔

کہنے لگے میں نائب تحصیلدار ہوں اور تحصیل کی جانب سے تمام قسم کا پورا سامان رکھنے کا حکم ہے، اسی لیے بھیجا گیا ہوں، مگر ہم کوئی شئے فوج کو نہیں دے سکتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر ٹھیکیدار کے پاس کوئی چیز کم ہو جائے تو تحصیل پوری کر دے۔ غرض ہم کوئی چیز فوج کو نہیں دے سکتے تاوقتیکہ ٹھیکدار ہم کو اجازت نہ دے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں کے انتظام کے لیے آپ آئے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے آپ کو پکارا اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ بہر حال کہیں سے سامان فراہم کریں گے تو بجائے کہیں اور کے لیے کہ آپ سامان مجھ سے لیں تو ہماری محنت وصول ہو جائے اور ہم نقصان سے بچ جائیں۔ میں نے کہا نرخ اس نے کہا ہر شے بازار کے نرخ سے زائد، میں نے کہا کہ چیز کیسی ہوگی؟ کہا ہر شے بالکل اچھی ہوگی ہر غلہ بالکل صاف، لکڑی بالکل خشک وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا کہ وہ سامان کب ملے گا؟ کہا سب تیار ہے آپ چل کر دیکھ لیجیے۔ میں ان کے ہمراہ گیا، سب سامان دیکھا، انہوں نے کہا کہ سب چیزیں اچھی ملیں گی اور آپ کی اطمینان کے لیے یہ بات کہہ دیتا ہوں کہ فوج آنے پر ہم سب سامان آپ کی طرف سے ان کو اپنے آدمیوں سے بھیج دیں گے اور پسند کرا کر ان سے رسید منگوا دیں گے اور رسیدوں کے مطابق آپ ہمیں قیمت دے دیں اس طرح مزدور اور کام کرنے والے رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ جو ایسے موقع پر پچاس ساٹھ سے زیادہ رکھنے پڑتے ہیں۔ میں نے ہر چیز کا نرخ لکھ کر ان سے دستخط کرا لیے اور چند اشرفیاں بطور بیعانہ دے دیں اور ان سے ان کی رسید لے لی اور میں رخصت ہوا۔ اب انہوں نے کہا کہ اتنی بات اور مان لیجیے کہ اگلے پڑاؤ پر دوسرے نائب تحصیلدار صاحب ہیں۔ مہربانی فرما کر اول آپ ان سے مل لیں اگر وہ آپ کے حسب منشا معاملہ کر لیں تو پھر آپ خود کوئی انتظام نہ فرمائیں۔

ظہر کی نماز پڑھ کر میں روانہ ہوا دوسرے پڑاؤ پر عصر کی نماز پڑھی اور اسی طرح معاملہ کیا پھر تیسرے پر مغرب پڑھی اسی طرح وہاں کا معاملہ بھی طے کیا اور صبح کو چوتھی جگہ کا معاملہ طے کر کے میرٹھ آ گیا۔ خان بہادر صاحب نے مجھے دیکھ کر گھبرا کر فرمایا کہ ابھی تک گئے نہیں؟ میں نے عرض کی ہو آیا اور سارا انتظام کر آیا۔ انہیں یقین نہ آیا اور فرمایا کہا اگلے

نصف راستے کے چار پڑاؤ کے لیے بہت سے آدمی آ گئے ہیں اور پرسوں ۲۴ گھیرے معہ گھوڑوں کے سواری گاڑی سے ایک جگہ کے لیے روانہ کیے ہیں مگر ابھی تک کہیں سے انتظام ہونے کی خبر نہ آئی بہت بڑی پریشانی ہے آپ کیا فرما رہے ہیں کہ میں ہو آیا اور انتظام کر آیا۔ میں نے عرض کی کہ ان قصوں کو رہنے دیجئے آپ اپنا کوئی آدمی بھجیں میں ان کو سب سامان مہیا کر دوں وہ ہر شے اچھی دیکھ کر مجھ سے لے لیں یہ سن کر خان بہادر صاحب بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ اچھا اگر آپ کو کوئی ایسی ترکیب آتی ہے تو اگلے چار پڑاؤ میں بھی کچھ امداد فرما دیجیے چنانچہ دوسرے دن جا کر میں نے انہیں بھی جو ضرورت تھی پوری کر دی۔ اعلیٰحضرت کے تصرفات کا اس سے اندازہ کیجیے کہ کیسا مشکل کام خود بخود کس قدر آسان ہو گیا۔ عجیب زبردست صاحب تصرف ہیں۔

زخموں پر ہاتھ رکھتے ہی اچھا کر دیا

انہی کا بیان ہے کہ ۱۹۰۷ء میں صبح کو ۵-۷ منٹ میں بہت سخت ورم میرے گھٹنے سے ران کی جڑ تک پیدا ہو گیا ڈاکٹر نے کہا فوراً گھر جاؤ گھر جا کر بیٹھا تو پھر اٹھا نہ گیا اور یہ ورم تخمیناً ۵-۶ انچ موٹا تھا اس میں تکلیف پیدا ہوئی ہر چند کہ ڈاکٹروں نے علاج کیے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میرے بھائی طبابت کرتے تھے جناب حکیم علی بہادر صاحب نے ان کو اجمیر شریف سے اور جناب والد ماجد صاحب کو بدایوں سے بلایا سب نے ہر چند کوشش کی کچھ فائدہ نہیں ہوا بلکہ تکلیف بڑھتی ہی گئی اور نیچے کا پاؤں سمٹ کر ران سے مل گیا گھٹنا بے حد لاغر ہو گیا جسم کی قوت کا یہ عالم ہو گیا کہ پوسٹ کارڈ تھامنے سے نہیں رکتا تھا، گر پڑتا تھا بہت ہی تکلیف تھی سارا گھر شبانہ روز پریشان۔ تین مہینے ہو گئے۔ بریلی شریف کئی عریضے بھیجے کسی کا جواب نہ آیا چند عزیز بدایوں کے مجھے دیکھنے آئے ان کا آہستہ کہنا میں نے سن لیا کہ محمد حسین ختم ہو گیا کسی کو امید زیست نہ تھی۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا کہ بریلی راستہ میں واقع ہے، میرا ایک پرچہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں پہنچا دینا۔ اس میں بمشکل یہ لکھا "یہ تو میں جانتا ہوں کہ حضور نہایت ہی عدیم الفرصت ہیں لیکن

کیا ہم خدام کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہمارے مرتے وقت آپ کام آجائیں''، سلام وغیرہ کچھ نہ تھا بڑی دشواری سے یہ لکھا گیا تھا وہ پرچہ آپ کو بعد نماز جمعہ مسجد میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسی وقت تار دیا جو شام کو میرٹھ آیا لکھا تھا کہ ''گھبراؤ مت اچھے ہو جاؤ گے۔'' اس تار کے آنے سے گویا تن مردہ میں جان آگئی صبح ہفتہ کو گرامی نامہ آیا جو یقیناً اسٹیشن پر گاڑی میں ڈلوایا ہوگا۔ گرامی نامہ کا مضمون کچھ اس طرح کا تھا کہ میں نے تمہارے خطوط کا جواب نہیں دیا اس میں مصلحت تھی ورنہ میں ہر وقت بطریق روحانی تمہارے ساتھ ہوں۔ (تمام عمر میں ایک فقرہ ایسا دیکھا سنا جس سے تصرف کا پتا چلتا ہے ورنہ کبھی زبان مبارک سے ایسے الفاظ ہرگز نہیں نکلتے تھے) ایک نسخہ مجوزہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم لکھتا ہوں اس عبارت کو چینی کی پلیٹ پر لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر اس روغن کی مالش کرو۔ اسی وقت خان بہادر شیخ بشیر الدین صاحب کے یہاں آدمی بھیجا روغن زیتون مل گیا وہ عبارت لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر مالش کیا۔ پہلے دن کچھ نہیں دوسرے دن ایسے سخت پھوڑے میں جو نہایت سخت کھیرے کی طرح تھا نرمی معلوم ہوئی اور تیسرے دن اس کے درمیان میں ایک سوراخ ہوا اور پیپ کے ۲۲ پیالے نکلے اس دن مجھے اور میرے گھر والے کو ایسی بے ہوشی کی نیند آئی کہ کسی کو ہوش نہیں تھا کہ کہاں پڑا ہے۔ بعدہ روزانہ روغن کی مالش کی جاتی اور پیپ نکلتی اور سکون بڑھتا جاتا۔ بھوک کھلی، اول اول کچھ کھا کر بے ہوش ہو جایا کرتا تھا جسم میں قوت آنی شروع ہوئی گھٹنا خود بخود فربہ ہونا شروع ہوا اور نیچے کا پاؤں خود بخود کھلنا شروع ہوا حتیٰ کہ صحیح ہو گیا پھوڑا جو انداز اُ ۵-۱۶ انچ چوڑا اور ۱۲ انچ لمبا تھا وہ نصف سے کچھ زیادہ رہ گیا اور میں ٹیڑھے پاؤں سے کھڑا ہونے لگا۔ خیال ہوا کہ پھوڑے کا سوراخ چھوٹا ہے اسے ذرا بڑھوا دوں تو جلدی آرام ہو جائے۔ شفا خانہ گیا سول سرجن کو دکھایا اور انہوں نے سلائی اندر ڈال کر دیکھا اور ناسور سمجھا بغیر مجھ سے کہے نشتر لا کر ایک دم ایک جانب چیر دیا۔ نیچے کے حصے کی ان کو خبر نہیں زیادہ خون نکلا اس قدر کثرت سے خون دیکھ کر نیچے کے حصہ کا ذکر کرنے کی ہمت نہ پڑی اور یہ اس کا زخم خود ۶ انچ لمبا ہو گیا بمشکل ڈولی میں مکان آیا سارے کپڑے اور ڈولی خون میں تر۔ سب دیکھ کر گھبرا گئے مگر اب کیا ہو روزانہ کمپوڈر آ کر

زخم دھوتا اور دوا کی پٹی باندھتا۔ نیچے کے پھوڑے پر روغن کی مالش بند اس لیے کہ حرکت نہ ہو جب اوپر کے زخم کو آرام ہوا جب تک نیچے کا خوب سخت ہو گیا۔ اب جو کھڑا ہوا تو پاؤں بالکل ٹیڑھا اور اس تمام قصے میں دس مہینے ہو گئے۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب اگر نیچے کے حصہ پر پھر اسی روغن کی مالش کی جائے تو پھر پکنے پھوٹنے سے اور اچھے ہونے میں بڑا زمانہ چاہیے تم بریلی جاؤ اور اعلیٰحضرت سے دریافت کرو اب کیا کرنا چاہیے میں بریلی گیا تین دن حاضر رہا چونکہ اپنی بات عرض کرنے کی عادت نہ تھی کہا نہیں گیا۔ شب کے ۱۲ بجے کی گاڑی سے واپسی کا خیال ہے تانگہ دروازہ پر کھڑا ہے بعد عشا حضرت تشریف لا کر کچھ باتیں فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ مجھے فکر ہے کہ مجھ سے ایک بات پوچھی جائے گی میں کیا جواب دوں گا فرمایا کیا عرض کیا کہ والدہ صاحبہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت سے دریافت کرنا کہ اب پھر وہی روغن استعمال کریں یا کیا کریں اس میں پھر بہت وقت لگے گا۔ فرمایا کہاں ہے؟ اعلیٰحضرت میرے دہنے ہاتھ کی طرف بیٹھے تھے ان کا بایاں دست مبارک میں نے پھوڑے پر رکھ دیا تین مرتبہ دست مبارک پھوڑے پر پھیرا اور کچھ لب ہائے مبارک ہلتے نظر آئے۔ بس ہاتھ اٹھا لیا نہ دم فرمایا نہ کچھ اور فرمایا، میں نے کچھ اور عرض کیا بعدہ رخصت ہو کر تانگے میں سوار ہو کر اسٹیشن آیا جب اسٹیشن پر اتر کر اندر گیا ریل میں بیٹھا تو اس چلنے میں کچھ نرمی معلوم ہوئی اور جب میرٹھ اسٹیشن پر اتر کر گھر چلا تو کچھ بھی نہ تھا اور دوسری بات یہ کہ جو زخم علاج سے اچھا ہوا تھا وہ عرصہ تک گھوڑی کی سواری پر دکھتا رہا مگر یہ بالکل اچھا تھا۔ سبحان اللہ عجیب وغریب تصرف تھا۔

ایک ماہ کچھ نہیں کھانے کے بعد بھی کمزوری نہیں

انہی سید صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور مولانا عبد العلیم صاحب بریلی گئے۔ اس زمانے میں اعلیٰحضرت نے عرصہ سے کچھ نوش نہیں فرمایا تھا گھر والوں نے بہتیرے عرض کیا مگر قبول نہ ہوا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر حسن میاں مرحوم نے فرمایا کہ آج حضرت کو ۳۱ دن ہوئے کوئی چیز نہیں کھائی ہے، ہر چند عرض کیا مگر نہیں مانتے آپ لوگ مہمان ہیں اور مہمان کا کہنا ماننا سنت ہے آپ صاحبان عرض کریں۔

جب حضرت نماز کو تشریف لائے مولانا عبدالعلیم صاحب نے کچھ عرض کیا کچھ جواب نہ دیا دوسری نماز کے بعد پھر عرض کیا پھر جواب نہ ملا۔ تیسری مرتبہ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ مولانا آپ یہ کس غرض سے فرمارہے ہیں۔ عرض کی حضور تمام اوقات دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں، مقصد یہ کہ حضور کو ضعف نہ ہو ورنہ ان کاموں میں حرج ہوگا۔ فرمایا کہ میرے ذمہ فتاوٰی نویسی اور پنج وقتہ جماعت میں حاضری ہوتی ہے اور اگر کوئی صاحب تشریف لائیں اور کوئی مسئلہ دریافت کریں تو ان کا جواب عرض کرنا ہے۔ ان تین کاموں سے آپ نے کس کام میں تساہل پایا۔ مولانا یہ عادت تو جانوروں کی ہوتی ہے کہ دانا چارہ ملا تو کام کیا ورنہ نہیں۔ انسان کی یہ خصلت نہیں۔ یہ سن کر کوئی جواب بن نہ پڑا جب آپ کچھ رضامند ہوئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ پہلے تھوڑا دودھ دیا جائے ورنہ نقصان ہوگا، آنتیں خشک ہوگئی ہیں چنانچہ ترسٹھویں وقت آپ کو تھوڑا سا دودھ دیا گیا۔

شدید گرمی میں اعلیٰ حضرت پر بادلوں کا سایہ کرنا

انہی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بریلی شریف گیا دو دن رہ کر سنا آج حضرت ایک موضع کو تشریف لے جائیں گے، آپ کے ایک مرید خان صاحب نے دعوت کی ہے کچھ لوگ ہمراہ جائیں گے۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ ایسی حالت میں کہ حضور ہر وقت مردانہ میں تشریف رکھیں گے زیادہ حاضری کا موقع ملے گا ہمرکاب چلنے کی اجازت لے لی۔ غالباً قریب عصر ریل چلی اس موضع کے اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھ کر بیل تانگوں میں سب سوار ہوئے اور اعلیحضرت پالکی میں وہ موضع ۴-۵ میل پر واقع تھا۔ وہاں پہنچے قرب وجوار کے مواضعات کے لوگ برابر آتے جاتے رہے، دو دن وہاں قیام فرمایا ہر وقت آدمیوں کی کثرت تھی خانصاحب نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر وقت کے کھانے میں صرف مرغ کا گوشت ہوا کرتا تھا۔ اب واپسی کا وقت آیا تو روانگی کا وقت ۲ بجے مقرر ہوا۔ سب نے ظہر کی نماز پڑھی تانگوں میں سوار ہوئے شدید گرمی اور سخت دھوپ تھی۔ میں متعجب تھا کہ حضور کا نہایت گرم مزاج ہے اور اس قدر سخت گرمی ہے اور وقت بھی دوپہر کا تھا مگر

قدرت خداوندی کہ ۱۵۔ ۲۰ قدم چلے ہوں گے کہ ابر آیا اور اسٹیشن تک برابر ساتھ ہی ساتھ چلتا رہا جسے دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوتا تھا اس لیے کہ ابر کا زمانہ نہ تھا۔

مریدوں کی حالت سے اعلیٰ حضرت باخبر تھے

مولوی مبین الدین صاحب امروہی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ فرماتے ہیں ایک مرتبہ امروہہ سے چند اشخاص حافظ محمد شفیع صاحب اور محمد ابراہیم خان صاحب اور رفیق احمد صاحب درخشاں بریلی اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے بی بی جی کی مسجد میں جلسہ منعقد تھا محمد ابراہیم خان صاحب اور رفیق احمد صاحب اور محمد شفیع صاحب کے والد حافظ کرامت اللہ صاحب نعت خوان تھے اسی جلسے میں ان حضرات نے نعت پاک سنائیں حافظ کرامت اللہ صاحب امروہہ کے منتخب نعت خوان تھے اور شب بیدار عابد و زاہد۔ جلسہ سے فارغ ہوکر یہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں پہنچے اس وقت نعت خوانی کا تذکرہ تھا اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب (یعنی حافظ کرامت اللہ صاحب) کی طہارت میں نقصان ہے انہیں چاہیے کہ کامل طہارت کیا کریں جب حافظ صاحب مذکور سے کہا گیا کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تو غور کے بعد بولے کہ بالکل سچ فرمایا کہ میں استنجا صرف ڈھیلے سے کیا کرتا ہوں پانی سے نہیں کرتا ہوں پھر غالباً اس مرتبہ یا اس کے بعد رفیق احمد صاحب درخشاں اور حافظ محمد شفیع احمد صاحب اور محمد ابراہیم خان صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔

شیر، اعلیٰ حضرت کے باڈی گارڈ تھے

مولوی برکات احمد صاحب نبیرہ مولانا عبداللطیف صاحب برادر خورد حضرت محدث سورتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کا اکثر معمول تھا کہ رات کے ۱۲ ساڑھے بارہ بجے مسجد میں وظائف وغیرہ پڑھا کرتے تھے، اس زمانے میں وہابیہ آپ کے سخت خلاف تھے چنانچہ ان کے ایک گروہ نے کمیٹی بنائی اور یہ مشورہ کیا کہ اعلیٰحضرت رات کے بارہ بجے تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں اور سارے لوگ اس سے پہلے ہی سو جاتے ہیں، ایک دن رات کے پونے

بارہ بجے جا کر حضرت کو تلوار سے جا کر قتل دیں تو سنیوں کا بیڑہ غرق ہو جائے گا اور پھر ان جیسا آدمی سنیوں کو نہیں مل سکتا۔ چنانچہ دو وہابی اس ارادے سے پونے بارہ بجے آئے اور مسجد کے قریب پہنچ گئے جب آپ مسجد سے باہر سڑک پر تشریف لائے تو ان لوگوں نے چاہا کہ آپ پر وار کریں تو دیکھتے کیا ہیں کہ دو شیر آپ کے دائیں اور بائیں ہیں اور اعلیٰحضرت کے ساتھ ساتھ مسجد کے دروازہ سے مکان کے پھاٹک تک حضور کے ساتھ گئے آپ صحیح وسالم اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے تو وہ دونوں شیر غائب ہو گئے یہ حال دیکھ کر وہ دونوں وہابی اپنے اپنے مکان واپس گئے اور صبح کے وقت اپنے ہم مذہبوں کمیٹی والوں سے کہا کہ بیشک تم وہابی بے دین ہو اور اعلیٰحضرت دیندار ہیں تم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ معلوم ہوا کہ تم غلط راستہ پر ہو اور اعلیٰحضرت صحیح راہ پر ہیں تمہارا ایمان باطل اور ان کا صادق ہے، ان سے کہا، ہم اب آپ کے ساتھ ہیں چنانچہ دوسرے روز وہ لوگ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اور کہا ہم لوگ توبہ کرنے آئے ہیں آپ ہمیں اپنا حلقہ بگوش بنالیجیے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں حاضر ہوں وہ لوگ جماعت سلسلۂ اہلسنّت والجماعت میں داخل ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت نے مرید کی ڈوبتی کشتی کو کنارہ لگایا

مولوی ابو علی محمد تقی احمد صاحب مالاباری قادری نقشبندی امام مسجد اکلیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں دھوراجی حاجی عبدالغنی صاحب کے یہاں مقیم تھا کہ مولانا امجد علی صاحب وہاں تشریف لائے اور اعلیٰحضرت کے حالات کے ضمن میں بیان فرمایا کہ ہم اعلیٰحضرت سے درس حدیث لے رہے تھے کہ خلاف عادت حضرت وہاں سے اٹھے اور پندرہ منٹ کے بعد قدرے متفکر و پریشان واپس تشریف لائے اور دونوں ہاتھ آپ کے مع آستین کے تر تھے تو مجھے پکارا میں مسجد کے باہر آیا تو حکم فرمایا کہ خشک کرتہ لے آیئے میں نے حاضر کیا حضور نے پہنا اور پھر وہ ہم لوگوں کو درس حدیث دینے لگے۔ مگر میرے دل میں یہ عجیب بات کھٹکی تو میں نے وہ دن تاریخ وقت لکھ لیا چنانچہ گیارہ دن کے بعد ایک جماعت تحف وتحائف لے کر حاضر ہوئی۔ جب وہ لوگ چند دن رہ کر واپس جانے لگے تو میں نے ان

سے ان کا حال پوچھا کہ کہاں مکان ہے اس وقت کہاں سے تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا۔ ان لوگوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ہم فلاں تاریخ کشتی میں سوار ہوئے ہوا تیز چلنے لگی موجیں زیادہ ہونے لگیں یہاں تک کہ کشتی کے الٹ جانے اور ہم لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہوا تو ہم نے اعلیحضرت سے توسل کیا اور نذر مانی تو دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کشتی کے نزدیک آیا اور کنارہ اس کا پکڑ کر گھاٹ کے کنارے پہنچا دیا تو اعلیحضرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو بچالیا تو وہی نذر پوری کرنے اور اعلیحضرت کی زیارت کو آئے ہیں۔ حضرت استاذ مولانا امجد علی نے اس جگہ کا نام فرمایا تھا لیکن ہم اس وقت بھول گئے۔

ایک جگہ بیعت ہونے کے بعد دوسری جگہ بیعت ہونا جائز نہیں

مولوی مبین الدین صاحب امروہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ محترم عاشق حسین صاحب زبیری میرٹھی نے مجھ سے کئی مرتبہ یہ واقعہ بیان کیا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب بریلوی و مولوی محمد حبیب اللہ صاحب میرٹھی کے ساتھ بریلی حاضر ہوا وہ زمانہ نوری میاں صاحب علیہ الرحمۃ مارہروی کے عرس سراپا قدس کا تھا وہاں پہنچ کر طبیعت میں خواہش ہوئی کہ حضرت سے بیعت ہو جاؤں کسی نے خدمت اقدس میں عرض کر دیا کہ یہ صاحب داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں حضرت نے مجھ کو داخل سلسلہ فرمالیا اور شجرہ شریف اور کچھ اوراد تعلیم فرمائے اور ایک ترکیب سورہ تبت یدا کی تعلیم فرمائی۔ کچھ مدت کے بعد والد صاحب کے ساتھ موضع سوندہ شریف ضلع گوڑگاؤں میں حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت میاں راج شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند تھے اور والد صاحب مرحوم نیز دیگر اکثر اہل خاندان کے پیر و مرشد تھے وہاں پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بھی ان سے بیعت ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ خاندانی پیر و مرشد بھی ہیں اور صوفی بھی ہیں اور اعلیحضرت علیہ الرحمۃ اللہ علیہ تو عالم ہیں صوفی نہیں چنانچہ بیعت کا خیال مولانا عبداللہ شاہ صاحب سے ظاہر کیا اور اعلیحضرت سے بیعت ہونا بھی عرض کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اور وہ ایک ہی خاندان قادریہ سے متعلق ہیں ایک ہی بات ہے اب تم کو بیعت ہونے کی کیا ضرورت

ہے تم بریلی میں بیعت ہو چکے بس وہی کافی ہے۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا کہ پیر بمنزلہ امام اور مرید مثل مقتدی اگر مقتدی نے نیت توڑ دی تو وہ جماعت سے الگ ہو گیا اب وہ دوسری جگہ جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ الغرض میں نے اپنی اوائل عمری اور حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان سے بیعت ہونے پر اصرار کیا۔ بالآخر حضرت شاہ صاحب نے بیعت کر لیا۔ یہ واقعہ صبح کو ہوا چونکہ گرمی کا موسم تھا بیعت و فراغت طعام کے بعد خانقاہ شریف میں جا کر سو گیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تشریف لائے نہایت ناراض اور غصہ کی حالت میں مجھ سے فرمایا کہ یہاں کس بات کی کمی تھی جو تم دوسری جگہ گئے۔ میرا شجرہ لاؤ اور اوراد بھی واپس کرو۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا وہ عمل بھی واپس کرو جو تم کو بتایا تھا یعنی تبت یدا کا عمل جو مجھے یاد بھی نہ تھا کہ حضرت نے تعلیم فرمایا ہے۔ یہ دیکھ کر فوراً میری آنکھ کھل گئی اسی وقت حضرت عبداللہ شاہ صاحب کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا اجی میاں! اعلیٰحضرت ناراض ہو گئے خواب میں تشریف لا کر شجرہ وغیرہ واپس لے گئے۔ شاہ صاحب کچھ دیر تک خاموش رہ کر فرمانے لگے میرے گھر کا بچہ تھا میرے پاس آ گیا مولوی صاحب یعنی اعلیٰحضرت کو ناراض نہیں ہونا چاہیے تھا اور بہت دیر تک کچھ کچھ وقفہ کے بعد اسی جملے کی تکرار فرماتے رہے۔ پھر میں خانقاہ واپس چلا آیا پھر والد صاحب کے ساتھ میرٹھ واپس آ گیا لیکن اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی ناراضی کا میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ میں ہر وقت پریشان رہنے لگا۔ مجھ پر دنیوی تفکرات کا ہجوم رہتا اور کچھ عجب کرب و بے چینی دل میں پاتا تھا اسی حالت میں دو سال گزر گئے بالآخر دل نے کہا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰحضرت سے معافی کا خواستگار ہونا چاہیے۔ چنانچہ بریلی حاضر خدمت اقدس ہوا اور تمام واقعہ اعلیٰحضرت کی خدمت عالیہ میں عرض کیا اور روتا رہا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا "میاں ابھی تم بچے ہو" پیری مریدی کو سمجھتے نہیں ایک جگہ بیعت ہونے کے بعد دوسری جگہ بیعت ہونا جائز نہیں۔ خیر اس کے بعد وہ پریشانی دور ہوئی۔

کرامات حجۃ الاسلام

مختصر تعارف حضور حجۃ الاسلام

آپ کی ولادت ربیع النور ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں بریلی شریف میں ہوئی اور ۱۷ / جمادی الاول ۱۳٦۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء میں پردہ فرما گئے۔ آپ کی تعلیم والد ماجد کے سائے شفقت میں ہوئی۔ اور اپنے وقت کے جید عالم ربانی ہوئے۔ دنیا نے آپ کو اعلیٰ حضرت کا جانشین کہا بلکہ یہ بھی کہ اگر اعلیٰ حضرت نے ہوتے تو آپ ہی اعلیٰ حضرت ہوتے۔

آپ سرکار نور سیدنا شاہ ابوالحسین نوری مارہروی قدس سرہ کے مرید خاص اور خلیفہ مجاز تھے، پیرو مرشد ہی کے حکم سے والد نے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی اجازت و خلافت سے نوازا۔ سلسلہ قادریہ رضویہ برکاتیہ کی اشاعت کے لئے متحدہ ہندوستان کا دورہ فرمایا اور لاکھوں فرزندان توحید کو مشرب قادریت کا جام پلا یا پلایا۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے جیسا کہ ان کی سوانحی کتابوں سے نمایاں ہے۔ آپ کے مشاہر خلفاو تلامذہ میں محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رضوی لائلپوری، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن حامدی محدث اڑیسہ، امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین اشرفی، مفتی قاضی شمس الدین جونپوری، مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی، مناظر اسلام علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں پیلی بھیتی، مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات محمد احمد لاہوری علیھم الرحمہ کے اسماء معروف ہیں۔

والد ماجد کے دست راست کی حیثیت سے ملک و بیرون ملک ساتھ ساتھ رہے اپنی تصانیف کے ساتھ والد ماجد کی بعض تصنیفات کا بھی اردو میں شاندار ترجمہ کیا۔ آپ کی تصانیف میں بہمہ وجوہ رنگ اعلیٰ حضرت نمایاں ہے جسے ان کی کتاب کا مطالعہ کرنے والے بہتر جانتے ہیں ان کی تصانیف میں فتاویٰ حامدیہ، الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، سد الفرار، اجلی انوار الرضا، آثار المبتدعین لہدم جبل المتین، نعتیہ دیوان، سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سبیل العناد والفتنۃ، حاشیۃ ملا جلال، حاشیہ کنز المصلی مشہور ہیں۔ آپ کی ذات عالم ربانی اور صوفی باصفا کی حیثیت سے مسلم ہے۔ تفصیلات حالات کے لئے سہ ماہی رضا بک ریویو کا حجۃ الاسلام نمبر کا مطالعہ کیا جائے۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سیف زبان بنایا تھا۔ جو کہہ دیتے آج نہ کل وہ بات ہو کے رہتی تھی۔ اس سلسلہ میں دو ایک واقعہ جن کے چشم دید گواہان ابھی بھی موجود ہیں یہاں ضابطہ تحریر میں لے آنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ محفوظ ہو جائے ورنہ کچھ دنوں کے بعد یہ سب نسیاً منسیا ہو جائیں گے۔ ترہت (شمالی بہار) علاقہ میں حضرت والا کی عموماً آمد ورفت ہوتی رہتی تھی جس کی ابتدا ۱۳۱۸ھ سے ہوئی اور سال وصال ۱۳۶۲ھ تک جاری رہی عموماً آپ کی مرکزی قیام گاہ پوکھریرا محلہ نورالحلیم شاہ میں ہوا کرتی۔ اور آپ وہیں سے قرب وجوار کے علاقہ میں دورہ فرماتے کوئلی نانپور پوپری ہوتے ہوئے رضا باغ گنگٹی کی آمد ورفت ہوتی ایک مرتبہ بذریعہ "پالکی" آپ پوکھریرا سے گنگٹی تشریف لے جارہے تھے سڑک پر لوگوں کی بھیڑ نظر آئی تو آپ نے پالکی اُٹھانے والوں کو رُکنے کا حکم دیا۔ پالکی کے پیچھے درجنوں کی تعداد میں مریدوں کی جمعیت چل رہی تھی۔ آپ نے فرمایا دیکھو بھیڑ کیسی ہے؟ تحقیق حال کے بعد خادموں نے عرض کیا حضور! ایک شخص پیٹ کے درد سے بے حال ہے اسی کو لوگ چارپائی پر اٹھا کر پوپری ہاسپیٹل لے جارہے ہیں جب درد زیادہ ہوا تو چارپائی سڑک پر رکھ دی گئی اور تماشہ بین لوگ اکٹھا ہو گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا نہ تو اس کے پیٹ میں کوئی مرض ہے اور نہ ہی درد ہے۔ وہ یونہی واویلا مچا رہا ہے۔ ادھر آپ یہ فرمارہے ہیں اُدھر وہ چارپائی سے اُٹھ بیٹھا اور پاؤں پاؤں چل کر پالکی کے قریب آیا۔ وہ شخص ہندو تھا دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر عرض کرنے لگا مائی باپ مجھے بچالو۔ آپ کو دیکھتے ہیں میرے پیٹ کا درد کافور ہو گیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ خدائے پاک تجھے ہدایت دے اب یہ درد نہیں ہوگا۔

جس کو لوگ چارپائی پر اُٹھا کر رائے پور سے پوپری سے لے جارہے تھے اب وہی شخص پاپیادہ اپنے گھر رائے پور لوٹ آیا ابھی مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ وہ اپنے پورے گھر کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

سفرِ کمتول میں برکتوں کی بارش

آپ اپنے ایک شاگرد رشید مولانا عبدالحفیظ صاحب کی خصوصی دعوت پر موضع رتھوس (امسال ۲۸؍جنوری ۲۰۱۳ء کو جب میں ایک جلسہ میں شرکت کرنے کی غرض سے رتھوس پہنچا تو اس مسجد و مکان کی زیارت سے مشرف ہوا جہاں حجۃ الاسلام نے قیام فرمایا تھا) سے کمتول ریلوے اسٹیشن تشریف لائے تاکہ وہاں سے جنکپور روڈ کا ریلوے سفر کریں۔ ٹرین آنے میں دیر تھی لہٰذا پلیٹ فارم پر ایک کرسی رکھ دی گئی جس پر آپ تشریف فرما ہوگئے۔ جتنے مسافرین جنکپور روڈ یا دربھنگہ کی طرف جانے والے اسٹیشن پر آئے وہ سب آپ کے گرد جمع ہوگئے آپ کے حسن خداداد اور اُس پر روحانیت کے لمعات کو دیکھ کر لوگ حیرت زدہ تھے۔ ہندوؤں کی زبان سے بے ساختہ نکل رہا تھا یہ منش نہیں بھگوان ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) کوئی پاؤں چومتا تھا کوئی پرنام کرتا تھا۔ شدہ شدہ یہ خبر کمتول بازار میں پہنچ گئی جہاں چار پانچ گھر درزی کا کام کرنے والے مسلمان تھے۔ وہاں سے دو چار مسلمان دوڑے اور اسٹیشن پہنچ گئے پاؤں پکڑ کر عرض کرنے لگے حضور! ایک دن کے لیے ہم لوگوں کے یہاں آپ تشریف رکھیں چنانچہ آپ راضی ہوگئے کمتول اسٹیشن سے کمتول بازار میں بذریعہ پالکی تشریف لائے جناب حافظ عثمان مرحوم کے یہاں قیام کیا۔ وہ پہلی نظر دیکھتے ہی نثار ہوچکے تھے دامن سے وابستہ ہوگئے۔ گھنٹے دو گھنٹے میں سینکڑوں مسلم ہندو کی بھیڑ اکٹھی ہوگئی دور ، دور تک خبر پہنچ گئی کہ کمتول بازار میں کوئی آسمانی مخلوق کی جلوہ گری ہوگئی ہے۔ دیکھتے دیکھتے یک انار صد ہزار بیمار کا مقولہ پیکر نفوس میں نظر آنے لگا۔ اُنہیں حاجت مندوں میں حافظ عبد الرؤف محلہ درزی ٹولہ موضع جالہ اپنے بیمار بھائی عبدالشکور کو لیکر پہنچ گئے۔ اور عرض کرنے لگے حضرت حضرت! میرا یہ بھائی دربھنگہ ہاسپٹل سے یہ کہہ کر فارغ کردیا گیا ہے کہ اس کو پیٹ میں کینسر کی بیماری ہے جس کو ٹھیک ہونا ناممکن ہے۔ لہٰذا آپ ان کے لیے دعاء فرمادیجئے آپ نے فرمایا اس کے پیٹ پر سے کرتا ہٹایئے میں دیکھوں کیا ہے۔ آپ کی پلنگ سے دو ڈھائی میٹر کی دوری پر عبدالشکور کھڑے تھے کپڑا اٹھایا گیا تو آپ نے فرمایا ڈاکٹر ناتجربہ کار ہے کسی

اچھے حکیم کو دکھلا دیجئے اس کے پیٹ میں کوئی خرابی نہیں ہے اور کینسر کا تو نام ونشان تک نہیں۔
پھر حافظ عبد الرؤف نے نہ تو کسی حکیم کو دکھلایا اور نہ ہی کوئی دوا چلائی بس آپ کے کہنے پر ایسا بھروسہ ہوا کہ دوا دارو سے بے نیاز ہو گئے۔ بفضلہٖ تبارک وتعالیٰ وبعون حبیبہٖ الاعلیٰ اس کے بعد عبد الشکور صاحب تقریباً پچاس سال زندہ رہے دوسری بیماری تو ہوئی مگر پیٹ کا کوئی مرض نہیں ہوا۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کمتول بازار میں صرف ایک دن نہیں بلکہ پانچ چھ دنوں تک رُک گئے جناب حافظ محمد عثمان صاحب حافظ محمد اسحاق صاحب اور ان کے علاوہ کئی معظم شخصیتوں نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اُنہیں دنوں ان حفاظ کرام کے لائق وفائق استاذ حضرت مولانا حافظ محمد میاں جان کی حاضری بھی آپ کی خدمت گرامی میں ہوئی جو پہلے ہی سے شیخ المشائخ حضرت مولانا سید علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے دست گرفتہ تھے تو حضور حجۃ الاسلام نے ان کی بڑی عزت افزائی کی اور اپنے سلسلہ رضویہ نوریہ برکاتیہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ویسے اس علاقہ میں تو آپ کے متعدد خلفاء تھے مثلاً حضرت مولانا شاہ ولی الرحمن صاحب پوکھریروی حضرت مولانا ماہر رضوی مدھوبنی، حضرت مولانا مفتی ابو سہیل انیس عالم صاحب سیوانی وغیرہ ہم علیہم الرحمہ والرضوان اسی قیام کے دوران حضرت والا نے ایک جمعہ کی نماز کمتول اسٹیشن سے متصل چھونٹا کی مسجد میں بھی پڑھائی جس میں راقم الحروف کو بچپنے کے عالم میں حضرت کی اقتداء کا شرف حاصل ہوا۔ یہ منظر اب تک میری نگاہوں میں ہے کہ حضرت والا مذکورہ مسجد کے بلند وبالا دروازے پر کرسی کے اوپر تشریف فرما ہیں اور لوگ یکے بعد دیگرے آپ سے مصافحہ کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ آج کل اس آبادی کو رضا نگر چھونٹا کہا جاتا ہے جہاں مولانا سلطان رضا قادری ہیں۔

لاکھوں افراد کے لیے خشک سالی میں پانی کا انتظام

تاجدار ترہت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت العلام مولانا مفتی شاہ عبد الرحمن

صاحب محبی صدیقی پوکھریروی نے اپنی عالم جوانی ہی کے دور سے پوکھریرا میں ہر سال جلسہ جلوس کا اہتمام فرمایا جس میں متحدہ ہندوستان (برصغیر) کے منتخب اور متبحر علماء ربانی مشائخ عرفانی شرکت فرماتے رہے یہ پورے شمالی بہار میں اپنی نوعیت کا منفرد جلسہ ہوتا تھا جو دو تین دنوں سے لیکر ہفتوں تک جاری رہتا۔ سامعین حضرات لاکھوں کی تعداد میں اکٹھے ہوجاتے کھانے پکانے کا انتظام اپنے ساتھ لیکر آتے دال چاول اور ضروری سامان مدرسہ وخانقاہ کی جانب سے مہیا کیا جاتا درجنوں کی تعداد میں بڑے جانور ذبح کئے جاتے اور سامعین کے درمیان تقسیم کردیئے جاتے۔

اس جلسہ میں وعظ وتقریر اور پند ونصائح کے لیے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام ، حضور مفتی اعظم ہند، خلیفہ اعلیٰ حضرت مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، حضور محدث اعظم ہند، مولانا عارف اللہ میرٹھی، حضور ملک العلماء، حضرت علامہ قطب الدین برہمچاری، فاضل توراۃ انجیل علامہ قتیل داناپوری وغیرہ ہم علیہم الرحمہ۔ تشریف ارزانی فرماتے اور سامعین کو خوب خوب سیراب کرتے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ پانی کی قلت ہوگئی لاکھوں کا مجمع پانی پینے کے لیے ترسنے لگا۔ کنویں خشک ہوگئے۔ شدت گرمی سے لوگ جھلنے لگے۔ علماء کی بارگاہ میں شکایت پہنچی حضرت سیدنا محبی علیہ الرحمہ نے حضور حجۃ الاسلام سے عرض کیا۔ حضور! اب کیا کیا جائے؟ حجۃ الاسلام نے فرمایا اب تو ایک ہی صورت ہے کہ علماء کرام کے ہاتھوں میں کدالی تھما دیجئے اور ان سے کہئے کہ خدا کا نام لیکر خشک ندی کے فلاں جگہ پر کھودیں ان شاء اللہ تعالیٰ پانی مل جائے گا۔

کدالیوں کا انتظام ہوا علماء کرام حوض کھودنے چلے مدرسہ نورالہدیٰ سے دکھن اور ہتھلی سے پورب خشک ندی کی ایک خاص جگہ پر کھودنا شروع کیا ابھی فٹ دو فٹ مٹی نہیں نکالی گئی تھی کہ پانی نے جھانکنا شروع کیا عوام وخواص کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پھر بھی کھودنے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ پانی کا طبق ٹوٹ گیا اور بجائے حوض یا کنواں کے من ظاہر ہوگیا۔ من اس پانی کے چشمے کو کہتے ہیں جس کا رابطہ براہ راست دریا سے

ہو جاتا ہے جہاں پانی کی کمی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

زمانہ دراز تک جلسہ کا من جاری رہا اور لوگ من سے سیراب ہوتے رہے۔ اس چشمہ کا نام ہی جلسہ کا من ہو گیا۔ اسی کو کہتے ہیں سیف زبان جو کہہ دیا وہ ہو گیا۔

کیفیت استغراق

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام نے درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد افضل الفضلاء اعلم العلماء امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی دستار فضیلت کے بعد ہی ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں آپ کو دولت نیابت اور سلاسل کی اجازت والد گرامی سے حاصل ہو گئی تھی مگر والد ماجد علیہ الرحمہ ہی کے حکم سے آپ نے باضابطہ حضرت شیخ المشائخ شمع خاندان برکات نور العارفین علامہ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور وہاں بھی تیرہ سلسلوں کی اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بیعت کے بعد قرطاس و قلم کے علاوہ اوراد و اشغال میں بھی آپ کا انہاک اس قدر بڑھا کہ لوازمات زندگی سے یکسر آپ غافل ہو جاتے پھر بھی آپ اس قدر جامہ زیب تھے کہ جو لباس بھی استعمال فرماتے شہزادے نظر آتے۔

آپ کی استغراقی کیفیت اس وقت دیکھنے کے لائق ہوتی جب آپ وظائف میں مصروف ہوتے وصال سے دو سال پہلے آپ پشت کے شاہی زخم میں مبتلا ہوئے لوگ اسے دیکھ کر گھبرا جاتے مگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو حسب سابق اطمینان و سکون کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ طے ہوا کہ اگر اس کا آپریشن ضروری ہے۔ جراحی کے ماہر حکماء حاضر ہوئے اور کہا جب تک حضرت والا کو بے ہوش نہیں کیا جائے گا آپریشن ممکن نہیں ہے۔ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا گیا جن میں ملکی وغیرہ ملکی ڈاکٹر شامل تھے سب کی رائے تھی کہ آپریشن کے لیے بیہوشی کی دوا کا استعمال ضروری ہے۔ حضرت کا اصرار تھا کہ آپریشن کے انجکشن یا دوا میں الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے لہٰذا اندرون جسم کے لیے میں اس کا استعمال نہیں کر سکتا ہوں۔ ایک امریکن ڈاکٹر نے کہا اگر آپ کے اندر برداشت کی قوت ہو تو میں

بغیر بیہوش کئے ہوئے آپ کا آپریشن کرسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیشک میں پوری طرح ہوش میں رہوں گا صرف ایک تسبیح میری انگلیوں میں تھما دیجئے اور آپ آرام سے آپریشن کیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ کی تسبیح چلتی رہی اور ڈاکٹر آپریشن کرتا رہا۔ جب مرہم پٹی سے وہ فارغ ہو گیا تو سامنے آکر غور سے وہ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتا رہا۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو ڈاکٹر کو سامنے کھڑا پایا۔ فرمایا گیا آپریشن ہو گیا؟ ڈاکٹر نے عرض کیا حضور! آپ کے زخم کا آپریشن نہیں ہوا بلکہ آپ نے میری نصرانیت کا آپریشن کر ڈالا۔ خدارا مجھے بھی اس سچے دین میں داخل فرما لیجئے جس میں یاد الٰہی کا یہ منظر ہوتا ہے۔ حضور! جو زخم آپ کو تھا ایسے بہت سارے زخم والوں کا میں نے آپریشن کیا ہے مگر بیہوشی کی دوا یا انجکشن لئے بغیر کسی کی اہمت آپریشن کرانے کی نہیں ہوئی۔ بیشک آپ اللہ والے ہیں اور آپ کا دین دین حق ہے۔ حضور والا نے اس ڈاکٹر کو مذہب نصرانیت سے توبہ کرایا اور دین اسلام میں داخل فرما کر مذہب مہذب اہلسنت وجماعت کا پابند بنایا۔ (پنج گنج ولایت، صفحہ ۲۰۶ تا ۲۱۴)

باکرامت مدرس

حضور حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قدس سرہٗ ایک تجربہ کار مدرس اور تدریسی امور میں مہارت تامہ رکھتے تھے چنانچہ ایک بار دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے چند اہم مدرسین مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ تو حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے علوم وفنون کی تمام اہم کتابیں خود پڑھانی شروع کر دیں اور اس طرح پڑھائیں کہ ان مدرسین کا وہ خیال غلط ثابت ہوا جو یہ کہتے تھے کہ ہمارے بغیر طلباء مدرسہ چھوڑ دیں گے۔ بلکہ آپ کی تدریسی مہارت اور علمی قابلیت کا شہرہ سن کر بہت سے دوسرے قابل طلباء دار العلوم میں مزید داخل ہوئے۔

قبر اصلی جگہ پر نہیں

جناب حاجی محمد اسمٰعیل بن حاجی عبد الغفور صاحب مدنپورہ بنارس نے بیان کیا کہ:

ایک مرتبہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ مدنپورہ بنارس میں تشریف لائے۔ ادائے نماز کے لیے مسجد برتلہ میں تشریف لے گئے بعد نماز مسجد مذکور میں واقع مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے لگے چند ہی لمحوں کے بعد اچانک آپ نے قدم کو پیچھے ہٹا لیا اور ارشاد فرمایا: یہ قبر اپنی اصلی جگہ پر نہیں ہے؟ لوگوں نے جب اس بات کو سنا تو کہا کہ حضور! صف میں دشواری ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے تابوت کو ذرا کھسکا دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ فوراً اس تابوت کو اس کے اصل جگہ پر رکھا جائے۔

جن و آسیب کو بھگانے میں شان مسیحائی

ایک مرتبہ آپ مدنپورہ بنارس تشریف لائے۔ لوگوں کو جب علم ہوا کہ حضرت آسیب زدہ کو فی الفور صحت یاب فرما دیتے ہیں۔ تو لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی اور متعدد لوگوں نے اپنی حاجت بیان کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مریض کے کپڑے کو سامنے لاؤ، آناً فاناً کپڑوں کا انبار لگ گیا۔ آپ نے ان تمام کپڑوں کو بنظر غور دیکھا اور اس میں سے چند کپڑوں کو الگ کر کے ارشاد فرمایا کہ یہی لوگ اصلی مریض ہیں، باقی سب یوں ہی ہیں ان کو آسیب کا کوئی عارضہ نہیں ہے۔ ان کپڑوں پر آپ نے کچھ پڑھا چند ہی دنوں میں وہ تمام مریض صحت یاب ہو گئے اور پھر کبھی آسیبی خلل میں گرفتار نہ ہوئے۔ انہیں میں سے ایک شخص پر اتنا خطرناک قسم کا جن تھا جو رات میں چھتوں کی منڈیر پر خوب دوڑتا تھا۔ گھر والے اس کی اس حرکت سے کافی پریشان تھے۔ اور ہمہ وقت خطرہ لاحق رہتا کہ کہیں چھت سے نیچے گر کر ہلاک نہ ہوئے۔ حضرت کی دعا سے وہ خبیث جن بھی تائب ہوا اور اس مذکورہ شخص کو چھوڑ دیا جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔

دیوبندی گستاخ کی زبان بند ہو گئی

حضرت علامہ شیخ عبد المعبود جیلانی کی روایت کرتے ہیں کہ میں جب بریلی شریف گیا تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنی مشہور نعت، ع، وہ کمال حسن حضور ہے

کہ گمان نقص جہاں نہیں، کا گیارہواں شعر لکھ رہے تھے۔ چونکہ میں گیارہویں والے سرکار حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں اس لیے اس کو میں نے اپنے لیے فال نیک سمجھا۔ بہرحال ان چند دنوں میں حضور حجۃ الاسلام سے بھی بہت قریب رہی مجھے یقین کرنا پڑا کہ حضور حجۃ الاسلام صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ ان کی کرامت کا اندازہ مجھے اس واقعہ سے ہوا کہ جب میں بریلی شریف سے دہلی آیا تو دہلی میں جس مکان میں میرا قیام تھا اسی سے متصل دیوبندیوں کا جلسہ ہو رہا تھا۔ دوران تقریر ایک مولوی نے تقریر کرتے ہوئے کہا ''یہ مولانا حامد رضا حامد نہیں ہیں بلکہ جامد ہیں'' (معاذ اللہ) اس مولوی دیوبندی نجدی نے سرکار حجۃ الاسلام کا نام نامی بے ادبی و گستاخی سے لیا اور حامد کے بجائے جامد کہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس بے ادب گستاخ مقرر کی زبان جامد ہوگئی اور وہ خود جامد ہوگیا اور چند ہی لمحے کے بعد موت نے اس کو ہمیشہ کے لیے جامد کردیا۔ اس واقعہ سے جلسہ میں کہرام مچ گیا یہاں تک کہ اس نے کچھ بولنا چاہا مگر بول نہ سکا تو اشارہ سے قلم دوات طلب کیا اور ایک کاغذ پر مرنے سے قبل یہ لکھ کر مرا ''میں مولانا حامد رضا خانصاحب کی بے ادبی سے توبہ کرتا ہوں۔''

دل کے ارادہ سے واقفیت

مولانا سید ریاض الحسن نیر جودھپوری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک بار حجۃ الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری تسبیح (مبارکہ) کا ڈورا کمزور ہو چکا ہے اسے بدلوا دیا جائے میں نے جی حضور کہہ کر تسبیح لے لی لیکن رعب وجلال کے باعث تفصیل دیافت نہ کرسکا، بازار جا کر ایک دکاندار کو تسبیح دکھائی اور کہا کہ جیسی یہ ہے ویسی ہی اسے بنا دو۔ یہ پھندنے کے لیے اسنے زرد رنگ تجویز کیا، لیکن میں نے کہہ دیا کہ نہیں سبز رنگ کا پھندنا ہی لگاؤ جیسا کہ اس میں لگا ہوا تھا۔ غرض تسبیح تیار ہوگئی اور میں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا بہت ستائش فرمائی اور مسکرا کر فرمایا، زرد رنگ بہتر تھا کہ صوفیانہ تھا۔ اللہ اکبر! کہاں بازار کی بات چیت اور کہاں حضور کا اپنے مقام پر تشریف رکھتے ہوئے مشاہدہ۔

کرامات مفتی اعظم ہند

مختصر تعارف حضور مفتی اعظم ہند

آپ کی پیدائش ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۹۳ کو ہوئی۔ اور ۱۴؍ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ر ۱۲؍ نومبر ۱۹۸۱ء میں وصال فرمایا۔ آپ پیدائشی ولی تھے جس کے ثبوت کے لئے یہی کافی ہے کہ سیدنا سرکار نوری میاں نے آپ کو ۶؍ ماہ کی عمر ہی میں بیعت وخلافت سے سرفراز مادیا۔ بھر کے گھر عرفانی ماحول میں اعلیٰ حضرت کے زیر سایہ آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا پھر حضور حجۃ الاسلام نے اپنی تربیت لیا اور سن ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۰۱۰ء میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔ آپ کے دیگر اصاتذہ میں علامہ شاہ رحم علی منگلوری، علامہ شاہ سید بشیر احمد علی گڈھی، شمس العلما علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری کا نام آتا ہے۔ بعد فراغت مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے تو محدث اعظم پاکستان، مفتی سید افضل حسین نوری، علامہ غلام یٰسین رشیدی، مفتی شریف الحق امجدی، علامہ مبین الدین رضوی امروہوی، مفتی محمد احمد جہانگیر رضوی، علامہ تحسین رضا خاں، حضور تاج الشریعہ ازہری میاں، قاضی عبد الرحیم بستوی، بحر العلوم عبد المنان اعظمی، علامہ رجب علی نانپاروی، مفتی غلام جیلانی، علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، اور مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی اور علامہ ضیاء المصطفےٰ امجدی جیسے نابغہ روزگار علما کی جماعت تیار فرمادی۔

آپ صاحب کشف بزرگ اور اتباع سنت میں یگانہ روزگار تھے۔ سفر حضر رات ودن کسی بھی وقت خلاف سنت کوئی بھی کام آپ سے سرزد نہ ہوا۔ آپ کے مریدین میں اکثریت علمائے کرام کی ہے جن کے اندر آپ کی شخصیت کے عملی اثرات پائے جاتے ہیں۔ موجودہ اکابر علما میں سب سے زیادہ آپ ہی کے مریدین ہیں جو جماعت کی مذہبی قیادت سنبھالے ہوئے ہیں۔

آپ صاحب تصانیف صوفی بزرگ اور عالم ربانی تھے مشہور کتابوں میں ''واقعات السنان، ادخال السنان، سیف القہار، النکۃ علی مرأۃ کلکتہ، ملفوظات اعلیٰ حضرت، فتاویٰ مفتی اعظم ۶ رجلدیں اور سامان بخشش نعتیہ مجموعہ نمایاں ہیں۔ تفصیلی حالات جہان مفتی اعظم میں ملاحظہ کئے جائیں۔

نماز کے لیے ٹرین پلٹ آئی

مفتی عابد حسین قادری مصباحی شیخ لحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید جناب راز الہ آبادی کا بیان کردہ واقعہ لکھتے ہیں:

یوں ایک مرتبہ میل ٹرین سے ناگپور سے آکولہ تشریف لے جارہے تھے راستے میں ایک جگہ چند لمحے کے لیے ٹرین رکی آپ مصلیٰ اور لوٹا لے کر ٹرین سے نماز پڑھنے اتر گئے، کئی آدمی نے کہا، حضور یہ میل ٹرین ہے آپ کے لیے نہیں رکے گی۔ لامحالہ آپ کی گاڑی چھوٹ جائے گی لیکن حضرت مفتی اعظم، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نیچے اتر گئے اور وضو بنا کر نماز پڑھنے لگے اور جماعت قائم ہوگئی۔ اس کے بعد کی تفصیل خود واقعہ نگار راز الہ آبادی مرحوم کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے۔

جیسے ہی مغرب کی نماز کی نیت کی گئی ٹرین چھوٹ گئی حضرت کا سارا سامان اور ساتھ والوں کا سارا سامان ٹرین میں رہ گیا، جب گاڑی چلنے لگی تو کسی نے ڈبے سے پھبتی کسی کہ میاں گاڑی گئی، میاں گاڑی گئی، مگر اس بدنصیب کو کیا معلوم تھا کہ یہ کون ہیں؟ نماز جماعت سے پڑھی گئی اور سنت ادا کی گئی نفل نماز پڑھ چکے، پلیٹ فارم خالی تھا مگر لوگ حضرت کو دیکھ رہے تھے اور آپس میں بات کر رہے تھے کہ دیکھو مولانا صاحب نماز کے لیے اترے اور گاڑی چلی گئی مگر حضور اسی طرح مطمئن تھے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں مگر اور لوگ پریشان تھے کہ سب کا سامان گیا۔ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ سامنے سے گارڈ صاحب لالٹین لیے بھاگے آرہے ہیں۔ ان کے پیچھے پچاسوں آدمی بھاگے آرہے ہیں گارڈ نے آکر کہا حضور گاڑی رک گئی۔ حضرت نے کہا گاڑی رک گئی یا انجن خراب ہوا؟ گارڈ نے گڑگڑا کر کہا کہ حضرت انجن ہی نہیں چلتا، ہم لوگوں سے بڑی گستاخی ہوئی معاف فرمادیں، یہ میل ٹرین ہے ہم روک نہیں سکتے، ہم مجبور تھے حضرت نے فرمایا، میرے ڈبے میں ایک نام کا مسلمان بیٹھا ہے، کہتا ہے کہ نماز کے لیے گاڑی کیا انتظار کرے گی۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا اب دوسرا انجن لگایا جائے؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر پیچھے لاؤ تو انجن چلے گا۔

ویسے ہی ہوا، گاڑی پیچھے لائی گئی اور انجن کی خرابی دور ہوگئی مگر اس درمیان میں گاڑی پون گھنٹہ لیٹ ہوگئی گاڑی کے تمام مسافروں کو یہ واقعہ دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور عبرت بھی۔ ان دونوں ماڈرن مسلمانوں کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ جیسے ہی حضرت کو دیکھا ان لوگوں نے معافی مانگی اور حضرت نے معاف فرمادیا، اس واقعہ سے اسلام کی حقانیت کا مشاہدہ کر کے ایک سکھ ایمان لے آیا۔ (مفتی اعظم کی استقامت و کرامت، ۵۱)

فرائض پر استقامت کا بے مثال نمونہ

شیخ الحدیث موصوف جناب راز الٰہ آبادی کا بیان کردہ واقعہ لکھتے ہیں:

"ایک بار بلرام پور سے حضرت کو لے کر بذریعہ بس الٰہ آباد آرہا تھا۔ حضرت مولانا مفتی رضوان الرحمن صاحب جو ایک زبردست عالم ہیں وہ بھی ہمراہ تھے۔ الٰہ آباد کے قریب بس پھاپھامئو کے پل پر آکر رک گئی۔ دریائے گنگا پر پل ہے چونکہ پل پر ایک بس آجاسکتی ہے اس لیے بس رک گئی تھی کہ ادھر سے آنے والی بسیں نکل جائیں تو یہ جائے۔ حضرت نے سامنے دیکھا کہ سورج ڈوبنے والا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نماز عصر کہاں پڑھی جائے گی۔ میں نے کہا کہ حضرت الٰہ آباد میں۔ حضرت نے فرمایا کہ الٰہ آباد پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہوجائے گا اور یہ کہہ کر حضرت بڑی تیزی سے جانماز اور لوٹا لے کر بس سے اتر گئے۔ سڑک کے کنارے بہت گہرے غار میں برسات کا پانی جمع تھا۔ حضرت نے اس پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ میں وہیں وضو کروں گا اور یہ کہہ کر اس گہرائی میں بڑی تیزی سے اترنے لگے اور اس قدر مزاج برہم تھا کہ میں اور مفتی رضوان ڈرنے لگے کہ آج تک حضرت کو اس قدر برہم ہوتے نہیں دیکھا۔ بس حضرت کی زبان سے یہی جملہ بار بار نکلتا تھا ارے میری نماز عصر! ارے میری نماز عصر! یا اللہ کرم فرمادے اور میں نماز ادا کرلوں۔ کیا غضب ہے کہ سورج ڈوبا جارہا ہے۔ یہ کہتے کہتے حضرت بے تحاشہ گہرائی کی طرف اترنے لگے۔ راہ چلنے والے روک رہے ہیں۔ پولیس والا آواز دے رہا ہے کہ آپ گر پڑیں گے مگر وہ اسی تیزی سے نیچے اترے جارہے تھے کہ میں نے دوڑ کر حضرت کا ہاتھ کسی طرح پکڑا

مگر اس قدر قوت کہ میں بتا نہیں سکتا۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم لوگ بس اب گرے تب گرے۔ مگر حضرت پانی کے قریب پہنچ گئے۔ اب جب پانی میں اپنا لوٹا ڈالا تو کیچڑ اور پانی کنارے پر ایک ساتھ نکلا۔ میری طرف حضرت نے اپنا رومال پھینک کر فرمایا ''تم اپنی نماز پڑھو تم وضو سے ہو'' میں نے حکم کی تعمیل کی اور نماز پڑھنے لگا۔ اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اچانک حضرت اس پانی میں چل کر بیچ میں پہنچ گئے اور ایک پتھر بیچ پانی میں آیا اس پر بیٹھ کر وضو فرمانے لگے۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی پڑی تھیں۔ یا اللہ! یہ نحیف اور کمزور بزرگ کس طرح بیچ پانی میں پہنچ گئے اور یہ پتھر بیچ پانی میں کس نے اور کب رکھ دیا۔ حضرت نے وضو کیا اور واپس کنارے تشریف لائے حضرت نے مصلیٰ پر نماز عصر شروع کر دی، ادھر میں نے دیکھا اور سڑک پر لوگ حیرت سے یہ تمام منظر دیکھ رہے تھے۔

(مفتی اعظم کی استقامت و کرامت: ص ۶۴)

نماز کے لیے ٹرین رُکی رہی

حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ اپنا چشم دید واقعہ لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت اسٹیشن سے جے پور جاتے ہوئے ناگڑہ اسٹیشن پر بمبئی دہرادون ایکسپریس پر سوار ہوئے۔ سکینڈ کلاس کا ٹکٹ تھا۔ ڈبے میں پہنچے تو پورا ڈبہ فوجیوں سے بھرا پڑا تھا۔ فوجی کتنے بدتمیز اور عوام کے لیے ظالم ہوتے ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ وہ سیٹوں پر ٹانگیں پھیلائے لیٹے تھے۔ بڑی مشکل سے بیٹھنے کی جگہ ملی۔ تھوڑی دیر بعد عصر کا وقت ہو گیا، پورا ڈبا بھرا ہوا تھا کہیں جگہ نہ تھی اور گاڑی اسٹیشنوں پر برائے نام رکتی، فرمایا: نماز پڑھونگا، میں پریشان ہو گیا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی ایک فوجی سکھ کا بہت بڑا ٹرنک پڑا تھا جس پر بستر رکھا ہوا تھا، میں نے اس سے کہا کہ ہمارے حضرت نماز پڑھیں گے، اگر آپ مان جائیں تو اس ٹرنک پر سے بستر اتار دوں اور اس پر نماز پڑھ لیں۔ وہ مان گیا اور خود اسی نے بستر اٹھایا اور کھڑا رہا گاڑی جب ایک اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت کو اسی پر کھڑا کر دیا۔ حضرت نے اس طرح نماز ادا فرمائی۔'' آگے چل کر پھر لکھتے ہیں۔

"جب مغرب کا وقت ہوا تو ایک اسٹیشن پر بغیر مجھے بتاتے ہوئے اتر پڑے۔ میں پیچھے پیچھے جانماز لے کر دوڑا۔ فرض کا سلام پھیرتے ہی گاڑی نے سیٹی دے دی۔ میں جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور حضرت نے سنت کی نیت باندھ لی اور گاڑی سیٹی پر سیٹی دیتی رہی۔ اس وقت میری پریشانیوں کا عالم کیا تھا وہ میں ہی جانتا ہوں، سامان گاڑی پر اور حضرت پلیٹ فارم پر، اگر گاڑی چلی جائے تو کیا کروں گا۔ اس کشمکش میں نظر انجن کی طرف گئی تو دیکھا کہ ڈرائیور حضرت کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اب کچھ اطمینان ہوا۔ بالآخر جب حضرت نماز سے فارغ ہو کر ڈبے میں تشریف لائے تو گاڑی چلی۔ اس قسم کے موقع پر قوی سے قوی اعصاب والے انسان کے ہوش وحواس بے قابو ہو جاتے ہیں مگر مفتی اعظم ہند پر کوئی اثر نہ پڑا اور با اطمینان خاطر نماز میں مصروف رہے یہ دلیل ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند کا معاملہ خدائے عزوجل سے اتنا قوی تھا کہ کوئی چیز بھی اس میں مخل نہیں ہو سکتی تھی۔ حالانکہ یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔" (انوار مفتی اعظم: ۲۶۱)

صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کا قبول اسلام

شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم مذکور لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ آپ ناگپور جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کا شہرہ سن کر دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کو آئے۔ بعض غیر مسلم بھی پہنچے۔ جلسہ اپنے وقت پر شروع ہوا اور حضور مفتی اعظم ہند جلسہ گاہ میں آکر بیٹھ گئے۔ معلوم نہیں ایک غیر مسلم کو مفتی اعظم کے اندر کون سی چیز نظر آئی، آپ کے جمال جہاں آرا چہرۂ پرانوار پر نظر پڑی اور پڑی کی پڑی رہ گئی۔ دل کی دنیا بدل گئی۔ اب تو ایک خدا رسیدہ کی صورت دیکھ کر اسلام کی طرف اس کا دل کھنچا جا رہا تھا۔ ولی کامل کے چہرہ کی دلکشی اور روحانیت کے پرتو جمیل میں ایسا کھویا کہ محو ہو کر رہ گیا۔ دل نے بے ساختگی میں کہا یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا اور زبان نے قابو پایا تو صرف اتنا نکل سکا، بھائی یہ چہرہ بڑا خوبصورت لگتا ہے، اور جیسے ہی جلسہ ختم ہوا آپ کے قدموں پر گرا اور کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہو گیا۔ حضرت نے خود اس

خوش بخت کا نام غلام محی الدین رکھ دیا۔

تیری صورت دیکھ کر مجھ کو خدا یاد آگیا
اس سے ظاہر ہے تری شان ولایت السلام

یہاں بڑے پتے کی بات کہہ گئے حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ:

''آج کے دور میں ان کا کوئی مماثل نظر سے نہیں گذرا۔ ان کی پرنور صورت حقانیت وصداقت کی ایک ایسی روشن کتاب تھی جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خودبخود کھل جاتے تھے۔

وہ علم وعرفان کا ایک ناپیدا کنار سمندر تھے جس کی خاموشی سے اس کی گہرائی کا پتہ چلتا تھا۔ وہ اسلام وسنت کا ایک مہکتا ہوا گلشن تھے۔ جدھر سے گذرے فضا معطر ہوگئی۔ وہ کفرونفاق کی سیاہ راتوں کے لئے ارشادوہدایت کا سپیدۂ سحر تھے۔ دلوں کے آفاق پر جب وہ طلوع ہوئے فکرواعتقاد کی تاریک وادیوں میں صبح قیامت کا اجالا پھیل گیا۔ جسے چھودیا شفا مل گئی۔ دعا دی تو مقدر سنور گیا، جہاں قدم رکھا بہار آگئی۔ جس جگہ بیٹھ گئے میلہ لگ گیا۔ ادھر نگاہ التفات اٹھی ادھر مشکلات کی گرہ کھلی، ادھر مسکرا کر دیکھا ادھر کامرانیوں کا سویرا ہوا۔''

تم نے ہر ذرہ میں برپا کردیئے طوفان شوق
اک تبسم اس قدر جلوؤں کی طغیانی کے ساتھ

(مفتی اعظم کی استقامت وکرامت: ص ۶۴)

آپ کے شبیہ غوث اعظم ہونے پر شہادت

شیخ موصوف لکھتے ہیں

تاجدار اہل سنت سیدنا مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہرۂ انور اور رخ زیبا کو دیکھنے والے اور خواب میں سیدنا غوث اعظم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہونے والے خوش بختوں نے بیان کیا ہے کہ مفتی اعظم شبیہ غوث اعظم ہیں اور آپ کے سراپا پرتو

وعکس جمیل چنانچہ:
"الہ آباد کے حاجی تقی، کراچی سے پینسٹھ سال کی عمر میں فریضہ حج ادا کرنے گئے تو وہاں کی پرنور فضاؤں میں انہیں اپنے شیخ مکرم (مفتی اعظم) کا چہرۂ پرنور قدم قدم پر یاد آیا۔ مناسک حج ادا کرتے ہوئے شیخ مکرم کی ہدایتیں ذہن پر ابھرتی چلی جارہی تھیں۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو روضۂ رسول کریم پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد سب سے پہلے درخواست یہی کی: آپ کی محبت کو جس نے مرا ایمان کامل بنا دیا ہے ان کی زیارت کو آنکھیں ترس رہی ہیں، اگر ان کی زیارت ہوجائے تو ان سے آپ کے جلوؤں کی بھی بھیک مانگ لوں۔ اس دعا کے بعد تمام دعائیں اشکوں میں ڈھل گئیں۔

مسجد نبوی سے عصر کی نماز پڑھ کر حاجی تقی نکلے تو دیکھا مفتی اعظم سامنے سے چلے آرہے ہیں۔ دوڑ کر ان کی دست بوسی کی، معانقے سے سرفراز ہوئے تو آپ نے فرمایا "مسجد میں چلو، یہ وقت باہر جانے کا نہیں ہے" مسجد میں ایک جگہ قبلہ رو بیٹھ کر حاجی تقی سے کہا "آنکھیں بند کرلو دیدۂ باطن کھل جائے" حاجی تقی نے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ بغداد شریف میں غوث اعظم کے مزار اقدس کے سامنے موجود ہیں۔ ابھی مزار غوث اعظم کو عقیدت ومحبت سے دیکھ ہی رہے تھے کہ غوث اعظم مزار سے باہر تشریف لائے۔ حاجی تقی نے بڑھ کر قدم بوسی کرنی چاہی تو سرکار بغداد نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور کہا، مصطفی رضا کے لاڈلے، آ! میں تجھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے چلوں، دوسرے لمحے میں ہم ایک عالی شان دربار میں تھے۔ ہر طرف انوار وتجلیات کی بارش ہورہی تھی۔ صف بہ صف صحابہ کبار بیٹھے تھے اور شہنشین پر آفتاب ہدایت اپنی جمالی تجلیات کے ساتھ رونق افروز تھے۔ حاجی تقی نے کچھ دیر تک سرکار کے جمال جہاں آرا سے کسب نور کیا اور پھر شدت جذبات میں یارسول اللہ کا ایک بلند بانگ نعرہ لگایا اور اس نعرہ کے ساتھ جگمگاتا ہوا منظر آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا احتجاج سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ "جذبات پر قابو رکھ" کوئی کہہ رہا تھا کہ دوسروں کے معمولات میں کیوں رخنہ ڈالتے

ہو۔ کسی نے کہا یہ کلمہ شرک ہے (معاذ اللہ) اور حاجی تقی دعا کرنے لگے۔

ع
میرا نور بصیرت عام کردے

حاجی تقی کو شیخ مکرم کا خیال آیا تو آنکھیں کھول کر پہلو میں دیکھا۔ جہاں بیٹھ کر آپ نے حاجی تقی کو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا تھا مگر شیخ مکرم کو وہاں نہ پاکر ہر بات ان کی سمجھ میں آگئی۔ سرکار مدینہ کا کرم ہو چکا تھا، جو تمنا کی تھی وہ پوری کردی گئی تھی۔ مگر حاجی تقی یہ بات بر بنائے مشاہدہ بڑے وثوق سے کہتے تھے کہ جس نے غوث اعظم کو نہ دیکھا ہو شہزادۂ اعلیٰ حضرت کو دیکھ لے۔ ان دونوں میں ایسی کامل مشابہت ہے کہ جیسے کسی صورت کی اپنی عکس آئینہ سے ہوتی ہے۔

ان کی عظمت کا پوچھنا ہی کیا صورۃً غوث، سیرت میں رضا دیکھ کر شکل مفتی اعظم غوث اعظم کی یاد آتی ہے

اس واقعہ سے مفتی اعظم شبیہ محی الدین جیلانی، سیدنا مصطفی رضا خان بریلوی کی سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا میں رسائی اور قدر و منزلت کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے خصوصاً اس جملہ سے، مصطفی رضا کے لاڈلے آ! میں تجھے الخ۔۔۔

(مفتی اعظم کی استقامت و کرامت: ص ٦٤)

آپ سے مرید ہونا غوث اعظم سے مرید ہونا

شیخ مذکور ہی لکھتے ہیں:

مشائخ رضویہ قادریہ کی عادت کریمہ ہے کہ مرید کراتے وقت گناہوں سے توبہ واستغفار کرانے اور آئندہ عمل صالح کی بجا آوری کا وعدہ لینے کے بعد مرید سے یہ اقرار کراتے ہیں کہ میں نے غوث اعظم پیران پیر دستگیر سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ حضور مفتی اعظم کا بھی یہی معمول تھا جس کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ آپ مرید کو غوث اعظم کے سپرد کردیتے تھے اور آپ کے دست اقدس میں ہاتھ دینے والا غوث اعظم کے دست اطہر میں ہاتھ دیتا تھا جس کی تائید خود غوث اعظم نے فرمائی۔ راقم السطور

سے ایک ذی قدر عالم نے یہ روایت کی کہ ایک مرتبہ حضور مفتی اعظم ایک شخص کو مرید کر رہے تھے۔ استغفار اور عہد و پیمان لینے کے بعد فرمایا کہ کہو میں اپنا ہاتھ بڑے پیر سیدنا غوث اعظم کے دست اقدس میں دیا۔ یہاں آ کر وہ مرید رک گیا پھر حضرت نے وہی کلمات دہرائے۔ پھر اس نے خاموشی اختیار کی، تیسری مرتبہ پھر حضور مفتی اعظم نے ان کلمے کو کہنے کے لیے فرمایا تو مرید نے کہا کہ حضور! میں نے تو آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ غوث اعظم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ تو جھوٹ ہوگا۔ اتنا سننا تھا کہ حضور مفتی اعظم کو جلال آ گیا اور اس کی طرف نگاہ پر جلال ڈالتے ہوئے فرمایا، بول، میں نے بڑے پیر غوث اعظم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا، اب تو یہ بے چارہ بالکل دہشت زدہ و سراسیمہ ہے، خوف و ہراس سے کانپ رہا ہے۔ اسی عالم میں بول پڑا، یقیناً میں نے بڑے پیر غوث اعظم کے دست اقدس میں اپنا ہاتھ دیا۔۔۔۔۔"

میں نہیں کہہ سکتا کہ کس وجہ سے وہ مرید جو اصرار کے باوجود اس کلمہ کو زبان سے نکالنے کے لیے روادار نہ تھا اب اقرار کرنے پر مجبور ہو گیا لیکن اتنا ضرور ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ کس بنا پر تم نے وہ جملہ ادا کر دیا؟ تو یہی جواب دیا کہ چوتھی مرتبہ میں میں نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سامنے جلوہ گر دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ اگر وہ میں نہ کہتا تو حضور غوث اعظم مجھے ہلاکت کو پہنچا دیتے اس طرح جلالی کیفیت میں نظر آ رہے تھے۔

لے کر ہمارا ہاتھ دیا ان کے ہاتھ میں
کتنے قریں ہیں حضرت غوث الوریٰ کے آپ

حوالہ مذکور: ص ۱۷۳

فقیر مرتب کتاب امجد رضا امجد عرض کرتا ہے کہ اس طرح کی کرامت الحاج غلام رضا منے میاں پٹنہ کے دولت کدہ پر بھی ظاہر ہوئی ان کے چچازاد بھائی الحاج مقبول احمد نوری نے خود فقیر سے اس طرح کی کرامت بیان کی۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہاں مرید

کے انکار پر آپ نے چادر مبارک اس کے سر پر ڈال کر سیدنا غوث پاک کے جلوہ زیبا کا دیدار کرایا تھا تب آپ نے کہا تھا کہو میں نے اپنے ہاتھ غوث پاک کے ہاتھ میں دیا۔

دلوں کے خطرات اور مفتی اعظم کا کشف:

شیخ موصوف ہی لکھتے ہیں:

مفتی اعظم ان صاحب کشف اولیاء میں سے ہیں جو دلوں کے خطرات کی بھی خبر رکھتے تھے۔ کیا مجال کہ کوئی شخص آپ کے سامنے ہو کر کچھ خیال کرے اور آپ کو اطلاع نہ ہو۔ مولانا قاری فضل حق صاحب مصباحی نے آج سے چند ماہ قبل راقم سے بتایا کہ میری شروع سے عادت ہے کہ کسی بزرگ کو تسلیم کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ حضور مفتی اعظم ہند کے بارے میں بھی میرا یہ وہم تھا کہ شاید وہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں اس لیے لوگ ان کی اتنی قدر و عزت کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کی ولایت و بزرگی کا سکہ میرے دل میں بیٹھ گیا جب ان کی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

اشرفیہ مبارک پور میں میرا طالب علمی کا زمانہ تھا حضور مفتی اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ تشریف لے گئے میں بھی پہنچا۔ ازدہام کثیر تھا تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ بھیڑ چھٹنے کے بعد اس کمرے میں داخل ہوا جس میں آپ آرام فرماتے تھے۔ چند طالب علم اور بھی تھے جو آپ کی خدمت میں مشغول تھے میں بھی خدمت کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد میرے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ ان لوگوں کے سبب میں بھی شرما حضوری میں خوب پھنسا، نیند ستا رہی ہے اجازت ملتی تو جا کر سو جاتا۔ کہتے ہیں یہ خیال آنا تھا کہ حضور مفتی اعظم نے فرمایا: مولوی صاحب! بس کیجئے، جا کر سو جایئے، آپ کو نیند آرہی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ میں سہم گیا کہ بیکار دل میں یہ وہم لایا، کاش میں ایسا نہ سوچتا اور حال یہ ہوا کہ، کاٹو تو خون نہیں، ناچار پھر خدمت کرنے لگا۔ حضرت نے دوبارہ وہی جملہ فرمایا۔

اس کے بعد تو میرے دل میں حضرت کی محبت و عقیدت اور راسخ ہوتی گئی حتی کہ ایک مرتبہ ایک جلسہ کی دعوت دیکر، یہاں جمشید پور بذریعہ کار لایا اور دست حق پرست پر

بیعت ہوگیا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ اصحاب عقل وخرد کا یہ ہنگامہ شوق اور عقیدت ومحبت کا طوفان یونہی نہیں ہے بلکہ جس کی طرف قلوب انسانی جھکتے جارہے ہیں وہ اپنے اندر بہت کمال رکھتا۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
میرے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

(حوالہ مذکور: ص ۱۷۵)

ایک وقت میں کئی جگہ موجود

شیخ موصوف ہی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو اس مرتبہ پر فائز کرتا ہے کہ عالم مثال میں ان کی روحیں مجسم ہوکر مختلف شکلیں اختیار کرلیں، یا بیک وقت کئی جگہ موجود ہوں۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت مشہور ہے کہ آپ بیک وقت ستر مریدوں کے یہاں حاضر ہوئے اور افطار فرمایا، پھر دریافت کرنے پر فرمایا اس میں تعجب کیا ہے۔ اس درخت کی طرف دیکھو مریدوں نے جب ادھر نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ ہر پتہ پر غوث اعظم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم چونکہ نائب غوث اعظم ہیں اس لیے قدرت نے اس قدرت نما غوث کے صدقے آپ کو بھی اس صفت کا مظہر بنایا جس کے ثبوت کے لیے ذیل کے واقعات شاہد عدل ہیں۔

شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ ایک سال بریلی شریف کے ایک حاجی صاحب حج سے واپس آئے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ حضرت مفتی اعظم ہند کب حج کے لیے تشریف لے گئے تھے؟ اور واپس ہوئے یا نہیں؟ لوگوں نے انہیں بتایا کہ حضرت مفتی اعظم ہند امسال حج کے لیے نہیں گئے تھے۔ انہوں نے عیدگاہ میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی ہے۔ ہم نے خود پڑھی ہے۔ سب حاضرین نے متفق اللفظ ہوکر یہی بتایا۔

انہوں نے حیرت سے کہا آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں میں نے ان کو طواف کرتے دیکھا ہے۔ مسجد حرام میں، منیٰ میں، عرفات میں ان سے ملاقات کی ہے۔ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مواجہ اقدس میں سلام عرض کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ سن کر سارے حاضرین دم بخود رہ گئے۔ لیکن سب نے پھر یہی کہا کہ تمہیں دھوکہ ہوا ہوگا۔ حضرت امسال دولت کدہ ہی پر رہے، حج کے لیے نہیں گئے مگر پھر انہوں نے بتا کید کہا کہ دھوکہ کیسا میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے وہاں ان سے ملاقات کی ہے۔ ان کی دست بوسی کی ہے، بات چیت کی اور بلا کسی شبہ کے مسجد نبوی اور موجہہ اقدس میں دیکھا ہے۔ اس کا عام چرچا ہوا، سب نے اس حاجی صاحب کو یہی بتایا کہ جو تم کہتے ہو سچ ہے مگر حضرت امسال حج کیلئے نہیں گئے تھے۔ حاجی صاحب نے خود یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا اور بہت سے لوگوں سے بیان کیا، یہ حاجی صاحب جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں بہت پیار سے دیکھا، جاں نواز انداز میں مسکرائے اور حسب عادت ان کے قدم اور آنکھوں کو بوسہ دیئے حاجی صاحب دم بخود بیٹھے ٹکٹکی باندھے حضرت کو دیکھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت ان سے مخاطب ہوئے اور حرمین طیبین کے حالات پوچھتے رہے اور ایک بار بڑے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ حاجی صاحب! ہر بات بیان کرنے کی نہیں ہوتی اس کا خیال رکھئے گا۔ اسی سے متاثر ہو کر یہ حاجی صاحب مرید ہوئے۔

(حوالہ مذکور: ص ۱۸۰)

صورت متشکل ہونے کی دوسری مثال

مزید لکھتے ہیں:

پہلے عرس رضوی کی ساری تقریبات درگاہ رضوی کے چھت پر ادا ہوتی تھی جس سے اترنے کے لیے صرف ایک دروازہ تھا۔ قل کے وقت بے پناہ اژدہام ہوتا تھا ختم ہونے کے کم از کم ایک گھنٹے بعد حضرت مفتی اعظم اوپر سے اترا کرتے تھے۔ مگر ایک سال قل کے پندرہ منٹ بعد ہم چھت سے لوگوں نے دیکھا کہ حضرت نیچے تشریف لے آئے،

کاشانہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ میں مسجد رضوی کے دروازہ پر کھڑا تھا کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت اوپر سے تشریف لے آئے؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں! دولت خانے میں تشریف لے گئے ہیں وہ حضرت کے بیٹھک میں تشریف لے گئے مگر بیٹھک میں حضرت تشریف فرمانہ تھے۔ انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا مگر حضرت اندر سے تشریف نہیں لائے پھر میرے پاس آئے کہ حضرت کہاں ہیں؟ میں نے ان سے کہا کہ اندر کسی ضرورت سے تشریف لے گئے ہوں گے۔ ہم یہ باتیں کرہی رہے تھے کہ یہ دیکھا گیا کہ حضرت درگاہ شریف کی چھت سے نیچے تشریف لائے۔ انہوں نے مجھے گھور کے دیکھا۔ انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہوگا۔ وہ تو حضرت کے ساتھ بیٹھک میں چلے گئے اور میں سوچتا رہ گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ بہت دیر تک میں سکتے میں کھڑا رہا پھر وہ لوگ جنہوں نے پہلی بار اترتے دیکھا تھا میرے پاس آئے اور کہنے لگے، ہم لوگوں کا دماغ پھٹ جائیگا، یہ معاملہ کیا ہے، میں نے انہیں سمجھانے کے لیے کہا، یہ سرکار غوث اعظم کا کرم ہے کہ اپنی کرامت اپنے نائب کو عطا فرمائی۔

(مفتی اعظم کی استقامت و کرامت۔۱۸۱)

دونوں ہاتھ سے تعویذ لکھنا اور بیمار کو شفا ملنا

شیخ محترم لکھتے ہیں:

بعض بزرگان دین کے بارے میں میں نے تاریخ وسیر کی کتابوں میں پڑھا تھا کہ بیک وقت دونوں ہاتھوں سے لکھتے تھے۔ اس پر خدا کی قدرت اور اولیاء اللہ کی کرامات میں عدم تدبر والے بعض افراد نے میرے سامنے شبہ ظاہر کیا تو میں نے بعض معتمد حوالے سے ان کی فہمائش کی تھی۔ ذیل میں مفتی اعظم قدس سرہٗ کے تعلق سے ایک ایسے واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے مفتی اعظم کے تعویذ کے اثر معجزہ کا بھی اظہار ہوتا ہے، اور اس کی بھی مزید توثیق وتصدیق ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو خاصان خدا کو یہ قوت ملتی ہے کہ بیک وقت دونوں ہاتھ سے لکھیں۔ برادرم پھوپھی زاد مولوی شاہ محمد رضا القادری امام نوری مسجد لوکہا مدھوبنی جنہیں حضرت کی خدمت میں کئی سال رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ ۲۲؍ شعبان

المعظم ۱۶ ۱۴۱۱ھ کو راقم سے بتایا کہ ایک دن ایک دل کا مریض حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر آیا اور عرض کیا، حضور! ہارٹ کا مرض ہو گیا ہے۔ بہت پریشان ہوں تعویذ عنایت فرمائیں۔ حضرت نے تعویذ لکھنا شروع کیا تو دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ سے بیک وقت تعویذ لکھ رہے ہیں اور اس طرح تعویذ لکھ کر اسے دے دیا، تین دن کے بعد وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ حضور میں اب بالکل ٹھیک ہو گیا، ہارٹ کا مرض جاتا رہا۔ (ص ۲۰۱)

علم غیب کے منکر کو اس کا غیب بتا کر تائب کرا دیا

شیخ موصوف جناب وقار صدیقی کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے آپ (مفتی اعظم) دہلی تشریف لے گئے تھے تو کوچہ چیلان میں قیام کیا۔ وہاں ایک بد عقیدہ ملا، آپ سے علم غیب کے مسئلہ پر الجھ پڑا صاحب خانہ اشفاق احمد نے آپ سے مؤدبانہ گذارش کی کہ حضور یہ کج بحث ہیں ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا، مفتی اعظم نے اپنے میزبان سے کہا یہ اس وقت تمہارے گھر آئے ہوئے ہیں ان کے متعلق تمہیں کوئی سخت بات نہ کہنا چاہیے۔ مولوی صاحب نے آج تک کسی کی بات سنی ہی نہیں اس لیے اثر بھی قبول نہیں کیا۔ یہ تو صرف اپنی بات سناتے رہتے ہیں اور وہ بھی ان سنی کر دی جاتی ہیں، حضرت نے فرمایا آج میں ان کی باتیں توجہ سے سنوں گا، حاضرین بھی خاموشی سے سنیں، مولوی سعید الدین انبالوی نے سوا گھنٹے تک یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ جب وہ تھک کر خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا، اگر کوئی دلیل تم اپنے موقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کر لو، مولوی صاحب پھر جوش تقریر میں آ گئے اور پھر آدھے گھنٹے تک بولنے کے بعد کہا: پس یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم غیب نہیں تھا، آپ نے فرمایا: آپ اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کر لو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علم غیب عطا فرمایا تھا۔ آپ اس کے رد میں سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہہ سکتے تھے۔ اب اگر زحمت نہ ہو تو میرے دلائل بھی سن لیں۔

مولوی صاحب نے برہم ہو کر کہا میں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رکھی ہیں، مجھے سب معلوم ہے کہ تم کیا کہو گے۔ آپ نے بڑے متحمل سے کہا، مولوی صاحب! بیوہ ماں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں؟، میں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دونگا۔ مولوی صاحب نے تیز آواز میں کہا، اچھا تم میرے کسی سوال کا جواب نہ دینا میرے چند سوالات سن تو لو۔ میں نے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک تمہارے دلائل سنے ہیں۔ آپ کی بات سن کر مولوی صاحب بادل ناخواستہ خاموش ہو گئے تو آپ نے دوسرا سوال کیا، کیا کسی سے قرض لے کر روپوش ہو جانا جائز ہے؟ کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہو کر اسے بھیک مانگنے کے لیے چھوڑا جا سکتا ہے؟؟ کیا حج بدل کے اخراجات کسی سے لے کر حج۔۔۔۔۔۔۔ ابھی آپ نے سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب نے آگے بڑھ کر قدم پکڑتے ہوئے کہا بس کیجیۓ، حضرت مسئلہ حل ہو گیا۔ یہ بات آج میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا اور نبی مکرم کے پاس علم غیب ہونا ہی چاہیے ورنہ منافقین مسلمانوں کی تنظیم کو تباہ و برباد کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو میرے متعلق ایسی باتیں بتادی ہیں جو یہاں کوئی نہیں جانتا، تو بارگاہ علیم سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا انکشافات نہ ہوتے ہوں گے۔ مولوی صاحب اسی وقت تائب ہو کر مفتی اعظم سے بیعت ہو گئے۔ مناظرے کو افہام و تفہیم کی سطح تک لے آنا، بے مقصد گفتگو کو با مقصد بنا دینا صرف اولیاء اللہ کی خصوصیت ہے۔ وہ شخص جو کسی دلیل کو سننا گوارہ نہ کرتا تھا، مفتی اعظم نے اس کے سامنے ایسی دلیل پیش کی کہ جو سطحی علم رکھنے والے کبھی پیش نہ کر سکتے تھے۔

ایک مرتبہ رامپور سے کچھ لوگ بریلی آپ سے بیعت کے لیے آ رہے تھے ان کے ساتھ ایک بد عقیدہ آدمی بھی اس نیت سے ساتھ ہو لیا کہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر انوکھے سوالات سے آپ کو پریشان کر کے لطف اٹھائے گا۔ بریلی اسٹیشن پر جب وہ دروازے پر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا ٹکٹ غائب ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا: تم اپنا سامان ہمیں دے دو اور پلیٹ

فارم پر رکو۔ ہم میں سے کوئی ایک پلیٹ فارم ٹکٹ لے کر ابھی آتا ہے، اشرف خان نے ساتھیوں کی بات مان لی اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ ساتھی اسٹیشن سے باہر چلے گئے اشرف خان ابھی ٹہل ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے مخاطب کیا۔ تمہارے پاس ٹکٹ نہیں ہے میرے ساتھ آؤ میں تمہیں باہر لے چلتا ہوں، اشرف خان سوچ میں پڑ گیا، اجنبی کا تعاون قبول کرے یا نہ کرے، اجنبی نے اشرف خان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر گیٹ کا رخ کیا اور ٹی سی کے سامنے سے ہو کر باہر چلا گیا۔ اشرف خان کی نظر اپنے ساتھیوں پر پڑی تو اس نے ان کی طرف بڑھنا چاہا۔ اجنبی اشرف خان کا ہاتھ چھوڑ کر بھیڑ میں گم ہو گیا۔

رام پور کے عقیدت مند، اشرف کو ساتھ لے کر محلہ سوداگران خانقاہ رضویہ پہنچے دن کے گیارہ کا عمل تھا۔ عقیدت مند آپ کی بارگاہ میں ادب سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اور آپ اس وقت تعویذ لکھ رہے تھے۔ تعویذ نویسی سے فارغ ہو کر آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ کیا کسی اور کو تعویذ لینا ہے؟ جواب سکوت میں پا کر آپ نے رحمت خان سے پوچھا ''کھورامپور کے احباب کا کیا حال ہے'' سب خیریت سے ہے حضور میرے ساتھ چار دوست آپ سے بیعت کے لیے حاضر ہوئے ہیں حکم ہو تو پیش کروں۔ آپ کا ارشاد پا کر پانچ آدمی آپ کے سامنے دوزانو ادب سے بیٹھ گئے۔ آپ نے رحمت خان سے کہا تم نے تو چار کے لیے کہا تھا یہ تو پانچ ہیں۔

حضور یہ اشرف خان ہمارے ساتھ ضرور آیا ہے مگر بیعت کے رادے سے نہیں آیا ہے اسے سب لوگ فلسفی کہتے ہیں۔ یہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے آپ نے اشرف خان سے کہا تم مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتے ہو؟ میں بیشک آپ سے گفتگو کرنے ہی آیا تھا مگر اب میں صرف بیعت کا آرزو مند ہوں۔

اسٹیشن والی بات بھول جاؤ اشرف! تم ہم سے ملنے آئے تھے ملاقات کے مقاصد کچھ بھی ہوں مگر ہمارا اخلاق اس بات کو کیسے گوارہ کر لیتا کہ ہمارا مہمان پریشان ہو تو اس کی مدد دوسرے کریں۔ تم وہ باتیں ضرور کرو جو تم کرنا چاہتے تھے۔ حضور مجھے آپ مل

گئے تو میرا کوئی سوال تشنہ جواب نہ رہا۔ بس اپنی غلامی میں لے لیجئے تاکہ فکر ونظر کی آوارگی کا عذاب ختم ہو جائے۔

آپ نے سب کو بیعت کر کے حکم دیا۔ تم لوگ اب اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم لوگ غوث اعظم کے دامن کرم سے وابستہ ہو چکے ہو ہر قدم تمہاری رہنمائی ہوتی رہے گی ۹۳ (حوالہ مذکور: ص ۲۰۴)

بے مثال نماز اور ظہور کرامت:

حضور تاج الشریعہ کا بیان کردہ واقعہ صاحب ''مفتی اعظم کی استقامت وکرامت'' یوں نقل کرتے ہیں:

خاصان خدا کے لیے تنگ وکوتاہ جگہ بھی کشادہ ہو جاتی ہے اور یقیناً یہ کرامت کی ہی دلیل ہے۔ چنانچہ تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں قبلہ تحریر فرماتے ہیں۔ ناگپور کے سفر میں حضرت میں اور حضرت کا خادم ٹرین سے جا رہے تھے۔ ڈبہ میں بڑی بھیڑ تھی۔ حضرت آرام فرما رہے تھے، ظہر کا وقت تنگ ہو رہا تھا، میں بڑا پریشان تھا کہ حضرت اس بھیڑ بھاڑ میں کیسے وضو فرمائیں گے اور کیسے نماز ہوگی، ابھی کشمکش میں تھا کہ حضرت خود بخود بیدار ہو گئے اور بھیڑ نے خود راستہ دے دیا۔

حضرت نے وضو کیا اور پھر فرمایا: تم لوگ جگہ دو، ہم نماز پڑھیں گے، سبھی غیر مسلم تھے اس میں سے ایک نے کہا کہ جگہ تو ہے نہیں کیسے نماز پڑھیں گے۔ حضرت جلال آ گیا اور فرمایا: ایک پر ایک چڑھ جاؤ، وہ ایک دوسرے سے سمٹ سمٹ کر کھڑے ہو گئے اور نماز کے لیے جگہ مل گئی اور حضرت کے طفیل ہم سب کو بھی نماز مل گئی۔ اس واقعہ سے نہ صرف حضرت کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے بلکہ ان کی شریعت پر سختی سے پابندی، ان کے تقویٰ اور بے خوفی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ (ص:۲۰۹)

غائبانہ مرید کرنا اور ایک کرامت کا ظہور

مفتی صاحب مذکور لکھتے ہیں:

''حضرت کے سفر آخرت کے آخری حالات پر میرا ایک مضمون کئی اخباروں میں چھپا جس میں میں نے یہ لکھا تھا کہ آخری وقت میں حضرت نے فرما دیا تھا کہ: میں نے ان تمام لوگوں کو مرید کر لیا جو مجھ سے مرید ہونا چاہتے تھے اور کسی وجہ سے ابھی تک نہ ہو سکے'' اس بات کی صداقت پر ایک صاحب جو لکھنؤ کے تھے ان کو یقین نہیں آ رہا تھا حالانکہ وہ مرید ہونا چاہتے تھے اس بات کے شاہد اور اس واقعہ کے راوی جناب قیصر وارثی لکھنوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میرے وہ دوست مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کیا یہ واقعہ ہوا ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی اور کہا، راز الٰہ آبادی نے درست لکھا ہے پھر بھی یہ بات ان کے دل کو کھٹک رہی تھی، اطمینان قلب نہیں تھا۔ دوسرے دن صبح ہی وہ جناب قیصر وارثی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے بڑی ندامت ہے کہ میں نے اس بات کو غلط سمجھا تھا گذشتہ شب کو میں جب سویا تھا میں نے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اولیائے کرام کے جھرمٹ میں دیکھا۔ کیا تابناک اور دل نواز، روح افزا منظر نظر آیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت مفتی اعظم تشریف فرما تھے اچانک اپنے سر سے خوبصورت عمامہ کو کھول دیا اور اس کو لے کر ہوا میں گردش کرنے لگے۔ قریب ہی ایک ضعیفہ تشریف فرما تھیں وہ کہنے لگی کہ حضرت کیا کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ میں ان تمام مسلمانوں کو مرید کر رہا ہوں جو مجھ سے مرد ہونے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سبحان اللہ۔ (ص ۲۱۰)

وفات اور استقامت و کرامت

شیخ موصوف کتاب مذکور کے ص ۲۱۹ پہ لکھتے ہیں:

سیدی مفتی اعظم مصطفی رضا خان نوری، اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندوں میں تھے، ہر کہ و مہ میں یہ صلاحیت نہیں کہ بیان کر سکے۔ طفولیت سے لے کر جوانی، جوانی سے لیکر کہولت، کہولت سے لیکر بڑھاپا اور وہاں سے لے کر قبر تک سراپا استقامت و کرامت ہی نظر آتے ہیں۔ اپنے مالک حقیقی سے ملنے جا رہے ہیں، بستر مرگ پر ہیں مگر

استقامت وکرامت کے ایسے جبل مستقیم بنے رہے کہ ذرا بھی جادۂ شریعت سے سرکستانہ دیکھا گیا۔ انتقال کے وقت بھی اس مردحق آگاہ نے عشق رسول اتباع شریعت اور کرامت وبزرگی کے کیا کیا گل بوٹے اگائے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

آپ کی تدفین کے تیسرے روز یکشنبہ کو تعزیتی جلسہ ہوا، جس میں ہندوستان کے نامور علماء خطباء نے رقت انگیز تقریریں کیں۔ اس موقع سے ریحان ملت حضرت مولانا رحمانی میاں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ: انتقال کی شب جبکہ لوگ حضرت کی خدمت میں مصروف تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: مجھے سید کی خوشبو محسوس ہورہی ہے۔ کیا یہاں کوئی سید صاحب موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا جی حضور! سید محمد حسین صاحب افریقی موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی ضعف ونقاہت کے باوجود اٹھنے کے لیے بے چین ہو گئے اس وقت آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے کمزوری اتنی تھی کہ اٹھا نہیں جارہا تھا۔ لوگوں نے حضرت کو پکڑلیا اور درخواست کی کہ حضور کمزوری بہت زیادہ ہے۔ آپ اس وقت نہ اٹھیں۔ حضرت نے سید صاحب کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ: آپ خدمت کر کے مجھے گنہ گار نہ بنائیں، آپ میرے لے دعائے خیر فرمائیں اور بس۔

اسی اجلاس میں حضرت کے خادم خاص مولانا عبدالحمید (مدغاسکر افریقہ) نے گلو گیر آواز میں بیان کیا کہ:

انتقال کی شب کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹروں کی اجازت کے باوجود حضرت کچھ کھانا تناول نہیں فرمارہے تھے۔ لوگ درخواست واصرار کرتے رہے۔ لیکن آپ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے۔ آخر میں میں نے کہا، حضور تھوڑا سا کھالیں۔ اس سے نماز کی طاقت آجائے گی۔ حضرت نے کہا کہ ٹھیک ہے، نماز کی طاقت آجائے گی تو میں کھالوں گا۔

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم کا وصال ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء پنجشنبہ کی شب ایک بج کر ۴۰ منٹ پر ہوا۔ نقاہت وکمزوری کے باوجود اس رات کی عشا بھی آپ نے نہیں چھوڑی۔ ایک مرتبہ حاضرین سے آپ نے دریافت فرمایا، کیا

میں نے نماز عشا پڑھ لی ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ حضرت نے تین بار پوچھا۔ لوگوں کی خاموشی سے آپ سمجھ گئے کہ نماز نہیں پڑھی ہے۔ للہذا بستر پر ہی آپ نے نماز عشا ادا کی۔

سورۃ العصر میں رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی (تو یہ لوگ گھاٹے اور نقصان میں نہیں ہیں) مطلب یہ ہے کہ ایمان وعمل صالح اور سنت رسول کی پیروی کرنے اور اس عمل صالح اور سنت رسول کی ادائیگی میں پیش آنے والی مشقت ومصیبت پر صبر کرنے کی جو وصیت کر جائے وہ کبھی گھاٹے میں نہیں ہمیشہ نفع پانے والا ہے۔ یہاں مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ قرآن کے اس فرمان پر اخیر وقت میں بھی آپ کاربند نظر آتے ہیں اور اپنے خویش واقارب، مریدین ومتوسلین اور قیامت تک آنے والی امت کو حق (ایمان اور سنت مصطفی کی پیروی) کی وصیت اور صبر (ہر مصیبت ومشقت پر) کی وصیت اور تلقین وتاکید فرماتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں:

''وصال سے قبل حضرت نے سب کو وصیت کی کہ: سنت مصطفی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اسی میں دین ودنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ سنت مصطفی سے ایک سرموانحراف نہ کرنا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل، ہر مصیبت کے وقت پڑھا کرنا۔'' (یعنی اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین مالک ہے)

قوم کو ان دو پیغام سے آشنا کرانے کے بعد سورۂ ملک کی تلاوت فرمائی پھر آیۃ الکرسی پڑھ کر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے سفر آخرت کا آغاز کیا اور ''حسبان اللہ ونعم الوکیل'' پڑھتے ہوئے جان جان آفریں کو دیدی۔

حسبنا اللہ کی صدائی گونجتی رہتی ہیں چارسو
بولتا ہے اب بھی وہ لیکن زباں خاموش ہے

اپنی کرامت سے حج کرادیا

۶ر صفر المظفر ۱۸ھ صوفی مولانا عبدالرحمن صاحب شیب پور ہوڑہ نے ایک ملاقات میں اپنے حج کا واقعہ راقم سے بیان فرمایا۔ جس کو پڑھنے کے بعد آپ ضرور اندازہ لگائیں گے کہ اس مرد حق آگاہ نے جسے لوگ مفتی اعظم کے نام سے جانتے ہیں، اپنی زبان فیض ترجمان سے جو فرمایا ہو کر رہا اور آپ کے سامنے روشن ہو جائے گا کہ اس مولوی کا بے سروسامانی کے عالم میں بھی حج کر لینا مفتی اعظم کی کرامت ہی کہی جا سکتی ہے۔ صوفی موصوف نے اپنا واقعہ حج کچھ اس طرح بیان فرمایا:

''میں بریلی شریف میں تھا حضور مفتی اعظم اور چند اشخاص موجود تھے۔ ایک اسرائیل نامی شخص نے مذاقاً میرے بارے میں عرض کیا کہ حضور یہ صوفی صاحب حج کے لیے جا رہے ہیں اتنا سننا تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ صوفی صاحب حج کے لیے جا رہے ہیں تو میرا ایک خط لیتے جایئے، اور حضرت نے ایک خط قطب مدینہ حضرت ضیاء الدین مدنی کے نام لکھ کر دیا، جب میرے ہاتھ میں انہوں نے خط دیا تو میری آنکھیں بھر آئیں، میں نے کہا، حضور! اگرچہ میرا حج کے بارے میں اب تک کوئی فیصلہ نہیں تھا لیکن جب آپ نے خط دے کر مجھے قاصد بنا دیا ہے تو مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ ضرور میں حج کے لیے جاؤں گا۔ اس کے بعد میں کلکتہ آیا اور وہ زمانہ تھا جب حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب محدث کبیر مدرسہ منظر الاسلام (ضیا الاسلام) ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ میں پڑھا رہے تھے۔ ٹکیہ پاڑہ میں ایک بوڑھی رہتی تھی جن کو ہم لوگ بوڑھی اماں کہا کرتے تھے۔ اور وہ علما کی بہت قدرداں تھیں۔ اکثر علما کو دعوت دیتی اور کھانا کھلایا کرتی ایک دن ان کے یہاں گیا تھا۔ انہوں نے کہا تم حج کے لیے جاؤ! میں نے کہا کہ ہم مولوی آدمی کہاں سے اتنے روپے لائیں گے کہ حج کریں گے۔ تو انہوں نے فوراً پانچ سو روپے جو کپڑا کے ایک کونے میں باندھ کر رکھے ہوئے تھے نکالیں اور مجھے دے دیئے۔ میں نے یہ سوچ کر کہ جاتے وقت انہیں دے دوں گا جیب میں رکھ لیا۔ مگر چلتے وقت انہیں نہ دے سکا، بھول گیا، مدرسہ مذکور میں آیا تو محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کے پاس جا کر بیٹھا

اور روپیہ کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں اس روپیہ کا قطعاً خیال نہ تھا۔ اس روپیہ کو دیکھ کر حضرت علامہ موصوف نے فرمایا، صوفی جی آج تو ضرور مٹھائی کھلائیں گے میں نے کہا مٹھائی تو آپ کھلائیں گے کیونکہ ڈھائی سو روپے تنخواہ کے آج ہی آپ کو ملے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی جیب گرم ہے اس لیے آپ مٹھائی کھلایئے تب مجھے اس پیسہ کا خیال آیا، میں نے کہا، اماں سے پانچ سو روپئے لے کر آیا ہوں، حج کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ بھی دو سو روپئے لایئے، حضرت نے فوراً دو سو روپئے نکالے اور مجھے دے دیئے۔"

صوفی صاحب موصوف نے مزید فرمایا کہ اس کے بعد میری حالت غیر رہا کرتی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ میری تنخواہ صرف ساٹھ روپئے ہیں، میں کیسے حج کے لیے جاسکوں گا، اور یہ سوچ کر خوب رویا کرتا تھا۔ اس زمانے میں نو سو کچھ روپے پانی جہاز کے کرایہ میں لگا کرتے تھے۔ اور کل چار ہزار روپئے صرف ہوتے تھے۔ اتنے میں بہار شریف کے قریب ایک جگہ کا پروگرام ملا۔ میں وہاں پہنچا تو سوچا کہ حضرت مخدوم بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار پرانوار پر فاتحہ پڑھ کر دعا کروں تاکہ حج کا انتظام ہوجائے۔ وہاں پہنچا تو ایک مست قلندر صاحب سامنے آپڑے اور میں حج کی فکر میں کھویا ہوا تھا بے خیالی میں مجھ سے انہیں دھکا لگ گیا۔ جب خیال آیا تو اس سے میں نے کہا کہ حضور غلطی ہوگئی معاف فرما دیجئے انہوں نے کہا تم اپنے ہوش میں تھوڑے ہی ہو، تمہیں تو کسی اور چیز کی فکر ہے۔ اس بوڑھے (مزار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) سے کہو تمہارا سب کام ہوجائیگا۔ اتنا انتظام ہوجائے گا کہ تم مکہ میں دوسرے کو قرض دو گے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یا اللہ! ان کو کیسے خبر ہوگئی کہ میں حج کے لیے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ خیر بعد فاتحہ واستغاثہ پروگرام میں گیا اور تقریر کی میں سوچ رہا تھا کہ دو ڈھائی سو روپئے ملا کرتے ہیں یہ لوگ بھی وہی دو ڈھائی سو روپئے نذرانہ دیں گے لیکن جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے رخصت ہوتے وقت پانچ سو روپئے دیئے، رکشہ بان رکشہ لے کر چلا تو پیچھے سے آواز آنے لگی کہ رک جاؤ! رک جاؤ! میں رک گیا۔ معاملہ یہ تھا کہ جلسہ کے حساب کے

بعد پندرہ سو روپئے بچ رہے تھے تو گاؤں والے آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ پندرہ سو روپئے کو کیا جائے تو کسی نے کہا کہ اس کی پلیٹیں منگوائی جائیں اور کسی نے کہا دیگ منگوائی جائے تاکہ وقت پر کام آئے اسی دوران ایک ضعیف بول پڑے کہ میری بات سنو الوگوں نے کہا کیا؟ جب تک روپیہ رہے گا سب جھگڑا کریں گے۔ صوفی صاحب حج کے لیے جا رہے ہیں انہیں دے دو تاکہ وہ دعا کریں گے، سب نے کہا کہ ٹھیک ہے انہیں ہی دے دیا جائے۔ اور وہ پندرہ سو روپئے انہوں نے مجھے دیدیے اس کے بعد میں کلکتہ پہنچا۔ درخواست وغیرہ دے کر حج وزیارت کی تیاری شروع کی تاکہ آنکہ روانگی کا وقت آگیا جب میری گاڑی ٹاٹانگر اسٹیشن پہنچی تو جناب محمد علی صاحب گولموری وغیرہ اسٹیشن پر پہنچے ہوئے تھے لوگوں نے مصافحہ کرتے وقت کچھ روپے دیے جو چار سو شمار میں آئے۔ جب میں مکہ شریف پہنچا تو بہن مہر النساء شیب پور ہوڑہ نے کہا کہ، کہہ رہے تھے کہ روپئے نہیں ہے اور حج کے لیے بھی چلے آئے، تو میں نے انہیں اپنی داستان سنا ڈالی۔ انہوں نے کہا اتنا روپیہ کیا کروگے لاؤ میں ہوڑہ چل کر دے دوں گی۔ تو میں نے انہیں بطور قرض کچھ روپئے دے دیئے۔ حضرت صوفی صاحب نے اخیر میں فرمایا: یہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی کرامت ہی تھی کہ میں حج کر لیا ورنہ میری کیا حیثیت کہ حج وزیارت کر پاتا۔ (ص: ۲۵۵)

غیر محرموں کے مصافحہ اور قدم بوسی سے اجتناب

غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا یا ان سے قدم بوسی کروانا ممنوع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر ہمیشہ کاربند رہے۔ یہاں تک کہ عورتوں کی بیعت بھی بغیر ہاتھ ملائے لیتے اس سنت کی ادائیگی بھی حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے ذیل کے عمل سے ظاہر وعیاں ہے۔

۲۱ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ حافظ نثار احمد صاحب نوری قادری کمتا ضلع چترا (بہار) نے ایک مجلس میں راقم سے بیان کیا کہ، کئی سال قبل دار الیتامیٰ، لدابھائی تھاریہ، دلائی پاڑہ سمبل پور (اڑیسہ) کی مسجد کے امام خلیفہ مفتی اعظم حافظ معین الدین صاحب نے مفتی اعظم ہند کو جلسہ دستار بندی کے لیے دعوت دی تھی۔ فارغین حفظ میں میں بھی تھا۔ میرے سامنے

وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضور مفتی اعظم کی واپسی کا جب وقت آیا تو آپ کے لیے کار لائی گئی اور آپ اس میں تشریف رکھ بھی چکے۔ کار چلنے ہی والی تھی کہ اتنے میں ایک عورت گرتی پڑتی دوڑتی ہوئی آئی اور حضور سے کہا کہ مجھے اپنا قدم چومنے دیجئے۔ حضرت نے نگاہ نیچی کرلی اور اپنا رومال بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ، غیر محرم کو دیکھنا حرام ہے اور ہاتھ ملانا بھی اس لیے یہ رومال لو اور اسے چوم لو، حضرت ایک کونہ پکڑے رہے اور اس کی طرف بڑھا دیا۔

اس واقعہ سے آج کل کے وہ پیران عظام عبرت حاصل کریں جو عورتوں کو ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر مرید کرتے ہیں۔ اور بعض تو ایسے گناہ پر جری و دلیر ہیں کہ ان کے ساتھ خلوت میں ہونے اور ان غیر محرموں سے پاؤں دبوانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ (العیاذ باللہ) (ص: ۲۵۸)

قبر میں منکر نکیر کے سوال کا جواب بتاتے ہوئے

۲۲ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ مولانا قاری محمد جمیل صاحب گیاوی نے ایک ملاقات میں راقم سے فرمایا کہ حضور مفتی اعظم کے تعلق سے ایک بات مجھے یاد ہے اور وہ ۶۸ / ۶۹ عیسوی کی بات ہے میرے بھائی شکیل مرحوم کا انتقال ہو گیا جو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ و الرضوان سے مرید تھا چند ساعت کے بعد رات کے تین چار بجے میں نے اسے خواب میں دیکھا تو دریافت کیا تم تو وفات پا چکے پھر یہاں کیسے آئے؟ جواب دیا کہ آپ سے ملاقات کے لیے حاضر آ گیا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ فرمایا؟ اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ کچھ نہیں ہوا، میرا بیڑا پار ہو گیا۔ جب منکر نکیر سوال کرنے آئے تو دیکھا کہ سامنے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جو کاغذ پر سارے سوالات کے جواب لکھ کر مجھے دکھا رہے ہیں تو میں نے اسے دیکھ کر سارے سوالات کے جوابات دے دیئے۔

قاری موصوف کہتے ہیں کہ: اس کے بعد ہم دونوں ایک جگہ چائے پینے لگے اتنے میں نیند ٹوٹ گئی۔ (حوالہ مذکور ۲۵۸)

داڑھی کے دھون سے بخار غائب

مولانا قاری محمد امانت رسول صاحب لکھتے ہیں:

تلمیذ صدر الشریعہ حضرت علامہ قاری محبوب رضا صاحب پاکستانی نے فرمایا قاری صاحب قطب عالم حضور مفتی اعظم ہندوسندھ کی ۲۸ ر سال کی عمر ہوگی۔ حضرت کی داڑھی بالکل کالی تھی۔ ایک بڑی بی صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ حضور میرا پوتا بہت بیمار ہے۔ بخار بہت تیز ہے، حکیموں نے جواب دے دیا ہے، بے ہوشی طاری ہے، حضور آپ کا مرید ہے، اسے دیکھ لیجئے۔ بار بار غشی طاری ہورہی ہے حضور اکلوتا ہی لڑکا ہے۔ اعلیٰ حضرت ایک فتویٰ تحریر فرمارہے تھے۔ دعا فرمادی اور فرمایا ایک جواب لکھ رہا ہوں۔ فرصت ملنے پر دیکھ لیا جائے گا۔ بڑی بی صاحبہ کو اعلیٰ حضرت کی یہ بات کچھ پسند نہ آئی اور ناراض سی ہوکر یہ کہتی ہوئی چل دیں کہ جب اپنا پیر ہی نہیں سنے گا تو خدا بھی کرم نہیں فرمائیگا۔ اعلیٰ حضرت نے خادم سے کہا کہ ان بڑی بی صاحب نقاب پوش کو جلد بلاؤ۔ خیر خادم نے جا کر کہا، اعلیٰ حضرت بلارہے ہیں۔ واپس آئی تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا مولانا مصطفی رضا کہاں ہیں؟ بلایا جائے، مصطفی میاں کی داڑھی میں یہ تاثیر ہے کہ ان کی داڑھی کا دھون جس بخار زدہ کو پلا دیا جائے کیسا ہی بخار ہو بفضلہ تعالیٰ شفا مل جاتی ہے۔ بخار اتر جاتا ہے۔ حضرت مفتی اعظم تشریف لائے جوانی کا عالم تھا، حضرت کی داڑھی اس وقت بالکل کالی تھی، کوئی بال سفید نہیں ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا مصطفی میاں جایئے وضو کیجئے اور داڑھی کا دھون کسی برتن میں کر کے انہیں دے دیجئے۔ حضرت نے ایسا ہی کیا، بس بڑی بی صاحبہ خوش خوش وہ پانی لے کر گھر آئیں اور بچے کو پانی پلایا، بس پانی پیتے ہی بچے نے آنکھیں کھول دیں اور بخار اتر گیا۔ شام میں بڑی بی صاحبہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا حضرت یہ وہی بچہ ہے۔ پانی پلاتے ہی بخار ختم ہوا۔ فوراً اس بچے نے آنکھ کھول دی اور بالکل ٹھیک ہوگیا۔ (جہان مفتی اعظم ۲۷۸)

کینسر کا مرض ختم ہو گیا

مولانا چراغ عالم حامدی لکھتے ہیں:

اختر حسین عرف چھوٹے مرحوم ساکن محلہ دیپا سرائے سنبھل کی کمر میں ایک بہت بڑی گانٹھ تھی، کافی بڑی تھی۔ ڈاکٹروں کی تحقیق تھی یہ کینسر ہے، اس کا آپریشن کے ماسوا کوئی علاج نہیں ہے۔ اختر حسین اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ آپریشن کرانے کی قوت باقی نہ رہی تھی۔ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس مجھے لے چلو۔ حضرت سے دعا کرادو اور دم کرادو۔ میں حضرت کی خدمت میں لے گیا اور حضرت سے عرض کیا حضور ان کی کمر میں یہ گانٹھ ہے اور ڈاکٹروں کی رائے میں کینسر ہے اور اس کا علاج آپریشن ہے۔ حضرت نے اس گانٹھ پر اپنا دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی۔ حضرت کی دعا سے وہ گانٹھ بالکل صاف ہو گئی۔ اس گانٹھ کا کمر پر نشان نہ رہا۔ اس کے بعد اختر حسین مرحوم برسوں زندہ رہے۔ دوبارہ اس گانٹھ کا اثر نمودار نہ ہوا۔

(جہان مفتی اعظم ۲۸۲)

مرید ہوتے ہی جنات سے نجات

مفتی شمساد حسین بدایونی لکھتے ہیں:

جناب رئیس بھائی فریدی جو بدایوں کے سرگرم سماجی کارکن ہیں اور نگر پالیکا کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ مرید ہونے سے پہلے میں بہت زیادہ پریشان تھا۔ جنات اور آسیبی خلل سے میرا جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ میں جہاں بیٹھتا وہ زمین گرم ہو جاتی اور جس چارپائی پر لیٹتا وہ ہلنے لگتی۔ میں پریشان تھا میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں مختلف جگہوں سے علاج ومعالجہ ہوا مگر کچھ بھی افاقہ نہ ہوا۔ اسی دوران پاکستان سے میرے کچھ رشتہ دار آئے ہوئے تھے وہ حضور تاجدار اہل سنت سے ملنے کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ

حاضر ہوا۔ رضا مسجد میں حضرت سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اپنی پریشان بیان فرمائی اور کچھ لوگ مرید ہونے کے لیے بھی تیار کھڑے تھے۔ خادم خاص بابو میاں نے چادر پھیلا دی مرید ہونے والوں نے چادر تھام لی۔ میں پس وپیش میں تھا، چادر پکڑوں یا نہیں؟ اتنے میں بابو میاں نے کہا۔ میاں! اگر آپ کو مرید ہونا ہے تو چادر تھام لیجئے ورنہ دوسروں کو موقع دیجئے۔ میں نے اسی پس وپیش میں چادر تھام لی اور مرید ہو گیا۔ مگر اس بات سے میں مطمئن نہیں تھا کہ میں مرید ہو گیا۔ خیر میں بدایوں آ گیا۔ حضرت کی کیا نگاہ کرم تھی کہ اس دن کے بعد سے اب تک پھر وہ پریشانی نہیں ہوئی اور رفتہ رفتہ میں روبصحت ہوتا چلا گیا۔ حالانکہ یہ اضطراب اب بھی میرے دل میں تھا کہ مرید ہوا یا نہیں۔ ایک شب میں سو رہا تھا فیروز بختی نے دل کی دہلیز پر دست دی، ایک سنہرا خواب میں نے دیکھا۔ ایک خوبصورت وسیع وعریض میدان ہے۔ تا حد نگاہ باغات ہیں۔ پھولوں کی کیاریاں ہیں اور بزرگ شخصیتیں دوراہ پہ کھڑی ہیں۔ ان میں کون کون سے بزرگ ہیں، مجھے معلوم نہیں۔ البتہ صف کے ایک سرے پر میری نگاہ اٹھی، میں قریب گیا میں نے دیکھا۔ سرکار مفتی اعظم کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضور! کس کا انتظار ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ دیکھو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ جیسے ہی میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا، زیارت سے مشرف ہوا اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ اس کے بعد رئیس بھائی نے کہا اس خواب کے بعد میرے دل کا اضطراب دور ہو گیا۔ اور ذہن کے تمام شکوک وشبہات دور ہو گئے اور میں پورے طور سے مطمئن ہو گیا کہ میں حضرت کی غلامی میں پورے طور پر آ گیا۔ (جہان مفتی اعظم ۲۹۰)

مفتی موصوف ہی لکھتے ہیں:

۱۹۸۱ء میں ------ ہیں مدرسہ انوار العلوم معروف گنج گیا میں پڑھا رہا تھا۔ ایک دن صبح سویرے احاطہ مدرسہ میں واقع ایک چھوٹی سی مسجد میں گیا۔ ابھی فجر کی اذان بھی نہیں ہوئی تھی۔ جیسے ہی میں مسجد کے اندر داخل ہوا میں نے از خود اپنے ماتھے کی آنکھوں

سے مسجد کے صحن میں ایک بزرگ کو دیکھا جو سفید لباس میں ملبوس تھے۔ بالکل سفید ریش تھے۔ نورانی چہرہ تھا انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی ہی داڑھی کی طرف اشارہ کیا اور پھر ایک ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور پھر وہ بزرگ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ اس سے میں خوفزدہ بھی ہوا اور پس وپیش کا شکار بھی۔ میں اس معما کی تہہ تک نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ خیر فجر کی اذان ہوئی اور باجماعت نماز پڑھ کر قیام گاہ پر آ گیا۔ مگر میرے قلب ودماغ اسی واقعہ کی عقدہ کشائی میں الجھے رہے مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ بزرگ کون تھے؟ اور کیوں آئے تھے؟ اور ان اشاروں میں کیا اسرار اور موز تھے؟ بالآخر تقریباً ۸ ربجے اطلاع ملی کہ حضور تاجدار اہل سنت کا وصال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بس اس خبر کے سنتے ہی یہ معما حل ہوا کہ وہ بزرگ حضور تاجدار اہل سنت کے وصال کی خبر دینے آئے تھے۔ مگر وہ بزرگ کون تھے؟ تادم تحریر معلوم نہیں خبر سنتے ہی میں اور حضرت مولانا قاری محمد ابرار احمد صاحب ادروی جو اس وقت انوار العلوم میں مدرس تھے۔ بریلی شریف حاضر ہوئے اور جنازہ مبارکہ میں شرکت کی، یہ میری پہلی حاضری تھی۔ اب سرکار مفتی اعظم کا کچھ ایسا کرم ہے کہ میں بریلی سے قریب اور بہت قریب ہوں۔ وہ بزرگ جو حضور تاجدار اہل سنت کے وصال کی خبر دینے صحن مسجد میں تشریف لائے تھے، کون ہو سکتے ہیں؟ تاہنوز معما ہے؟ جو نہ سمجھنے کا نہ سمجھا نے کا، بہر حال اس سے مفتی اعظم کی عظیم شخصیت اور قبولیت عامہ ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ وہ بزرگ خود تاجدار اہل سنت ہوں۔ (جہان مفتی اعظم ۲۹۱)

مطب کا نام رکھنے کی برکت:

مفتی عنایت احمد نعیمی لکھتے ہیں:

بات آپ کی کرامتوں کی آئی تو ایک واقعہ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "سیف زبان" بنا دیا تھا، جس کے حق میں جو کہہ دیا وہ پورا ہو گیا، اور آپ کی دعاؤں کے لیے اجابت بہر استقبال آیا کرتی تھی جو کھلی دلیل اور واضح نشانی تھی کہ آپ مقبول عند اللہ اور مستجاب الدعوات تھے۔ ہمارے (نام) شہر اترولہ اور اس کے مضافات

کی سرزمین کو بھی حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ خوش نصیبی سے یہاں کے کافی لوگ حضرت کے نیازمندوں، حلقہ بگوشوں میں داخل و شامل ہیں یہیں اترولہ کے مضافات کے ایک صاحب جن کا نام محمد اسلام تھا بڑے کھرے سنی تھے۔ انہوں نے الٰہ آباد سے ڈاکٹری پاس کیا تھا۔ جب انہوں نے پریکٹس کا آغاز کرنا چاہا تو اجازت اور دعا لینے کے لیے بریلی شریف اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مطب قائم کرنے کی اجازت طلب کی کہ حضور اجازت اور دعا سے نوازیں حضرت نے دریافت فرمایا آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے بتایا ''محمد اسلام'' حضرت نے برجستہ فرمایا آپ کے مطب کا نام ''شفائے انام'' ہے۔ اللہ اکبر یہ نام اتنا بابرکت و بافیض ہوا کہ اترولہ کے سارے ایم بی بی ایس ڈاکٹروں کا چراغ ان کے سامنے گل نظر آنے لگا۔ اس امر کا مشاہدہ خود راقم السطور نے کیا ہے کہ بڑے بڑے ڈاکٹر بیکار بیٹھے ہیں، کوئی مریض ان کی جانب رخ نہیں کرتا اور ڈاکٹر محمد اسلام کے یہاں مریضوں کی بھیڑ لگی ہے۔ یہ ہے جلوۂ شفائے انام ڈاکٹر محمد اسلام کا جو درحقیقت فیض ہے اس کامل درویش کا جو لوگوں کا مرکز نظر بنا رہا مفتی اعظم کی حیثیت سے مگر اس کا وہ مرتبہ جسے قرب خداوندی اور عشق رسالت پناہی کا نام دیا جائے بہتوں کی نظر سے اوجھل رہا سچ کہا اقبال نے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(جہان مفتی اعظم ۲۹۵)

امام و مقتدی سب کے دلوں پہ نظر

مولانا بہاء المصطفےٰ قادری لکھتے ہیں:

ایک روز کا واقعہ ہے: ایک صاحب دل آئے اور نماز حضرت کے ساتھ رضا مسجد میں متعین امام کی اقتدا میں ادا کی نماز میں بعد نماز جب حضرت اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ صاحب دل کہنے لگے حضور آپ کی مسجد کے امام بھی خوب ہیں نماز پڑھا رہے ہے

تھے کہ نماز کی حالت میں بازار میں گھوم رہے تھے۔ اس پر حضرت نے مسکرکر فرمایا آپ کیوں امام کے پیچھے پیچھے کبھی اس جوتے کی دکان کبھی اس جوتے کی دوکان کا چکر لگا رہے تھے۔ امام صاحب سے دریافت کرنے پر انکشاف ہوا کہ مجھے جوتے لینے تھے نماز میں خیال آ گیا کہ کہاں سے اور کس کمپنی کا جوتا لینے چاہیے۔ ماشاء اللہ حضرت کا کیسا کشف تھا کہ امام تو امام مقتدی کے احوال سے بھی آگاہ ہوجاتے تھے۔ (جہان مفتی اعظم ص ۳۰۴)

دل کی بات پڑھ لی

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

کشف کا تو یہ حال تھا کہ ۱۹۶۶ء میں گھوسی قادری منزل میں تشریف لائے۔ مخدومہ والدہ ماجدہ اس وقت حرمین طیبین کی زیارت کے لیے برادر مکرم حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کی ہم راہی میں گئی ہوئی تھیں۔ گھر پر میں تھا اور بڑی ہمشیرہ دوپہر کا کھانا ہمشیرہ نے تیار کیا اور دسترخوان پر لگا دیا گیا۔ حضرت نے خوب شوق سے مزے لے کر تناول فرمایا۔ کھانے سے فراغت پر کھانے کی خوب تعریف کی اور فرمایا عائشہ بیٹی نے اپنی والدہ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ کھانا خوب مزیدار بنایا ہے۔ یہ سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ جب اتنی تعریف ہو رہی ہے تو کچھ انعام بھی ملنا چاہیے میرے دل میں ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ مسکرا کر میری طرف دیکھا اور صدری کی جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر مجھے دیا کہ یہ عائشہ کو میری طرف سے مزیدار کھانا تیار کرنے کا انعام دے دو۔ یہ دیکھ کر میں انگشت بدنداں رہ گیا کہ ہمارے حضرت کا کتنا قوی کشف ہے کہ دل کے خطرات پر بھی فوراً مطلع ہوجاتے ہیں۔ (حوالہ مذکور)

انتظار میں ٹرین رک گئی

مولانا مرغوب حسن قادری لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ ادری سے شاہ گنج والی ٹرین پکڑنی تھی ادری میں ہی ٹرین کا وقت ہو گیا

تھا۔ سوئے اتفاق کہ کسی سواری کا انتظام نہ ہو سکا مگر آپ نے پیدل ہی چلنا شروع کر دیا۔ حاضرین نے بار بار کہا حضرت شام والی ٹرین سے تشریف لے جائیں، آج آرام فرمالیں۔ ٹرین نہیں ملے گی مگر آپ خاموشی سے چلتے رہے یہاں تک کہ ٹرین آگئی اور کھل بھی گئی مگر پلیٹ فارم سے ابھی باہر نہیں ہوئی تھی کہ رک گئی۔ ڈرائیور پریشان ادھر ادھر دیکھا تو اچانک حضور مفتی اعظم پر نگاہ پڑ گئی سمجھ گیا کہ اسی بابا کی وجہ سے ایسا ہوا ہے فوراً اتر کر آیا قدم بوسی کی، اس کے بعد ٹرین چلایا تو چلنے لگی۔ لوگوں نے کھلی آنکھوں سے حضرت کی اس کرامت کا مشاہدہ کیا۔ (جہان مفتی اعظم ۳۱۹)

باکرامت جن آپ کا مرید

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

سخت سردیوں کے دن تھے۔ حضرت کے لیے انگیٹھی تھی جو کچھ دیر کے بعد ٹھنڈی ہونے لگی، حقے کی آگ بھی ختم ہونے پر آئی، اچانک فرمایا اگر کوئلہ اور ہوتا تو انگیٹھی ہی گرم ہو جاتی اور تمبا کو ابھی پورا نہیں ہے وہ بھی کام میں آجاتا۔ میں نے عرض کیا اندر خادمہ کو آواز دے کر کوئلہ مانگ لوں۔ فرمایا دن بھر کی تھکی ہاری بے چاری سوگئی ہوگی جانے دیجئے۔

مظفر پور کے ایک شاہ صاحب کبھی کبھی آ کر آستانہ عالیہ پر قیام کرتے دو دو مہینے تک رہتے، بظاہر ان کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوتا میں نے ایک دو بار پوچھا بھی تو یہ کہا کہ صرف حضرت کی زیارت کے لیے آجاتا ہوں، جب تک حضرت باہر تشریف رکھتے وہ حضرت کی خدمت میں حاضر رہتے۔ مذکورہ بالا گفتگو کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شاہ صاحب بیرونی دروازے سے اندر آئے اور اپنے رومال میں کچھ لائے اس کا بھی دھیان نہ آیا کہ دروازہ اندر سے بند ہے یہ کیسے آگئے۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا، حضرت یہ کوئلہ ہے اور انگیٹھی میں انڈیل دیا۔ اور کوئلے چلم میں ڈال دیئے۔ انگیٹھی میں کچھ چنگاریاں رہ گئی تھیں۔ شاہ صاحب کوئلہ ڈال کر بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ پنکھا یا دفتی

ہوتی تو اسے ہوا کر دی جاتی۔ میں اپنے کمرے میں پنکھا یا دفتی علاش کرنے چلا گیا مگر نہ پنکھا ملا نہ دفتی ملی۔ مجھے آنے جانے میں بمشکل دو ڈھائی منٹ لگے ہونگے واپس آکر دیکھا تو انگیٹھی اور چلم دونوں کے کوئلے دہک رہے ہیں۔ مجھے کچھ حیرت ہوئی مگر میں اپنے کام میں لگ گیا۔ بارہ بجے کے بعد حضرت اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے۔ شاہ صاحب نماز و جماعت کے پابند تھے، ہمیشہ با جماعت نماز پڑھتے تھے مگر اس دن فجر کی نماز میں نہیں تھے۔ مجھے ایک خیال تو ہوا مگر پھر ذہن سے نکل گیا۔ ناشتے کے وقت ان کی تلاش ہوئی تو غائب اور کھانے میں بھی غائب۔ تحقیق کی تو سب نے بتایا کہ وہ آئے ہی نہیں ہیں۔ اب میرے دماغ میں کھلبلی مچی کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ رات کو جب پھر مسائل سنانے بیٹھا تو پہلے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ شاہ صاحب رات میں کوئلہ لے کر آئے پھر پتہ نہیں کہاں چلے گئے۔ فرمایا چلے گئے ہوں گے آپ اپنا کام کریں۔ میرا ظن غالب ہے کہ یہ حضرت شاہ صاحب کی صورت میں کوئی جن تھے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت کے بکثرت مریدین جن بھی ہیں۔

(جہان مفتی اعظم ۳۲۸)

بے ادبی کرنے کی سزا

حضرت شارح بخاری لکھتے ہیں:

دیناج پور اسلام پور کے علاقے میں ایک شخص نے حضرت کو مدعو کیا اور بہت اہتمام کیا۔ پروگرام کے بعد حضرت جب آرام کرنے لگے تو وہ شخص رات بھر جاگتا رہا۔ حضرت وہاں کسی وجہ سے نماز تہجد نہیں پڑھ سکے۔ اذان فجر کے بعد جب میں نے حسب دستور حاضر ہو کر جگایا تو اٹھے اور اپنی عادت کے مطابق اسفار کے بعد با جماعت نماز فجر پڑھی۔ ناشتے کے بعد ہم لوگ وہاں سے رخصت ہو گئے۔ سننے میں آیا کہ اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ بہت مشہور تھا کہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ میں نے تو ان میں بزرگی کی کوئی بات نہ دیکھی انہوں نے تہجد تک نہیں پڑھا۔ وہ عتاب کا شکار ہو گیا۔ اس کے گھر میں آگ لگ گئی،

سارا گھر اور سامان، مال و متاع جل گیا۔ ہزاروں کے نوٹ گھر میں تھے جل کر راکھ ہو گئے۔ صرف بدن کے کپڑے بچے۔ اس تباہی سے وہ نیم پاگل ہو گیا، اطراف کے علما نے اسے تنبیہ کی کہ تو نے ایک عارف کامل کی شان میں گستاخی کی ہے یہ اسی کی سزا ہے۔ اب اسے ہوش آیا مگر کیا کرتا؟ دل ہی دل میں توبہ کی، عاجزی و زاری کی۔ اتفاق کہ سال بھر کے بعد پھر حضرت مفتی اعظم اس اطراف میں تشریف لے گئے تو اس نے حاضر ہو کر معافی مانگی اور حضرت کو پھر اپنے گھر لے گیا اور مرید ہو گیا۔ اب وہ ایک خوشحال فرد ہے۔

(حوالہ مذکور ۳۳۳)

ملبہ سے غائب اور نماز میں مشغول

دوران تعلیم مسلم یونیورسیٹی علی گڑھ ۱۹۷۴ء تا ۱۹۸۰ء بریلی شریف قریب ہونے کی وجہ سے عرس رضوی میں قافلہ کے ساتھ تقریبا ہر سال حاضری کا شرف ملتا۔ ڈاکٹر بیت اللہ صاحب اور ڈاکٹر احسان اللہ صاحب، استاذ محترم حکیم خلیل صاحب اور مولانا سید ظہیر الدین صاحب زیدی رحمۃ اللہ علیہما بھی ساتھ میں رہتے۔ قل کی تقریبات خانقاہ شریف کے اوپر۔ ہم لوگوں نے یہی سمجھا کہ حضرت سلامت نہیں ہوں گے سب لوگوں کی سانس رک گئی، ہم لوگ چھت پر تھے اوپر سے دوڑ کر نیچے پہونچے۔ سب سے پہلے ابا حضور سے ملاقات ہوئی۔ ان کی خیریت پوچھی گئی۔ پھر آگے بڑھے کہ حضور مفتی اعظم کس حال میں ہیں؟ جلدی جلدی ملبے کو ہٹایا گیا تو ایک صاحب نے بتایا کہ حضرت اس میں نہیں خانقاہ شریف کے حجرے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہم لوگوں کی خوشی اور تعجب کی انتہا نہ رہی، کہ اتنی جلدی حضرت اس ملبے سے کیسے نکلے؟ اور کیسے وہاں پہنچ کر نماز پڑھنے لگے؟ اس لیے کہ ان دنوں حضرت علیل چل رہے تھے۔ اور حضرت کو بہ مشکل قیام گاہ سے سہارا دے کر اسٹیج پر لایا گیا تھا۔ ایسی صورت میں ملبے سے نکلنا اور خود سے اس مجمع سے نکل کر نماز پڑھنا یہ حضرت کی روحانی قوت کی کارفرمائی اور کھلی کرامت تھی۔ بہت سے لوگ آہ وفغاں کر رہے تھے لیکن حضرت نماز پڑھنے میں مشغول رہے۔ جب کہ ایسے موقع پر کوئی ڈھونگی

پیر ہوتا تو جھوٹی چوٹ کا بہانہ بنا کر آہ وفغاں کر کے مریدین ومتوسلین سے علاج ومعالجہ کے بہانے نذرانے پر نذرانے وصول کرتا۔ لیکن حضرت نے ایسا نہیں کیا، یہ تعلق مع اللہ اور صبر واستقامت کی اعلیٰ مثال ہے اور ہم مرید ومتوسلین کے لیے عبرت ونصیحت ہے کہ بڑی سے بڑی مصیبت کی گھڑی میں آہ وفغاں کے بجائے ایسا ہی کریں۔ حضرت کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ حضرت کی زباں مبارک سے بارہا کلمات طیبات نے گئیے۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم دل ما را کن مستقیم۔ بحق ایاک نعبد وایاک نستعین۔ یہ کلمات طیبات مرید کرنے وقوت اور اس کے علاوہ اوقات میں بھی پڑھتے۔ یہ اس کی برکت تھی کہ اتنے بڑے حادثہ کے بعد بھی حضرت ثابت قدم رہے۔

تعویذ سے سرکش جن غائب

ڈاکٹر عاصم اعظمی لکھتے ہیں:

میرے چھوٹے ماموں جناب امتیاز احمد صاحب عمر میں مجھ سے تقریباً ایک سال بڑے ہیں۔ ۶۲۔۱۹۶۱ء کا ذکر ہے اب ان کی عمر بارہ تیرہ سال تھی۔ خبیث جنوں کے زغے میں آگئے۔ ابتدا میں ایسا ہوتا کہ کبھی کانوں اور کبھی دانتوں میں شدید درد ہوتا، پوری پوری رات بستر پر پڑے تڑپتے رہتے، تدبیریں الٹی ہوتیں اور دوائیں بے اثر ثابت ہوتیں۔ پورا گھر ان کی جاں گسل تکلیفوں سے پریشان رہتا۔ یہ آزار باقی ہی تھا کہ جنوں کے اثر سے ادھر اُدھر بھاگنے لگے جب پکڑ کر لائے جاتے ہوش آتا تو انہیں پچھلی کیفیت یاد نہ رہتی۔ اسی طرح کے چند واقعات پیش آتے رہے کہ نانا جان مرحوم اور دوسرے اہل خانہ کو سحر یا جنوں کے اثر کا شبہ ہونے لگا، پھر جھاڑ پھونک اور تعویذوں کا سلسلہ جاری ہوا بعض عاملوں کی کوششوں سے جن حاضر ہونے لگے، یہ حضرات ان کو قابو میں لانے کی جدوجہد کرتے مگر ناکامی ہوتی۔

جب روز کا معمول ہو گیا تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد کچھوچھہ شریف کا چراغ جلایا جاتا۔ ماموں جان اس کے سامنے بیٹھتے فوراً جن سوار ہو جاتے اور ایران وتوران کی باتیں

کرتے۔ اللہ ورسول کا واسطہ دے کر انہیں قائل کرنے کی کوششیں کی جاتیں مگر وہ کسی طرح مریض کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ اسی زمانے میں ادری کی جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد ہوا جس میں (پاسبان ملت) علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ ایڈیٹر ''پاسبان'' اور مولانا سید اسرار الحق صاحب خصوصی مقرر کی حیثیت سے تشریف لائے۔ راقم السطور نے پہلی بار اسی جلسے میں ان دونوں حضرات کو دیکھا اور ان کی بااثر و دل آویز اور پرجوش تقریریں سماعت کیں، غالباً کچھ ہی دنوں کے بعد آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کانفرنس دہلی میں منعقد ہونے والی تھی جس کا خاص مدعا دہلی اور اطراف دلی میں واقع سینکڑوں مساجد اور مقابر جن پر شرنارتھیوں کا ناجائز قبضہ تھا انہیں خالی کر کے ۱۹۴۷ء سے قبل کی پوزیشن پر لانا تھا۔

علامہ نظامی اور سید مولانا اسرار الحق صاحب نے عام مسلمانوں سے کانفرنس کے کام اور دہلی چلنے کی خاص طور پر اپیل کی تھی۔ اسی دن شام کی بات ہے کہ میں نانا جان کے مکان پر موجود تھا۔ بعد مغرب کچھوچھہ شریف کا چراغ جلایا گیا جس کے سامنے ماموں جان بیٹھے۔ اس مجلس میں میرے چچا جناب محمد مصطفیٰ صاحب امجدی نانا جان جناب عبد الاحد صاحب راقم السطور اور دوسرے اہل خانہ موجود تھے۔ ایک مشہور عامل نے پانی پر دم کر کے دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ جنوں کی سواری آئے تو ان سے کہا جائے کہ وہ پیچھا چھوڑ دیں۔ اگر وہ شرافت کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ نہ ہوں تو آسیب زدہ کے چہرے پر رومال ڈال دیا جائے اور دونوں کانوں کو مضبوطی سے بند کر کے پانی کے چھینٹے مریض کے چہرے پر مارے جائیں۔ اس اذیت سے جن پریشان ہوں گے اور پھر کبھی نہ آئیں گے۔

ہدایت کے مطابق عمل شروع ہوا ابتدا میں یکے بعد دیگرے دو جن آئے، گفتگو ہوئی اور رخصت ہوئے۔ آخر میں تیسرا سرکش جن آیا جس نے اپنا نام نور العین بتایا۔ دیر تک مباحثہ و مکالمہ جاری رہا مگر وہ اپنی ہٹ پر قائم رہا تو چہرے پر رومال ڈال کر عامل کے دم کردہ پانی کے چھینٹے مارے جانے لگے جن شور مچاتا رہا چھوڑنے کی قسمیں کھاتا

رہا۔ جب اس نے کبھی نہ آنے کا وعدہ کیا تو پانی کا چھڑکاؤ بند کر دیا گیا اور رومال ہٹا لیا گیا اور ماموں جان ہوش میں آ گئے۔ گھر والوں کو یک گونہ مسرت حاصل ہوئی کہ اب جنوں کے آسیب سے مریض نے نجات پالی ہے۔ مگر چند روز بعد یہ مسرت غارت ہو گئی اور پھر شریر جنوں کا حملہ بڑی قوت و شدت کے ساتھ ہونے لگا۔ مریض کی حالت بد سے بدتر ہونے لگی۔ عاملوں کے تعویذات، پانی، چلے پھر شروع ہوئے۔ درگاہوں میں حاضری دی جانے لگی مگر جن اپنی ضد پر اڑے رہے۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

نانا جان مرحوم لخت جگر کی تکلیفوں سے شب و روز متفکر رہتے اور ہر کس و ناکس سے التجائیں کرتے کہ وہ کسی ایسے عامل کا پتہ بتادے جس کے جھاڑ پھونک سے فرزند خبیث جنوں کی گرفت اور ان کے شدید آزار سے نجات پا جائے اسی پریشانی اور بے بسی میں دو تین سال کا طویل عرصہ گزر گیا، ہر طرف مایوسیوں کا اندھیرا چھانے لگا۔ کسی معوذ کا تعویذ کسی عامل کا عمل کارگر نہ ہوا۔

مایوسیوں کے اس دور میں تاجدار اہل سنت، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اوری تشریف لائے۔ قیام حضرت مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب امجدی کے مکان پر ہوا (موصوف نانا جان کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں) مفتی صاحب ماموں جان کی حالت زار اور ان کے خانوادہ کی سالہا سال کی پرانی پریشانوں سے بہ خوبی واقف تھے۔ نانا جان نے جب مفتی صاحب ی وساطت سے فرزند کی حالت زار کا مختصراً تذکرہ بارگاہ مفتی اعظم میں کیا اور تعویذ کی درخواست پیش کی تو حضرت نے قلم دان طلب فرمایا۔ چند تعویذات تحریر فرمائے اور انہیں مریض کے گلے میں پہنانے اور بازو میں باندھنے کی ہدایت فرمائی۔ دوسرے عاملوں کی طرح لمبا چوڑا چلہ یا دوسری تدبیر کی کوئی ہدایت نہ فرمائی۔ نانا جان نے ادب و احترام کے ساتھ تعویذ لیا اور حکم کے مطابق ماموں جان کو تعویذات پہنائے، اس کے بعد کیا ہوا نانا جان نے فرمایا:

"میں نے امتیاز احمد کے گلے میں تعویذ ڈال دیا۔ حضور مفتی اعظم اوری سے تشریف لے گئے۔ پھر ایک رات خواب میں دیکھا کہ شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ کے مزار کے قریب تالاب کے کنارے فرش بچھا ہوا ہے، کچھ لوگ خاموش بیٹھے ہیں، ایک طرف کچھ کپڑا اور کنارے بالٹی میں پانی رکھا ہوا ہے، ماحول یہ بتا رہا تھا کہ کسی کا انتقال ہو گیا ہے اور لوگ تجہیز وتکفین کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کس کا انتقال ہو گیا ہے ایک شخص نے جواب دیا نور العین، شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ (یہ تینوں نام ان خبیث جنوں کے ہیں جو ماموں جان کو برسوں سے مبتلائے آلام کئے ہوئے تھے) جب میں بیدار ہوا خواب پوری طرح خواب یاد رہا، یہ خواب ہی تھا یقین کیسے کرتا جاتا کہ واقعی سچا بھی ہے؟ لیکن دن گزرتے رہے اور امتیاز احمد کی صحت بحال ہونے لگی۔ جسمانی تکلیف اور جنوں کی سواری کا سلسلہ بند ہو گیا۔ مجھے یقین آ گیا کہ خواب سچا تھا اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے تعویذ کی برکت اور آپ کے روحانی تصرف سے جنوں کا خاتمہ ہو گیا۔"

تقریباً ۳۵ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے بحمدہٖ تعالیٰ ماموں جان زندہ وسلامت ہیں مگر آج تک آسیب کا معمولی اثر بھی ظاہر نہ ہو سکا۔ بے شمار عالموں کے تعویذات، جنوں کو جلانے ہلاک کرنے، بند کرنے کی ساری تدبیریں جہاں جہاں رائیگاں ثابت ہوئیں وہاں روحانی دنیا کے تاجدار کے چند نقوش نے مریض کو درد والم کی جاں گسل مشقتوں سے نجات دلا دی۔ بہ ظاہر یہ چند نقوش تھے جن کی حیرت انگیز تاثیر سے مدتوں کی کلفت ورنج سے صرف ایک شخص نے نجات نہیں پائی بلکہ خبیث جنوں کی ہلاکت کے سبب بے شمار افراد ان کے شر سے مامون ومحفوظ ہو گئے۔ مگر حقیقۃً یہ حضور مفتی اعظم کی روحانی قوت کا کرشمہ اور آپ کی ناقابل انکار کرامت تھی جو تعویذ کے پردے میں اپنا کام کر گئی۔

اسی روحانی رمز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محقق عصر شارح بخاری حضرت علامہ الحاج مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ نائب مفتی اعظم نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔

''حضور مفتی اعظم نے فرمایا: کچھ اللہ والے اپنی کرامتوں کو دوا اور تعویذ میں چھپاتے ہیں۔ پھر سرکار سید حمزہ مارہروی علیہ الرحمہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص دعا کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت نے اسے ایک دوا کا نسخہ عنایت فرمایا۔ مدت کا مریض ایک خوراک میں ٹھیک ہو گیا۔ حضرت نے اپنی کرامت دوا میں چھپالی۔''

یہی حال حضرت مفتی اعظم کا تھا کہ وہ اپنی کرامتوں کو تعویذ کے پردے میں چھپائے ہوئے تھے جس کی دلیل یہی ہے کہ یہی تعویذات بہت سے لوگ لکھتے ہیں مگر فائدہ نہیں ہوتا۔ (جہان مفتی اعظم، ص ۸۴۳)

غریبوں کا خیال

ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی لکھتے ہیں:

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی مسکین نوازی اور کرم گستری کا ایک واقعہ حضرت مولانا مفتی عزیز الحسن صاحب قبلہ خلیفہ مفتی اعظم نے اس طرح بیان فرمایا:

۶۵۔ ۱۹۶۴ء کا ذکر ہے۔ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم مالیگاؤں تشریف لائے۔ ایک وسیع کمرے میں حضرت رونق افروز ہیں۔ عقیدت مند زائرین اور ضرورت مند لوگ مودب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہر شخص اپنی اپنی پریشانی اور ضرورت بیان کر رہا ہے۔ حضرت تعویذ عطا فرماتے اور دعا کرتے جاتے۔ اسی دوران ایک خستہ حال دیہاتی جس کے جسم پر پھٹا پرانا لباس تھا اور چہرے سے پریشانی کے آثار ظاہر ہیں بدحواسی کے عالم میں حضرت کے قریب پہونچا۔ سلام عرض کیا، حضرت نے سر اوپر اٹھایا، سلام کا جواب دیا، اس شخص نے دست بوسی کی۔ حضرت نے خیریت دریافت فرمائی۔ اس نے انتہائی لجاجت اور دل گرفتگی کے ساتھ عرض کیا:

حضور میں غریب آدمی ہوں دو جوان بیٹیوں کی شادی کرنی ہے۔ تعویذ مرحمت فرمائیں تاکہ شادی کے سلسلے میں اخراجات کا انتظام ہو جائے۔

حضرت نے نرمی سے فرمایا تم غریب ہو، تمہیں تعویذ ضرور ملے گا۔ کچھ دیر بیٹھو، پھر حضرت تعویذ نویسی میں مصروف ہو گئے چند آدمیوں کو تعویذ عطا فرمانے کے بعد دیہاتی شخص کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ پورے کمرے پر نگاہ ڈالی کہیں نظر نہ آیا۔ دریافت فرمایا، وہ غریب کہاں گیا؟ تلاش کیا جائے، لوگ یہ سنتے ہی باہر نکلے مدرسہ کے اردگرد تلاش کرنے لگے، دکانوں اور چائے خانوں میں گئے مگر وہ کہیں نظر نہ آیا حاضر ہو کر عرض کیا حضور! اس آدمی کا پتہ نہیں چلا، کہاں گیا؟ حضرت نے فرمایا وہ غریب ہے، اسے تعویذ دینا ہے۔ جاؤ تلاش کرو۔ بار بار یہی جملہ دہراتے رہے۔ حاضرین پریشان ہو گئے چونکہ وہ ایک اجنبی شخص تھا، شہر کا باشندہ ہوتا تو اسے کوئی پہنچاننے والا مل جاتا، اس کے گھر جا کر لایا جاسکتا تھا مگر اس اجنبی غریب کو کوئی جاننے پہچاننے والا ہو جب تو اس کے گھر جائے اور لائے۔ سخت دشواری کا سامنا ہے۔ ادھر حضرت کا پیہم اصرار وہ غریب ہے، اسے تعویذ دینا ہے، اسے تلاش کرو۔ لوگوں نے دور دور تک تلاش کیا مگر اسے نہ ملنا تھا نہ ملا لوگ حیران اور حضرت کا مسلسل اصرار۔

مالیگاؤں کے ایک قریبی قصبہ کے چند معزز اشخاص حضرت کو اپنے وہاں لے جانے کے لیے حاضر ہیں دیر ہوتی جا رہی ہے وہ عرض کرتے حضور وقت زیادہ ہو گیا ہے، گاڑی حاضر ہے، تشریف لے چلیں لیکن حضرت فرما رہے ہیں، وہ غریب ہے، اسے تعویذ دینا ہے، اسے تلاش کرو، اس طرح کافی وقت گزر گیا۔ مضافاتی قصبہ کے لوگوں نے گزارش کی حضرت چلنے کے لے آمادہ ہو گئے مگر کار میں بیٹھتے ہوئے فرمایا، وہ غریب ہے، اسے تعویذ دینا ہے۔ کار روانہ ہوئی، تمام ارادت مند رخصت ہوئے۔ مدرسہ کے اساتذہ اور ذمہ دار اس واقعہ سے حیران تھے۔ الٰہی وہ کون شخص تھا جس نے حضرت کو پریشان کر دیا اور حضرت بار بار اسے یاد کر رہے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ ہوا ہو گا کہ مدرسہ کی طرف کار آنے کی

آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ باہر آئے وہی کار جس پر حضرت سوار ہو کر گئے تھے۔ مدرسہ کے دروازہ پر آکر رکی اور حضرت نے کار سے باہر آکر فرمایا، تم آ گئے۔ پھر قرطاس وقلم سنبھالا، چند نقوش تحریر فرمائے اور اسے عطا فرما دیئے۔ اس کے بعد مضافاتی قصبہ کے معززین کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے اس دیہاتی شخص سے پوچھا تم کہاں چلے گئے تھے؟ حضرت کو اور ہم سب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ جواب دیا میں جھونپڑپٹی کا رہنے والا ہوں ایک غریب آدمی ہوں۔ یہاں سے گھر چلا گیا تھا، اب واپس آیا ہوں۔

بعد میں مضافاتی قصبہ کے معزز افراد سے حضرت کی اتنی جلد مراجعت کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم حضرت اپنے مکان پر لے گئے وہاں ناشتہ حاضر کیا گیا، حضرت نے اسے ہاتھ نہ لگایا فرمانے لگے، وہ غریب ہے۔ اسے تعویذ دینا ہے، اسی جملے کی تکرار کرتے رہے۔

آخر میں فرمایا ہمیں مالیگاؤں لے چلو۔ کس کی مجال تھی انکار کرتا فوراً ہی ہم کار میں بٹھا کر یہاں لائے راستہ میں بھی حضرت کی زبان پر وہی جملہ بار بار آتا رہا۔

خدمت خلق اور مفلس نوازی کا وہ جذبہ خیر تھا جس نے آپ کو ایک انجانے غریب کے لیے اس درجہ مضطرب کر دیا تھا اور اس وقت تک سکون نہ حاصل ہوا جب تک اس غریب کو تعویذ عطا فرما لیا۔ اللہ کے قدسی صفات بندے مخلوق خدا کے زخم پر مرہم رکھ کر ہی سکون مسرت پاتے ہیں۔ ان کا مقصد حیات دردمندوں کی غمگساری اور شکستہ حالوں کی چارہ سازی ہے۔ یہی طرز عمل رضائے الٰہی کے حصول اور واقعی راحت قلب وجگر کا سرچشمہ ہے۔ (جہان مفتی اعظم ص ۸۴۶)

کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجو تیری

مفتی محبوب رضا روشن القادری لکھتے ہیں:

جب ۱۹۶۹ء میں مدرسہ رضاء العلوم کنہواں سیتامڑھی میں، میں عظیم الشان کا

نفرنس کی تیاریاں مکمل کر چکا تو آپ سے تاریخ لینے نکلا معلوم ہوا کہ ان دنوں براؤں شریف میں ہیں۔ مظفر پور سے ضلع بستی پھر وہاں سے بذریعہ بس براؤں شریف پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضرت آج ہی صبح کچھوچھہ شریف تشریف لے جا چکے ہیں۔ رات گزار کر صبح کو وہاں کے لیے روانہ ہو گیا۔ جب وہاں پہنچا تو مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین صاحب نے فرمایا آج ہی بنارس تشریف لے گئے۔ ان کو مدعو کر لیا اور تاریخ معلق رکھی۔ جب بنارس پہنچا مجاہد دوراں کی نشان دہی کے مطابق تو معلوم ہوا کہ حضرت ابھی چند گھنٹے پہلے ہی بریلی شریف تشریف لے گئے۔ جب واپس ہونے لگا تو ہمارے پیر بھائی جناب محمد مختار نوری نے روک لیا۔ رات بھر رک کر صبح کو بریلی کے لیے ٹرین پکڑ لیا۔ جب بریلی شریف پہنچا تو معلوم ہوا کہ نماز فجر کے بعد حضرت پیلی بھیت تشریف لے گئے ہیں۔ اتنے میں ادھر سے حضرت ساجد میاں مسکراتے ہوئے آئے اور فرمایا کہ پہلے آپ مہمان خانہ میں چل کر کھا پی لیں۔ حضرت نے نام نہیں بتایا تھا مگر یہ کہہ کر گئے ہیں کہ جو کوئی میری تلاش میں آئے ان کی خاطر کرنا اور روک رکھنا میں وقت پر آ جاؤں گا۔

بہر حال میں کھا کر بیٹھک میں آیا اور حضرت ساجد میاں سے کہا کہ میں پیلی بھیت جا رہا ہوں۔ ابھی یہی بات ہو رہی تھی کہ حضرت کی کار آ گئی۔ بے حد خوشی ہوئی حضرت کے قدم بوس ہوا تو ایک مجمع موجود تھا۔ آپ نے فرمایا: آپ کہاں کہاں میرے لیے حیران ہوتے رہے؟ خادم کو حکم دیا اور خود بیٹھ گئے۔ جتنے دن کے لیے یہ چاہیں لکھ لو اور ان کے یہاں ضرور جانا ہے جب کہ خدا جانتا ہے کہ ابھی میں کچھ بھی عرض نہ کر سکا تھا کہ ایک ہفتہ کا پروگرام عطا فرما دیا۔ حضرت نے حالات دریافت کیے اور میں نے اپنی سرگزشت سنانا شروع کر دیا۔ یہ ہے اللہ والوں کا حال اور حضور مفتی اعظم کی نگاہ۔

بہر کیف آپ کنہواں تشریف لے آئے، ساتھ میں پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی حضرت علامہ سید مظفر حسین، حضرت امین شریعت، مفتی انیس عالم، حضرت ریحان ملت علیہم الرحمہ اور ان کے علاوہ بے شمار علمائے کرام تشریف فرما ہوئے۔ وہ

ایک خاص منظر تھا جب پہلی شب میں بعد نماز عشا اسٹیج پر تقریباً تین لاکھ کے مجمع کے سامنے مسند ارشاد پر آپ جلوہ گر ہوئے۔ حضرت پاسبان ملت اور مجدد دوراں کی تقریر کی فصاحت کی ضیاباریاں جہاں لوگوں کے دلوں کو مستنیر کر رہی تھیں وہیں آپ کے جلوۂ انوار کا خاص عرفانی بادل لوگوں کے قلب وجگر پر آب حیات برسا رہا تھا۔

ابھی رات کا ایک بھی نہ بجا تھا کہ دیوانوں کا امنڈتا ہوا سیلاب حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے لیے بے تاب نظر آرہا تھا۔ بالآخر پہلی شب میں تقریبا بیس ہزار لوگوں نے بیعت سے مشرف ہو کر اپنی خفتہ قسمت کو جگا یا۔ دوسرے دن کا عالم اس سے اور نرالا تھا کہ دن بھر اور رات کے قریبا گیارہ بجے تک سلسلہ میں داخل ہونے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ تین دن کنہواں میں قیام فرمایا۔ لوگوں نے طرح طرح کی کرامتیں دیکھیں کہ جو دل میں رکھ کر آئے اسے حضرت نے بالمشافہ بیان فرمادیا۔ اور جس کو جو کہہ دیا اس نے اسے پایا۔ پھر علاقہ میں تین دن تک دورہ ہوتا رہا۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ لیے پھرنے لگے اور شوق عقیدت کی لذتوں سے مستفیض ہوتے رہے۔ (جہان مفتی اعظم، ص:۹۶۱)

بغیر پٹرول گاڑی چلتی رہی

مفتی روشن القادری پوکھریروی لکھتے ہیں:

پھر اسی سال ۱۹۶۹ میں جامعہ قادریہ مقصود پور مظفر پور جلسہ میں جب تشریف لائے تو میں آپ کو پوکھریرا لے گیا۔ مقصود پور سے میں پوکھریرا آگیا اور حضرت کے ساتھ دو آدمیوں کو مقرر کر دیا کہ وہ لے کر پوکھریرا پہنچیں۔ مگر کچھ لوگ حضرت کو کار میں بیٹھا کر سیتامڑھی لے آئے یہاں سے ان لوگوں کو موضع کمالی لے جانا تھا مگر حضرت نے پوچھا یہ کون جگہ ہے؟ اور اب پوکھریرا کتنی دور ہے؟ جب یہ کہا گیا کہ یہ سیتامڑھی ہے، یہاں سے فلاں جگہ جانا ہے تو حضرت بے حد ناراض ہوئے اور پوکھریرا چلنے کو کہا مگر یہ لوگ یہ کہتے ہوئے چلے کہ پوکھریرا چل رہے ہیں۔ فوراً گاڑی خراب ہوگئی ڈرائیور چند گھنٹے پریشان رہا۔ اسی گاڑی میں کسی نے حضرت سے کہہ دیا حضور ان لوگوں نے اپنا ارادہ بدلا نہیں ہے،

پوکھیرا کا راستہ یہ نہیں ہے۔ ادھر پوکھیرا ہے تو حضرت سخت ناراض ہوکر گاڑی سے نیچے اتر آئے اور ڈرائیور سے فرمایا! گاڑی کا رخ ادھر پھیرو۔ اس نے کہا حضور گاڑی بند ہوگئی، نہ جانے کیا خرابی ہے؟ آپ نے فرمایا سب آدمی مل کر ہاتھ لگا کر سیدھی کرو جب سیدھی کی گئی تو گاڑی اسٹارٹ ہوگئی۔ پھر یہاں سے پوکھیرا ڈھائی بجے رات میں تشریف لائے جب کہ قیام وسلام کے لیے جلسے کے لوگ کھڑے ہو گئے تھے۔ حضرت براہ راست رونق اسٹیج ہوئے اور دعا فرمائی۔ ڈرائیور نے قسم کھا کر کہا جب گاڑی میں نے سیدھی کیا تو خیال ہوا کہ گاڑی میں تیل نہیں ہے ٹنکی پر بھروالوں گا مگر آگے چلتے چلتے خیال جاتا رہا اور گاڑی یہاں جب پہونچ گئی، اب خیال آیا کہ میں نے تیل لیا نہیں، گاڑی بغیر پٹرول یہاں کیسے پہنچ گئی؟ غرض کہ حضور مفتی اعظم کی اس طرح کرامتیں اتنی ہیں کہ ایک دفتر ضخیم درکار ہے۔

سرزمین ہند میں آپ کے زمانے تک کوئی مرشد کامل ایسا نہیں گزرا، جن کے مریدین کی کثرت اس عدد کو پہونچی ہو اور علما اس قدر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ہوں اور کوئی مرید ایسا نہیں، جو آنکھوں دیکھی کرامت نہ بیان کر سکے۔ (حوالہ مذکور، ص: ۹۶۲)

نہ ٹرین ملے گی نہ بس

مولانا اسد نوری پیلی بھیتی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا حفیظ الرحمن صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے قریب ترین عزیز کے ساتھ حضرت سے ملاقات کرنے کے لیے حاضر ہوا اور حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہونے کے بعد حضرت نے مہمان نوازی کے لیے اصرار کیا ہم رک گئے۔ اس اثنا میں شاہ جہاں پور سے چند عقیدت مند متوسلین حاضر ہوئے اور حضرت کی دست بوسی کر کے بیٹھ گئے اور پھر فوری طور پر جانے لگے۔ حضرت نے ان حضرات کو روکنے کی طرف خصوصی توجہ فرمائی لیکن وہ لوگ نہیں رُکے اور جنکشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو ٹرین بھی نہیں ملی۔ اس کے بعد اسٹینڈ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پر ان کو بس بھی نہیں ملی۔ منیجر بس اسٹینڈ نے بتایا کہ شاہ جہاں پور کو اب کوئی بس نہیں جائے گی۔ صبح کو جائے گی۔ دل

برداشتہ ہو کر حضرت کے دولت کدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت نے ان حضرات کے جانے کے بعد مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب سے فرمایا کہ یہ سب حضرات تھوڑی دیر بعد واپس آجائیں گے۔ ان کو نہ بس اور نہ ٹرین ملے گی۔ تھوڑی دیر بعد کافی پریشانی اٹھا کر تھک کر دوبارہ حضرت کے دولت کدہ پر تشریف لے آئے اور ان کو دیکھ کر مولانا صاحب مسکرانے لگے اور حضرت نے بھی تبسم فرمایا اور حضرت نے سب لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کا بھی دسترخوان وسیع تھا۔ والد کی طرف شہزادہ حضرت مفتی اعظم کا دسترخوان مشہور و معروف تھا۔ آپ کی مہمان نوازی کی شہرت دور دور تک تھی۔ دیکھا آپ نے شیخ کی فرماں برداری نہ کرنے سے پریشانی اٹھانی پڑی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیخ کی ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (حوالہ مذکور، ص: ۹۱۲)

محدث اعظم ہند کا احترام

موصوف مذکور لکھتے ہیں:

حضرت مولانا محمد عباس صاحب اشرفی مدظلہ العالی خطیب مسجد قریشیان کا بیان ہے کہ میں حضرت مفتی اعظم سے بیعت ہونے کے لیے کم وبیش ۵۴ء میں حاضر ہوا۔ اسی دوران حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی حضرت سے ملاقات کے لیے تشریف لے آئے۔ میں نے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت کی انکساری وجذبہ ایثار کو ملاحظہ کیجئے کہ سادات کی عظمت واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت نے فرمایا مولانا آپ حضرت محدث اعظم ہند سے بیعت ہو جائیے۔ سید کے ہوتے ہوئے میرے اندر اتنی ہمت وجرأت نہیں ہے کہ میں بیعت کروں۔ میں حضرت سے ہی بیعت ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت نے حاکمانہ انداز میں حضرت محدث اعظم ہند سے بیعت ہو کر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تزکیہ نفس کا بھی ثبوت پیش کر دیا۔

(حوالہ مذکور، ص: ۹۱۳)

مکان کے اندر تصویروں کا علم

موصوف مذکور ہی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا محمد عباس صاحب اشرفی کا بیان ہے کہ ۶۵ء میں دائرُ العلوم دیوان شاہ احمد آباد (گجرات) میں مدرس تھا۔ کود (راجستھان) کے ایک صاحب بزرگ نام ذہن سے اتر گیا تشریف لائے۔ بزرگوں کے اذکار ہونے لگے وہ صاحب حضرت کے زہد و تقویٰ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ حضرت کو اپنے غریب خانہ شہر کوٹہ میں بلا کر لایا حضرت دروازہ پر ہی رک گئے۔ میں نے تین یا چار بار عرض کیا حضرت تشریف لائیے۔ مکان کے اندر تشریف لے چلیے۔ حضرت ناراضگی کے لہجے میں فرمانے لگے۔ تیرا مکان بت کدہ بنا ہوا ہے میں اندر کیسے جاؤں؟ میں نے سارے فوٹوں کو دیواروں سے ہٹایا تب حضرت نے ناچیز کے مکان کو رونق بخش کر فیوض و برکات سے نوازا۔ (حوالہ مذکور، ص: ۹۱۳)

اک نگاہ ناز سے مردہ کو زندہ کر دیا

موصوف مذکور ہی لکھتے ہیں:

جناب برادر طریقت محمد ذاکر الرحمٰن شمسی ساکن محلہ پنجابیاں کا بیان ہے کہ محلہ کو لہاڑہ پرانے شہر بریلی شریف میں ایک خاندان کے سب افراد حضرت کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔ اس خاندان کی ایک لڑکی کم و بیش عمر ۷ رسال کی چند سالوں سے متعدد بیماریوں میں مبتلا تھی۔ بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کروایا لیکن اس کو صحت نہیں ہوئی۔ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ڈاکٹروں نے اس کو لاعلاج کہہ کر چند دنوں کا مہمان بنا دیا۔ ایک دفعہ اس لڑکی نے اپنے گھر والوں سے حضرت کی زیارت کرنے کی تمنا ظاہر کی لہٰذا گھر والوں نے اس کی نقاہت کو دیکھتے ہوئے لے جانے سے گریز کیا لیکن اس بچی نے ضد کی کہ میں حضرت کے پاس ضرور ضرور جاؤنگی۔ گھر کے لوگ حضرت کے پاس ناامیدی میں اس لڑکی کو چارپائی پر لٹا کر چل دیئے۔ ابھی حضرت کا مکان دور تھا راستہ میں ہی وہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ بیشتر افراد گھر کو واپس چلنے کے لیے زور دینے لگے۔ چند افراد نے کہا یہاں تک آ گئے ہیں۔ چلو اعلیٰ حضرت کے مزار فاتحہ دیں گے اور حضرت کی دست بوسی کریں گے۔ یہ لوگ لڑکی کو لے کر محلہ سوداگران میں حضرت کے دولت کدہ پہونچ کر

حضرت سے کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن کہہ نہیں پا رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا اس لڑکی کو میرے پاس لٹا دو۔ حضرت نے متعدد بار فرمایا لیکن انہوں نے نہیں لٹایا۔ حاضرین نے زور دے کر ان سے کہا کہ حضرت جو فرما رہے ہیں۔ تم کیوں نہیں کرتے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اس لڑکی کو حضرت کے برابر تخت پر لٹا دیا۔ حضرت دوسرے لوگوں سے گفت گو فرما رہے تھے۔ بعد فراغت گفتگو اس لڑکی کی طرف نگاہ ڈالی اور فرمایا بیٹی اٹھ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، یہ واقعہ کم و بیش ۱۹۵۵ء کا ہے۔ (حوالہ مذکور، ص: ۹۱۳)

گمشدہ انگوٹھی ایسے ملتی ہے

موصوف ہی رقم طراز ہیں:

جناب محمد ذاکر الرحمٰن شمسی کا بیان ہے کہ کم و بیش ۶۳ء میں ٹھاکر خاندان کا ایک فرد حضرت سے ملاقات کرنے الہ آباد پہنچا۔ اس وقت حضرت الہ آباد میں تشریف فرما تھے، اس نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک وراثتی خاندانی انگوٹھی تھی جو گم ہوگئی ہے۔ وراثت میں خاندان کے ہر بڑے بیٹے کو منتقل ہوتی رہتی ہے۔ حضرت نے ایک عمل عطا فرما کر ارشاد فرمایا۔ یہ عمل ۴۰ یوم کیجئے، اس میں ناغہ ہر گز نہیں ہونا چاہیے۔ پھر الہ آباد سے بریلی شریف آیا۔ میں اور حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب امجدی نائب مفتی اعظم مریدین متوسلین اور دوسرے عقیدت مند موجود تھے۔ وہ زار و قطار رونے لگا اور کہا میری انگوٹھی اب تک نہیں ملی ہے۔ حضرت نے فرمایا، جو عمل کرنے کو بتایا تھا وہ تم نے مکمل طور پر نہیں کیا اس لیے انگوٹھی پانے میں محروم ہو۔ حضرت نے گاؤ تکیہ ہی کے پیچھے سے ہاتھ ڈال کر انگوٹھی اس کو دے دی۔ وہ قدموں پر گرنا چاہتا تھا، حضرت نے سختی سے منع فرمایا اور فرمایا تمہاری انگوٹھی مل گئی تم اپنے گھر جاؤ۔ (حوالہ مذکور، ص: ۹۱۴)

تمہاری جیب میں صرف پانچ روپے ہیں

موصوف ہی رقم طراز ہیں:

جناب محمد ذاکر الرحمٰن شمسی صاحب کا بیان ہے کہ میں حضرت کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ یہ واقعہ کم وبیش ۶۵ء کا ہے۔ حضرت تعویذ تحریر فرمار ہے تھے۔ ازدہام کافی تھا اس مجمع کے پیچھے ایک سکھ بے چینی واضطراب کی حالت میں محو حیرت کھڑا تھا۔ حضرت نے فوری طور پر اس سکھ کو بلوایا اور کچھ لوگ سردار کہنے لگے۔ حضرت نے سختی سے تنبیہ فرمائی کہ سردار صرف ہمارے آقا و مولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ حضرت نے اس کی پریشانی دیکھ کر تین تعویذ دیئے۔ وہ تعویذ لے کر گردن جھکا کر خاموش رہا۔ اس کی پریشانی چہرہ سے عیاں تھی۔ اس کی خاموشی وندامت کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا تم مجھ کو نذرانہ دینا چاہتے ہو۔ تمہاری جیب میں صرف پانچ روپے ہیں۔ ٹکٹ کرایہ اور مصارف سفر کے لیے پیسے درکار ہیں۔ حضرت نے اپنی جیب خاص سے پانچ روپے خرچ کے لیے عنایت فرمائے اور فرمایا ٹرین تیار ہے اور بھوکے ہو، راستہ میں ناشتہ وغیرہ کرلینا۔ (حوالہ مذکور، ص: ۹۱۴)

قدموں کی برکت سے توبہ نصیب

موصوف ہی رقم طراز ہیں:

جناب عبدالولی خان صاحب نوری رضوی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا شوکت حسن خان صاحب نے فرمایا کہ میں راجستھان میں حضرت کے ساتھ ایک رہلو (بیل گاڑی) میں سفر کر رہا تھا نماز کا وقت تنگ ہونے لگا۔ حضرت نے فرمایا سامنے مسجد ہے، اس میں نماز پڑھ لی جائے۔ وہاں کے باشندوں نے بتایا کہ اس مسجد پر وہابیوں نے جبراً قبضہ کر رکھا ہے۔ فقیر اپنی الگ نماز پڑھے گا اور حضرت نے مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ اس علاقے میں گمراہیت پھیلی ہوئی تھی، علمائے حق برسہا برس سے کوشش میں مصروف تھے کہ کسی طرح ان کو راہ راست پر لایا جائے لیکن کوششیں کارگر نہیں ہوسکیں۔ مگر یہ حضرت کا روحانی تصرف تھا کہ بعد فراغت نماز حضرت کے ہاتھ پر گمراہ حضرات توبہ کرنے لگے، پھر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جناب شوکت میاں صاحب قبلہ نے کہا کہ علمائے حق کی تمام عمر کی کوششیں ایک طرف اور حضور مفتی اعظم کی ایک نگاہ کرم ایک طرف ہے۔ ماشاء اللہ

جاتی ہوئی ٹرین پلٹ آتی ہے

عبدالولی خان صاحب رضوی نوری کا بیان ہے کہ شوکت بھائی صاحب نے فرمایا حضرت کو جب کوئی بلاتا تو حضرت تھرڈ کلاس میں سفر فرماتے اور حضرت اپنے ذاتی اسفار میں فرسٹ کلاس میں سفر کرتے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ حضرت کو اپنے ذاتی کام سے مرادآباد جانا تھا، شوکت میاں کو بلا کر دو فرسٹ کلاس کے ٹکٹ لانے کے لیے روپیہ عنایت فرمائے۔ اس دوران گھر سے اسٹیشن جانے میں تاخیر ہوگئی۔ اسی لمحے میں چند حضرات تعویذات لینے کے لیے حاضر خدمت ہو گئے۔ میں برابر گھڑی دیکھ رہا ہوں۔ حضرت بار بار فرما رہے ہیں ان شاء اللہ ٹرین مل جائے گی۔ تب تک ٹرین چھوٹ چکی تھی، قلی بھاگتے ہوئے آئے۔ حضرت نے فرمایا نوری مسجد جنکشن پر دو رکعت نماز پڑھ لی جائے پھر ایک قلی بھاگتا ہوا آیا ٹرین واپس آگئی ہے اور مسجد سے جنکشن کے پلیٹ فارم پر آنے کے بعد اسٹیشن ماسٹر اور قلیوں کو دیگر حضرات کو تعویذات دیتے رہے۔ ٹرین ٹوکن کی کمی کی وجہ سے واپس آئی، ہم ٹرین پر سوار ہو کر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ص ۹۱۵)

جائیے وہ تندرست ہو جائیں گے

جناب عبدالولی خان صاحب نوری کا بیان ہے دوبارہ پھر سے بیمار ہو گیا۔ حاجی ریاض احمد صاحب M.L.A نے خواب میں میرے بارے میں دیکھا۔ میں ان کے الفاظ بیان کر رہا ہوں انہوں نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ دو کرسیاں ہیں ایک کرسی پر حضور مفتی اعظم جلوہ افروز ہیں اور دوسری کرسی پر حضرت مفتی مولانا محمد جہانگیر خاں صاحب خلیفہ مفتی اعظم تشریف فرما ہیں۔ دونوں کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور میں نے کہا ولی بھائی صاحب آپ کے چہیتے مرید ہیں اور وہ بیمار رہتے ہیں۔ لوگ ان کو طعنہ دیتے ہیں حضرت نے اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور مری طرف دیکھ کر فرمایا: حافظ صاحب دعا فرمایئے اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں وہیں رہا حضرت نے فرمایا جایئے وہ اچھے ہو جاں گے

۔میری آنکھ کھل گئی۔اس دوران میرے پیرومرشد حضرت علامہ مفتی محمد جہانگیر صاحب میرے گھر پر تشریف رکھتے تھے۔جب رات کے خواب کو اپنے شیخ حضرت مفتی محمد جہانگیر خان صاحب کو سنایا تب دوزانو ہوکر رونے لگے اور فرمایا کہ آپ لوگ مجھے مفتی صاحب کہتے ہیں۔میرے حضرت مجھ کو حافظ صاحب کہہ کر ہی پکارتے تھے۔پھر مجھ کو دیکھنے کے لیے حضرت مفتی صاحب مع اپنے مرید حاجی ریاض احمد صاحب ایم ایل اے غریب خانہ پر تشریف لائے اور خواب کو سنایا اور خود دعائیں کیں اور میں اپنے پیر مرشد حضرت مفتی اعظم کے وسیلے سے صحت مند ہو گیا۔ (حوالہ مذکور ص:۹۱۵)

حضرت کی دعا سے دو لڑکے پیدا ہوئے

جناب عبدالولی خان صاحب کا بیان ہے کہ میرے خالہ زاد بھائی محمد اسلم کراچی اور ان کے بہنوئی فاروق صاحب راولپنڈی سے تشریف لائے۔محمد اسلم بھائی صاحب کو حضرت نے ملاقات کا اشتیاق اور بیعت ہونے کی خواہش ہوئی۔اس پر ان کے بہنوئی محمد فاروق صاحب نے جو کہ آزاد خیال تھے کہا ولی کامل دکھائی پڑتے ہیں۔یہ باتیں کتابوں ہی تک محدود ہیں لیکن میں نے محمد اسلم صاحب اور برادر طریقت قاری امانت رسول صاحب نے اصرار کیا کہ آپ بریلی گھوم لینا۔بڑا شہر ہے تب فاروق صاحب گھومنے کے مقصد سے ہم لوگوں کے ہم راہ بریلی شریف تشریف لے گئے۔حضرت اس زمانہ میں کافی علیل تھے۔خادم بابو بھائی صاحب کے ذریعہ ہم لوگوں کی رسائی حضرت تک ہوئی۔جب ہم لوگوں نے حضرت کی دست بوسی کی۔ہماری دست بوسی سے قبل فاروق بھائی صاحب نے سب سے پہلے دست بوسی فرما کر حضرت سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا جب کہ وہ بے دلی اور دباؤ سے تشریف لے گئے تھے۔وہاں پر پہنچ کر ان کے دل کی دنیا بدل چکی تھی اور ہم لوگ بھی داخل سلسلہ ہوئے اور اسی وقت آسی پیا بھی داخل سلسلہ ہوئے۔ہم حضرت سے اجازت لے کر باہر آئے تب فاروق بھائی نے ہم سب کو گواہ بنا کر توبہ کی اور یہ کہا کہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کے ولی کا دیدار کیا ہے۔بیعت ہونے کے بعد

حضرت کی بارگاہ میں التجا کی۔ حضرت میرے یہاں کوئی لڑکا نہیں ہے دعا فرمایئے حضرت نے تین بار اپنی زبان مبارک سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو لڑکا عطا فرمائے۔ آپ کے یہاں لڑکے کی پیدائش ہو۔ اس کی عمر طویل ہو اور تمہاری میاں بیوی کی عمر دراز ہو۔ فاروق بھائی صاحب نے مجھ سے کہا جانتے ہو حضرت نے تین بار کیوں کہا؟ میرے یہاں لڑکے پیدا ہوتے ہیں صبح کو ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ مفتی اعظم کی کھلی کرامت ہے کہ ان کے یہاں دو لڑکے موجود ہیں۔ (حوالہ مذکور ص:۹۱۶)

رحلت کا آنکھوں دیکھا حال

وہی لکھتے ہیں کہ جناب عبدالولی خان صاحب کا بیان ہے نواسا حضرت مفتی اعظم جمال ملت حضرت مولانا شاہ جمال رضا خان صاحب مدظلہ العالی نے مجھ کو بتایا کہ مفتی اعظم کے وصال کے وقت خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ میں بھی موجود تھا۔ یکبارگی ایسا لگا کہ کمرہ روشنی سے معمور و منور ہے اور حضرت کو ایک کھانسی کا ٹھونکہ آیا۔ حضرت اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حاضرین کمرہ پر ایک نیم غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اللہ بہتر جانے کتنی دیر بعد آنکھ کھلی۔ تب ایک دوسرے کو محو حیرت دیکھ رہے تھے اور حضرت حقیقی معبود سے جا ملے۔ میں نے جب جمال میاں صاحب سے دریافت کیا کہ ایک بج کر چالیس منٹ (1:40) پر وصال کے وقت کا تعین کیسے کیا؟ حضرت کے سرہانے ٹائم پیس میں ایک بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ (حوالہ مذکور ۹۱۷)

فاسق سے نکاح کرنے سے احتراز

موصوف مذکور لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالحق مرحوم (تلمیذ حضرت استاذ المحدثین شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ) کی نواسی محترمہ آمنہ خاتون صاحبہ مرحومہ بیان فرمایا کرتی تھیں۔ حضور مفتی اعظم کے در دولت پر حاضر ہوئی اور چھوٹی صاحبہ پیرانی اماں سے بے تکلفی تھی اور حضرت کی زندگی کا تذکرہ نکل آیا۔ حضرت کے اخلاق و انکساری،

جذبہ ایثار تزکیہ نفس کا ذکر فرمانے لگیں کہ حضرت کے پروگراموں سے اکثر و بیشتر نصف رات کے بعد گھر پر واپسی ہوتی۔ اکثر و بیشتر مجھے نیند آجاتی۔ مجھے بیدار نہیں کرتے، خود تن تنہا کھانے کو نکال کر ٹھنڈا کھانا ہی تناول فرمالیتے اور کبھی بھی مجھ سے کوئی گلہ و شکوہ نہیں فرماتے کہ تم نے کھانا اتار کر پیش نہیں کیا۔ میں خود کہتی آپ مجھ کو اٹھالیتے، پیرانی اماں صاحبہ مرحومہ حضرت کے لباس کا پورا پورا دھیان و توجہ فرماتی تھیں کہ میرے سرتاج کون سا لباس زیب تن فرمائیں گے سر اقدس پر کون سا عمامہ سجائیں گے؟ یہ ساری ذمہ داری پیرانی اماں کی تھی۔

حضرت کی سب سے چھوٹی دونوں صاحبزادیوں کا رشتہ ازدواج حضرت برہان الحق صاحب خلیفہ اعلیٰ حضرت نے رئیس اعظم اجین مدھیہ پردیش کے دونوں صاحبزادگان سے طے کردیا۔ حضرت کو مطلع فرمادیا۔ حضرت نے قبول فرمالیا جب دونوں صاحبزادگان کی باراتیں آئیں۔ دونوں نوشوں کے داڑھی نہیں تھی۔ حضرت نے علی الاعلان برہان الملت سے فرمایا کہ فاسقوں سے ہرگز شادی نہیں کرونگا۔ یہ حضرات اپنی بارات واپس لے جائیں۔ کم وبیش ایک ہفتہ تک بارات جناب مرزا صاحب رئیس اعظم دیکھنا کے یہاں قیام پذیر رہی۔ برہان الملت نے نوشوں سے توبہ کرا کر داڑھی چھوڑنے کا اعلان کرا کر نکاح کرایا۔ یہ حضرت کی دین داری اور عملی زندگی اور آقائے دوعالم ﷺ کی سنتوں کی پاسداری تھی۔ (حوالہ مذکور ۹۱۷)

شوربہ پینے کے لئے اجازت

موصوف لکھتے ہیں کہ ایک صاحب بیان فرمارہے تھے (میں ان کا نام بھول گیا) فرید تحصیل بہیڑی ضلع بریلی میں حضرت تشریف لے گئے کھانا کھانے کے بعد پیالے میں تھوڑا سا شوربا بچ گیا۔ حضرت نے صاحب خانہ کو بلا کر شوربا پینے کی اجازت طلب کی۔ اس کی اجازت ملنے پر حضرت نے شوربا کو نوش فرمایا، شریعت مطہرہ کے ایسے پابند تھے۔

(حوالہ مذکور ۹۱۷)

وہ خود تشریف فرما ہیں مرے گھر

وہی موصوف لکھتے ہیں: جناب استاذ الاساتذہ حفظ النبی بیگ صاحب ریٹائرڈ پرنسپل ایس این انٹر کالج پیلی بھیت کا بیان ہے کہ میں مرید ہونے سے گھبراتا تھا بلکہ میرے تخیلات تھے کہ مرید ہونے کے بعد دنیا سے کنارا کشی کرنا پڑے گی اور مذہبی ذمہ داریوں کا انبار لگ جائے گا لیکن اہلیہ محترمہ کا اصرار تھا کہ جلد از جلد ہم لوگوں کو بیعت ہو جانا چاہیے۔ اسی اثنا میں حضور مفتی اعظم جناب عبدالنعیم خاں صاحب عرف اچھے بھائی صاحب کے دولت کدہ پر حضرت تشریف لائے تو میں بھی پہنچ گیا۔ باہر رکشا پر پنجابیاں جانے کے لیے حضرت سوار ہو رہے تھے۔ میں نے سلام کر کے مصافحہ کے لیے دست دراز کیے اور حضرت کی نگاہ کرم میرے ٹائی پر پڑی اور ناراضی کا اظہار فرما کر سمجھانے لگے کہ یہ شعار عیسائیت ہے، حرام ہے۔ میں نے گھبرا کر حضرت کے سامنے ہی ٹائی کو کھول دیا اور گھبرا کر دعوت دینا بھول گیا۔ گھر واپس آ گیا اور اس کے بعد سے آج تک ٹائی نہیں باندھی، نصیبہ جاگا نصف گھنٹہ بعد حضرت میرے غریب خانہ پر از راہ کرم خود تشریف لائے۔ حضرت نے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ دروازہ کھول کر حضرت کو ادب و احترام کے ساتھ گھر میں بٹھایا اور اہلیہ صاحبہ کو بیعت کرایا۔ میں نے حضرت سے گھر چلنے کو کہا بھی نہیں تھا لیکن خود بہ خود حضرت دل جوئی کی خاطر تشریف لائے۔ (حوالہ مذکور ۹۱۸)

بچپن سے جوانی تک ایک ہی رنگ میں دیکھا

موصوف ہی لکھتے ہیں:

جناب حفظ النبی بیگ صاحب پرنسپل کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد جناب لطف علی بیگ صاحب مرحوم رہائش پذیر بہاری پور ڈھالی بریلی شریف کے تھے، وہ فرماتے تھے۔ دونوں بڑے اور منجھلے بھائی صاحبان کا نکاح حضرت نے ہی پڑھایا اور ان کے کثیر اولاد ہے۔ حضرت کے فیوض و برکات کا ثمرہ ہے۔ لطف علی بیگ سید ایوب علی، سید قناعت علی اور حضرت ہم سب ہم عمر تھے اور ہم سب پر حضرت کا علمی و عملی دبدبہ چھایا ہوا تھا اور ان

کی جوانی بچپن بزرگی میں یکسانیت تھی۔ لطف علی بیگ صاحب بیان فرماتے تھے کہ میں نے حضرت کا بچپن، جوانی اور بزرگی یعنی تینوں دور کو دیکھا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔ حضرت مفتی اعظم اپنے بچپن سے معمولات پر کار بند تھے۔ رضوی منزل میں ہم سب لوگ بیٹھتے تھے۔ وہاں پر علما اکابر بھی تشریف فرما ہوتے تھے۔ علمی، ادبی، تاریخی، مسلکی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ بیگ صاحب کا بیان ہے کہ میں حضرت مفتی اعظم کو دوران تعلیم کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ (حوالہ مذکور ۹۱۸)

اللہ والے دل کی پکار سنتے ہیں

موصوف ہی لکھتے ہیں:

جناب داروغہ اختر علی خان صاحب کا بیان ہے۔ قاری امانت رسول صاحب حج بیت اللہ شریف کو ۱۹۸۰ء میں تشریف لے گئے تھے، اس وقت ان سے میری قربت تھی، میری تقرری تھانہ کوتوالی لکھیم پور میں تھی۔ ایک دن میری ڈیوٹی وزیر اتر پور بستی کے ساتھ لگا دی گئی تھی۔ دن کے ۱۱ بجے خط ملا کہ قاری امانت رسول صاحب، بعد حج، بمبئی سے لکھنؤ آ رہے ہیں۔ میں فوری طور پر ایک یوم کی چھٹی منظور کروا کر وردی میں ہی بس پر سوار ہو کر لکھنؤ پہنچ گیا اور چار باغ اسٹیشن پر انکوائری پر معلومات حاصل کی۔ انکوائری آفیسر نے بتایا ناسک میں کسانوں کی ہڑتال کی وجہ سے ٹرین کو منسوخ کر دیا ہے۔ اسٹیشن پر پنجاب میل پر سوار ہو کر بریلی پہنچ کر محلہ ذخیرہ میں اپنی سسرال چلا گیا۔ بعد نماز فجر دل میں خیالات پیدا ہوئے۔ قاری امانت رسول کے مطابق اللہ کا ولی سامنے بھی سنتا ہے اور پیچھے بھی سنتا ہے، تسکین قلب کے لیے مزار اعلیٰ حضرت پر حاضر ہو کر، حضرت مفتی اعظم کے گلے میں ہار ڈالنے کے لیے اور پیرانی اماں صاحبہ کے لیے بھی خرید لیے۔ ہار لے کر حضرت کے صدر دروازہ پر آیا دروازہ کی گیلری میں جلانے والی لکڑی بکھری ہوئی تھی میں نے سوچا حضرت کیسے آسکتے ہیں؟ میں دفتر میں چلا گیا، وہاں پر بابو بھائی صاحب خادم خاص حضرت مفتی اعظم تشریف فرما تھے۔ انہوں نے بتایا حضرت شب میں بیدار رہتے ہیں اور فجر کی نماز سے فارغ ہو کر دن کے گیارہ بجے تک آرام فرماتے ہیں۔ حضرت کے ہار کیسے ڈال سکتا ہوں؟

میں گھر کی طرف جانے کے لیے مڑا، ویسے ہی حضرت کی آواز سنائی دی کہ باہر میرا کوئی صاحب انتظار کر رہے ہیں۔ گھر والوں نے کہا لکڑی پڑی ہے، کہیں آپ گر نہ جائیں اس لیے مت جایئے۔ پھر سرکار مفتی اعظم ان لکڑیوں پر چڑھ کر تشریف لائے اور میں نے ان کے گلے میں ہار ڈال دیا اور دست بوسی کی۔ حضرت نے خصوصی دعا فرمائی۔ قاری امانت رسول بہ خیر وخوبی واپس ہوں اور میرے لیے امن وامان دین ودنیا میں سرخروئی اور ایمان پر قائم رہنے اور خاتمہ بالایمان کی دعا فرمائی۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس پر قائم دائم ہوں۔ یک بارگی پلٹ گیا، گھبراہٹ میں ایسا لگا جیسے میری چوری پکڑی گئی، پیچھے مڑ کر دیکھا حضرت مسکرا رہے ہیں، دوسرا ہار میرا اے ہاتھ میں تھا۔ اس ہار کو حضرت نے پیرانی اماں کو پہنانے کے لیے پیش کر دیا۔ ہار لے کر حضرت زنان خانے میں تشریف لے گئے، مجھ کو مکمل یقین کامل ہو گیا کہ ہمارے مرشد اللہ کے ولی ہیں، صدق دل سے یاد کیا، وہ تشریف لے آئے۔

(حوالہ مذکور ۹۲۰)

جایئے! ٹرین مل جائے گی

مزید لکھتے ہیں: خوشی محمد خاں عرف دنا خان صاحب ساکن بشارت گنج کا بیان ہے کہ میں ۶۶ء میں حضرت کے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لیے رات کو قیام کیا۔ میں نے حضرت کو وضو کے لیے پانی دیا، لوٹے میں کم پانی تھا، پھر بھر کر منگوایا، خود ہی سمجھایا وضو کرتے وقت کسی بھی عضو کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ اگلے روز صبح کی ٹرین سے گھر جانا تھا لیکن وقت نکل گیا۔ حضرت نے فرمایا دنا خان صاحب آپ کو گھر جانا تھا؟ میں نے کہا، حضرت ٹرین چلی گئی ہوگی؟ حضرت نے فرمایا جایئے، ٹرین مل جائے گی۔ بددلی سے اسٹیشن پہنچے ٹرین کو کھڑی دیکھ کر بھاگ کر گارڈ والے ڈبے میں گھس گیا اور فوری طور پر ٹرین چل پڑی۔ گارڈ نے بڑے ادب واحترام اور عزت وتکریم سے بیٹھایا اور معلوم کیا کہاں سے تشریف لا رہے ہو؟ میں نے ان کو بتایا کہ میں خانقاہ اعلیٰ حضرت کے صاحب سجادہ حضرت مفتی اعظم سے مل کر آ رہا ہوں۔ گارڈ نے بتایا ٹرین کو ۹ بجے جانا تھا لیکن انجن آگے بڑھ نہیں رہا تھا۔ آپ کے قدم رکھتے ہی ٹرین چل پڑی ایسا لگتا ہے آپ کی وجہ سے ہی ٹرین

نہیں چلی تھی۔ میرے لیے خصوصی دعا کیجئے اور اپنے حضرت سے کہیے میری پریشانیاں دور ہوجائیں۔ (حوالہ مذکور ۹۲۱)

کوئی محروم نہیں لوٹا تمہارے در سے

مولانا اسد نوری ہی لکھتے ہیں؛

جناب علی رضا خان صاحب ساکن بشارت گنج ضلع بریلی کا بیان ہے کہ میرٹھ کے حاجی صاحب حضرت کے یہاں تشریف لائے تھے متعدد بار گھر چلنے کی دعوت دی لیکن حاجی صاحب کے زیادہ اصرار کرنے پر حضرت نے آنے کا وعدہ فرمالیا۔ حسب وعدہ حاجی صاحب کے یہاں حضرت تشریف لے گئے۔ جاٹ خاندان کے لڑکے کی بہو کے کوئی اولاد نہیں تھی، علاج کافی کرایا لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ گھر والوں کی زیادتیاں سہتے سہتے وہ اداس و پریشان رہنے لگی یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ وہ خودکشی یا وہاں سے میکے جانے کا ارادہ کرچکی تھی۔ پڑوسی نے بتایا کہ بریلی شریف کے میاں فلاں جگہ کے حاجی صاحب کے یہاں آئے ہوئے ہیں، ان کا تعویذ فوری اثر کرتا ہے لہٰذا تم ان کو دکھادو۔ جس وقت وہ عورت حاجی صاحب کے در دولت پر پہنچی، حضرت اسٹیشن کو گھر جانے کے لیے روانہ ہوچکے تھے۔ وہ عورت بھی اپنی ساس کے ہم راہ اسٹیشن کی طرف چل دی۔ یہ لوگ راستہ میں ہی تھے کہ ٹرین آگئی۔ حضرت اس پر سوار ہوگئے۔ حضرت نے ایک تعویذ لکھ کر حاجی صاحب کو دیتے ہوئے کہا کہ اسٹیشن کے باہر سرخ شال اوڑھے ہوئے عورت ملے گی۔ ان کو یہ تعویذ دے دینا اور کہہ دینا موم جامعہ کر کے لوبان کی دھونی دے کر پہن لے۔ ان شاء اللہ اس کی پریشانی دور ہوجائے گی۔ حاجی صاحب نے اس عورت سے اسٹیشن کے باہر معلوم کیا کیوں رو رہی ہو؟ اس نے اپنا پورا واقعہ سنایا حاجی صاحب نے حضرت کا عطا کیا ہوا تعویذ اس کو دے دیا اور تاکید کی کہ حضرت کی ہدایت کے مطابق پہن لینا۔ بفضلہ تعالیٰ اس کے سات فرزند تولد ہوئے۔ اس کے صاحبزدگان میں سے ہر سال عرس رضوی کے موقع پر کوئی نہ کوئی عقیدت و محبت سے ضرور حاضری دیتا ہے۔

(حوالہ مذکور ۹۲۱)

کرامات مفسر اعظم ہند

مختصر تعارف حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ

آپ کی پیدائش ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ میں ہوئی اور ۱۱ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ/ ۱۲ رجون ۱۹۶۵ء کو آپ پردہ فرماگئے۔ اسم گرامی ابراہیم رضا ہوا۔ دادا محترم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے عقیقہ کا خاص اہتمام کیا اور منظر اسلام کے مختلف علاقہ کے طلبہ کو ان کے ذوق کے مطابق کھانا کھلایا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ پھر ۱۳۳۲ھ سے باضابطہ منظر اسلام میں تعلیم کا آغاز ہوا اور ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۵ میں منظر اسلام ہی سے آپ کی فراغت ہوئی۔ آپ کے نامور اساتذہ میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، مولانا رحم الٰہی رضوی، مولانا ظہور الحسین فاروقی، مولانا نور الحسین مجددی، قابل ذکر ہیں۔

جامعہ منظر اسلام سے آپ نے تدریس کا آغاز فرمایا اور علامہ شاہ ریحان رضا خان رحمانی میاں، حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا خاں ازہری میاں، مولانا سید عارف علی صاحب نان پارا، مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صاحب، مولانا نعیم الدین احمد گورکھپوری، مفتی عبدالحلیم رضوی، مفتی عبدالواجد قادری، مولانا محبوب رضا روشن القادری، مولانا شاہ منان رضا منانی میاں، جیسے حضرات آپ کے فیضان تدریس سے مالا مال ہوئے۔

آپ کو اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند اور قطب مدینہ علامہ شاہ ضیاء الدین مدنی علیہم الرحمہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ آپ کی شخصیت علم عمل تقویٰ محبت رسول اور خدمت کا مجموعہ تھی۔ آپ نے زندگی بھر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مخلصانہ جدوجہد کی، مختلف علاقوں کے اسفار کئے اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کو عام فرمایا۔ اخیر عمر میں جب کہ زبان بند ہوگئی تھی، تحریر کے ذریعہ اشاعت اسلام وسنت کا عمل جاری رکھا۔ آپ کے مشاہیر خلفا میں شیخ المعلمین حضرت شیخ جمال اللیل مکی، علامہ شاہ رحمانی میاں، حضور تاج الشریعہ ازہری میاں حافظ،، شاہ حمید الرحمن قادری، اور مفتی عبدالواجد قادری علیہم الرحمہ کا نام نامی شامل ہے۔ مفتی عبدالواجد قادری تنہا وہ شخصیت ہیں جنہوں نے شمالی بہار میں آپ کے اثرات کو زندہ رکھا ان کی سوانح لکھی اور ان کی کتابوں کو تلاش تلاش کر کے از سر نو طباعت کرا کر زندہ کر دیا۔ جزاک اللہ خیر الجزا۔

آپ کی تصنیف میں حجۃ اللہ، نعمت اللہ، رحمۃ اللہ، تحفہ حنفیہ، الدرر سنیہ، ذکر اللہ، تفسیر سورہ بلد، تشریح قصیدہ نعمانیہ، معارف القرآن، زیارت قبور، نور الصفا، آیات متشابہات وغیرہ کا نام آتا ہے۔ آپ کے تفصیلی احوال ”حیات مفسر اعظم میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

کشف حال دیکھ کر غیر مسلم نے کلمہ پڑھ لیا

امین شریعت سوم ادارہ شرعیہ بہار حضرت مفتی عبدالواجد قادری خلیفۂ حضور مفسر اعظم ہند اپنی کتاب ''حیات مفسر اعظم ہند میں لکھتے ہیں:

مضافات کانپور ''اورئی'' میں ایک مرتبہ ہندو مسلم فساد ہوا، جب فساد کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو ''اورئی'' سے چند اشخاص حضرت کی خدمت میں کانپور حاضر ہوئے۔ حضرت ان دنوں کنگھی محال میں قیام فرماتھے۔ ان لوگوں نے حضرت سے اورئی چلنے پر اصرار کیا۔ حالات اب تک سازگار نہیں تھے، پھر بھی حضرت نے دعوت قبول فرمالی اور تاریخ مقرر پر اورئی تشریف لے گئے، وہاں کے ہائی اسکول میں جلسہ اور قیام کا انتظام ہوا، کیونکہ مسلمانوں کے اکثر مکانات خاکستر ہو چکے تھے اور آبادی میں کوئی رونق بھی نہیں تھی۔

حسب معمول راقم الحروف کی مختصر تقریر کے بعد حضرت والا کی تقریر پر تنویر شروع ہوئی، جو ڈھائی تین گھنٹوں تک ہوتی رہی۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد جب مجمع برخاست ہو گیا تو چند سربر آوردہ لوگ حضرت سے ملنے کے لیے اسکول ہی میں آئے بعض ان میں اسکول کے ٹیچر تھے بعض متمول غیر مسلم تھے اور بعض نیتا قسم کے لوگ تھے۔ آپ نے سب سے رسمی طور پر گفتگو کی اور جانے کی اجازت دیدی مگر دو آدمیوں کو روک لیا۔ پھر ان سے فرمایا ''اپنے ذاتی فائدہ کے لیے اتنے مسلمانوں اور ہندوؤں کا خون بہانا، پھر اس پر پردہ ڈالنا، انسانیت کے خلاف ہے۔ تم تو اہنسا کے پجاری ہو، تمہارے دھرم میں بھی بے وجہ کسی کا خون کرنا درست نہیں ہے۔ تم لوگوں نے سیاسی فائدے کے لیے جو کھیل کھیلا ہے وہ انتہائی گھنونا اور شرمناک ہے۔ اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے کرتوت کسی پر ظاہر نہ ہوں گے تو یہ تمہاری نادانی ہے، بندہ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے، للہذا اس سے ڈرو۔''

حضرت اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور آپ کے چہرہ سے جلال نمایاں تھا۔ اُدھر وہ دونوں زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا خیر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ لیکن یاد رکھو کہ یہاں کے مسلمانوں کی ذمہ داری اب میں نے لے لی ہے تم اگر چاہو گے

بھی تو اب ایک مسلمان کا بال بیکا نہیں ہوگا اور تم نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ اتنا سننے کے بعد ان دونوں نے آپ کے قدموں کو تھام لیا اور عرض کرنے لگے۔ سرکار! ہم سے غلطی ہوئی ہم کو نہیں معلوم تھا کہ ایک معمولی سی چنگاری ''اورئی'' اور اس کے علاقہ کو تہس نہس کر ڈالے گی۔ ہماری غلطی معاف کی جائے اور ہمیں اپنے چرنوں میں پناہ دی جائے۔ حضرت نے فرمایا غلطی تو معاف ہو سکتی ہے لیکن، مسلمانوں کے نقصانات کی تلافی کون کرے گا؟ انہوں نے کہا حضور! ہم سے جہاں تک ہو سکے گا ہم مسلمانوں کی مدد کریں گے اور ان کو اپنا بھائی سمجھیں گے۔ حضرت والا نے انہیں جانے کی اجازت دیدی۔ وہ لوگ چلے گئے مگر ان میں سے ایک پندرہ بیس منٹ کے بعد ہی اپنی بیوی کے ساتھ دوبارہ آیا۔ حضرت نے فرمایا اب کیوں آئے ہو؟ اس نے عرض کیا سرکار! میرا دل مجھے ملامت کر رہا ہے میں اُسی وقت آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گیا ہوتا، مگر میں نے سوچا کہ شہر میں شور مچ جائے گا اس لیے خاموشی کے ساتھ میں چلا گیا اور اب اپنی بیوی کے ساتھ مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ اطمینان سے بیٹھ گئے دونوں کو اصنام پرستی سے توبہ کرائی۔ کلمہ شریف پڑھا کر داخل اسلام کیا پھر دیر تک نصیحتیں فرماتے رہے۔

صبح میں جب آپ کی روانگی کا وقت آیا تو شہر اور مضافات کے کافی مسلمان آپ کو رخصت کرنے کے لیے آئے آپ نے سب کو نصیحتیں کیں اور فرمایا دین پر قائم رہئے نماز اور درود پاک کی کثرت کرتے رہئے اللہ تعالیٰ نے کفر کی شوکت توڑ دی اور آپ لوگوں کو اپنے حفظ و امان میں لے لیا۔

حادثہ کا شکار ہونے والی ٹرین چھوڑ دی

حضرت مفتی صاحب موصوف ہی لکھتے ہیں:

اورئی سے ناشتہ کے بعد کانپور کے لیے روانہ ہوئے اورئی اسٹیشن پر پہنچ کر میں نے دو ٹکٹ فرسٹ کلاس کا لیا اور ویٹنگ روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک تیز رفتار ٹرین کانپور کی طرف جانے والی آ گئی، حضرت نے فرمایا، اس ٹرین کو چھوڑ دو۔ حالانکہ ٹکٹ

اکسپریس ٹرین کا تھا۔ اب ہم لوگ دوسری ٹرین کا انتظار کرنے لگے۔ اسی درمیان میں نے پوچھ دیا حضور! اگر ہم لوگ بجائے فرسٹ کلاس کے سکنڈ یا تھرڈ کلاس میں سفر کریں تو پیسوں کا خرچ کم ہوگا اور داعی کے لیے سہولت ہوگی۔ آپ نے فرمایا تجویز تو ٹھیک ہے لیکن میں اپنے یا خادم کے ٹکٹ کا بار دعوت دینے والوں پر نہیں ڈالتا۔ بلکہ نذرانوں کے لیے بھی میری جانب سے کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔ تمہاری یہ سوچ کہ پیسے بچیں گے صحیح ہے مگر میں کیا کروں طبیعت شاہانہ پائی ہے سکنڈ کلاس یا تھرڈ کلاس میں ایسے مسافرین زیادہ سفر کرتے ہیں، جو بیڑی سگریٹ پیتے ہیں، نسوار لیتے رہتے ہیں اور میں اس کی بو کو بالکل برداشت نہیں کر پاتا ہوں اور ان درجوں میں اسقدر شور وغل ہوتا رہتا ہے کہ یکسوئی کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ پھر بایں جبہ و دستار ان کلاسوں میں سفر کرنے سے علمائے دین کے لباس کی توہین کا ظن ہوتا ہے کہ کیونکہ عوام کالانعام اسے تمسخر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہی سب وجوہات ہیں کہ میں ان درجوں میں سفر نہیں کرتا ہوں۔

تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد دوسری پسنجر ٹرین آئی جس میں ہم لوگ بیٹھ گئے دو اسٹیشن کے بعد وہ ٹرین رک گئی، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آگے جو اکسپریس ٹرین جا رہی تھی وہ ایک گڈس ٹرین سے ٹکرا گئی ہے اس لیے جب تک لائن صاف نہیں ہوگی یہ ٹرین یہیں رُکی رہے گی۔ دو تین گھنٹوں کے بعد جب ٹرینوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور اگلے اسٹیشن پر ہم لوگ پہنچے تو دیکھا کہ جس اکسپریس ٹرین کو ہم لوگوں نے چھوڑ دیا تھا وہ اپنے کئی ڈبوں کے ساتھ ریلوے لائن سے اتری ہوئی ہے جس میں فرسٹ کلاس کا ڈبہ بھی شامل تھا اور گڈس ٹرین کا سامان منتشر بکھرا پڑا تھا۔ حضرت نے استغفار پڑھتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل درود اسم اعظم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

کی برکتوں سے ہمیں ہلاک ہونے سے بچالیا۔

ناامید مریض کے جسم پر ہاتھ رکھتے ہی شفا

حضرت مفتی صاحب ہی لکھتے ہیں:

آپ سے جتنی کراماتوں کا صدور وظہور ہوتا آپ ان سب کو درود اسم اعظم کی برکت بتاتے اور یہ ممکن بھی ہے کیوں کہ آپ درود اسم اعظم کے عامل تھے اور اس کی برکتوں نے آپ کو صاحب کرامت بزرگ بنادیا تھا جس کا اظہار کبھی کبھی آپ خود بھی کیا کرتے تھے۔

ضلع ہوڑہ (مغربی بنگال) کے شیب پور علاقہ میں ایک شخص کو شدت کا بخار آیا وہ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا رہا لیکن بخار دن بدن بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ اس کے دماغ میں بخار سرایت کر گیا۔ جب بخار کی شدت ایک سو آٹھ ڈگری تک پہنچ گئی تو ڈاکٹر نے جواب دیدیا۔ اس بیمار کے عزیز واقارب اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حضرت کے ایک جاں نثار مرید کے اشارہ پر بیمار کے گھر والے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت وسماجت کرنے لگے۔ حضرت اسی وقت مریض کے پاس پہنچے، اس کا سارا جسم آگ کی طرح تپ رہا تھا، حضرت نے اس کے جسم پر ہاتھ رکھا اور درود اسم اعظم پڑھنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ مریض کے جسم کی گرمی تو کم ہو رہی ہے مگر حضرت کا جسم گرم ہوتا جارہا ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک یہ عمل جاری رہا اور اسی درمیان مریض بالکل بھلا چنگا ہو گیا لیکن آپ کی کیفیت یہ ہو گئی کہ آپ بخار کی شدت سے لڑکھڑانے لگے تمام حاضرین، مرید ومعتقدین آپ کی اس حالت کو دیکھ کر گھبرانے لگے اور ڈاکٹر کے بلانے کی تجویزیں ہونے لگیں۔ آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے سب کو تسلی دی اور فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ بخار کی شدت کے عالم میں آپ نے چائے نوش فرمائی، پسینوں کی اتنی کثرت ہوئی گویا آپ ابھی غسل خانہ سے باہر آرہے ہیں، بنیائن وغیرہ سب تر بتر ہو گئی، کچھ دیر کے بعد آپ کی حالت پھر اعتدال پر آگئی، جسے دیکھ کر حاضرین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سب نے نعرہائے تکبیر ورسالت بلند کی۔

جاؤ! تمہیں ٹی بی ہے نہ دمہ

حضرت مفتی صاحب ہی رقم طراز ہیں:

بریلی شریف خواجہ قطب میں ایک ادھیڑ عمر کے مریض کو لیکر کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے، حضور! ڈاکٹروں نے اس کو ٹی، بی بتایا ہے یہ شخص بے حد پریشان ہے ویسے اسے کھانسی کی شکایت بہت دنوں سے ہے۔ حضرت نے فرمایا اِسے ضیق النفس (دمہ) کی شکایت ہے، اس کو مزار اعلیٰ حضرت پر لے چلو میں آتا ہوں اور درس کے بعد مزار اقدس کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی کے اندر اسے دیکھوں گا۔ بارہ بجے دن کے بعد حضرت عمارت مزار اعلیٰ حضرت کی چھت پر تشریف لائے اور ایک بڑا سا کعب منگوایا اور اسے راکھ سے بھروادیا، پھر اسے مریض اور اپنے درمیان رکھا، آپ خود بائیں پہلو پر بیٹھ گئے اور بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک دیا۔ داہنا پہلو کھڑا رکھا اور داہنے ہاتھ سے مریض کی کلائی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر درود اسم اعظم کا ورد شروع کیا جب آپ کا پورا جسم کسی پھلدار شاخ کی طرح جھومنے لگا تو آپ پر کھانسی کا غلبہ ہوا اور کف کی قے کرنی شروع کی، ادھر آپ کو قے ہوتی رہی اُدھر اس مریض کے کثرت تنفس میں افاقہ ہوتا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ یہ سلسلہ جاری رہا جب قے کا آنا بند ہو گیا اور کمزوری زیادہ لاحق ہو گئی تو آپ نے مریض کا ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا اسی چھت پر چہل قدمی کرو۔ وہیں ایک چارپائی پر سو گئے۔ طلباء خدمت کا فیض اُٹھانے لگے، تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھ بیٹھے مریض سے فرمایا جاؤ نہ تمہیں ٹی، بی ہے نہ دمہ۔ تم بالکل اچھے ہو گئے، مگر ہمیشہ نماز اور درود شریف کی پابندی کرتے رہنا۔

راقم الحروف نے عرض کیا حضور! یہ تو عجیب و غریب طریقہ علاج ہے کیا ہم لوگ اس کام کو نہیں کر سکتے؟ حضرت نے فرمایا دوسروں کی مصیبتوں اور بیماریوں کو اپنے اوپر لینا بڑے دل گردے کا کام ہے جس کا متحمل ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ پھر اس میں کبھی کبھی ناقابل برداشت اذیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جس کو تم تو برداشت کر لوگے لیکن تمہارے اہل

وعیال برداشت نہیں کر پائیں گے، اس لیے اس سے دور رہنا ہی تم لوگوں کے لیے بہتر ہے۔

ٹی، بی ایک ایسی بیماری ہے، جو مریض کی جان لیکر ہی جاتی ہے اس کو انگلش میں ٹیوبر کولوسس اور اردو میں تپ دق کہتے ہیں، موجودہ وقت میں اس کا علاج قدرے آسان ہے لیکن پچاس ساٹھ سال پہلے تو حکما اور ڈاکٹر اس کے علاج سے عاجز تھے۔

بدبودار جن کی شکست

مفتی صاحب موصوف ہی لکھتے ہیں:

حضرت ریحان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بچپنے کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں ایک ایسا شخص لایا گیا جس کے سر میں سخت درد تھا اور اس سے ایسی سخت بدبو نکلتی تھی کہ بیٹھک کے تمام لوگوں نے اپنی ناکیں بند کر لیتے تھے۔ اتفاق سے اس وقت ابو حضور (مفسر اعظم ہند) وہیں اندرون حویلی تشریف فرما تھے۔ آپ کو بیٹھک میں اس کے علاج کے لیے بلایا گیا۔ آپ نے اس کے سر کو پکڑ کر درود اسم اعظم کا ورد فرمایا۔ ابھی دو چار ہی منٹ ہوئے تھے کہ میں نے عرض کیا ابو حضور! یہ درود تو میں بھی پڑھ سکتا ہوں، لائیے میں اس کے سر کو جھاڑ دیتا ہوں۔ حضرت نے خشمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھا اور غصہ ہی میں فرمایا "لے تو ہی یہ عمل کر" اور خود وہاں سے ہٹ گئے میں ابا کی نقل کرتا رہا اور اسی انداز میں درود اسم اعظم پڑھ پڑھ کر اس کے سر پر دم کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی شئے کے دھماکہ کے ساتھ پھٹنے کی آواز آئی جیسے کسی نے بڑا سا کوہرا، زمین پر دے مارا ہو اور وہ پھٹ گیا ہو۔ باہر سے کسی کربناک چیخ کی آواز بھی سنائی پڑی اور ایسی بدبو پھیلی کہ اس کے تعفن سے دماغ پھٹنے لگا۔ اس کیفیت سے میرا دماغ چکرانے لگا اور میں بے ہوش ہو گیا لیکن اس شخص کے سر کا درد دیکھتے ہی دیکھتے کافور ہو گیا۔ اتنے ہی میں اندر سے ابو حضور تشریف لائے اور فرمایا اسکی یہ حالت تو ہونی تھی بغیر منتر جانے سانپ کے بل میں ہاتھ دینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ خبیث جاتے جاتے بچہ پروار کر گیا۔ پھر پانی منگوایا اس پر کچھ دم کیا اور میرے پورے جسم پر چھڑکا، چند منٹوں کے

بعد میں پوری طرح ہوش میں آگیا۔اس کے بعد حضور مفسر اعظم نے مزید فرمایا "بہت بڑا خبیث تھا یہ بدبو اسی کی تھی میں باہر سے رحمانی (حضرت ریحان ملت) کا دفاع کر رہا تھا ورنہ اس خبیث نے اس کا کام بھی تمام کر دیا ہوتا۔ درود اسم اعظم کی برکت نے اسے بچالیا اور خبیث کا کام تمام کر دیا۔"

درود اسم اعظم سے قیدی کی رہائی

انہیں ک اا بیان ہے: کانپور کے دوران قیام ایک عورت اور ایک مرد حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کرنے لگا حضور! یہ عورت میری بہن ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان سب کے خورد ونوش کا ذریعہ اور زندگی کا سہارا میرا بہنوئی تھا، جو بے قصور خون کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا ہے۔ اس کے خلاف ایسی گواہیاں گزر چکی ہیں کہ اب اس کی رہائی ناممکن نظر آتی ہے۔ لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کے پوتے تشریف لائے ہوئے ہیں اگر وہ چاہیں گے تو مقدمہ کا رخ پلٹ سکتے ہیں، اسی لئے میں حاضر خدمت ہوا ہوں کہ حضور اس کے شوہر کی رہائی کے لیے دعا فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا "کیا واقعی وہ بے قصور ہے؟" اس شخص نے عرض کیا جی حضور! وہ بالکل بے قصور ہے۔ معاندین نے اسے بے وجہ پھنسایا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا وہ سنی صحیح العقیدہ ہے؟ اس نے کہا ہاں حضور! وہ سنی ہے اس کے آبا و اجداد سب سنی تھے۔ تو آپ نے ایک سفید کاغذ پر اپنے قلم سے درود اسم اعظم تحریر فرمایا، اور اس شخص سے کہا اپنی بہن کو کہو کہ اس درود شریف کو زبانی یاد کرلے اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے کثرت کے ساتھ پڑھا کرے۔ پھر جب اپنے شوہر سے ملنے کے لیے جائے تو یہ پُرزہ شوہر کو دیدے اور تاکید کردے کہ وہ بھی اس کو کثرت سے پڑھے اور اس پرزہ کو موڑ کر اپنے داہنے بازو پر باندھ لے ان شاء اللہ تعالیٰ حضور غوث پاک کے صدقہ میں وہ رہا ہو جائے گا۔

تقریباً دس دنوں کے بعد وہی لوگ ایک نئے چہرہ کے ساتھ مٹھائی نذرانے، اور پھولوں کا ہار لیکر دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور یہ خوشخبری سنائی کہ آج ہی یہ بے داغ رہا

کردیا گیا ہے جبکہ اس کے دونوں ساتھیوں کو عمر قید با مشقت کی سزا سنائی گئی ہے۔ پھر وہ سب کے سب داخل سلسلہ ہوئے اور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ حضرت نے ان سبھوں کو بھی نماز اور کثرت درود کی تاکید فرمائی۔

انگلی کے اشارے سے بادل کا راستہ بدل دیا

مفتی صاحب اپنا عینی واقعہ یہ بھی لکھتے ہیں:

''پوکھریرا'' شمالی بہار کی وہ آبادی ہے جو عارف باللہ حضرت سیدنا داتا نور الحلیم شاہ کاشغری اور مجاہد حق پیر طریقت سیدنا شاہ احمد اللہ پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی روحانی و عرفانی فیاضیوں کی راجدھانی ہے، جہاں سے عقائد حقہ، علوم دینیہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت مسلسل ہو رہی ہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام اپنے والد ماجد سیدنا امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نائب مطلق اور جانشین کی حیثیت سے پہلی بار ۱۳۱۸ھ میں پوکھریرا تشریف لے گئے۔ شمس العلماء حضرت مولانا شاہ عبد الرحمٰن ''محبی'' اور فخر الاماثل مجمع الفیاض حضرت مولانا شاہ ولی الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے مہمان خصوصی ہوئے۔ اس کے بعد ہی سے پوکھریرا مذکورۃ الصدر دونوں بزرگوں کے علاوہ حامدی، رضوی علوم و عرفان کا بھی علاقائی دار السلطنت بن گیا۔

حضور مفسر اعظم ہند اکثر و بیشتر وہاں تشریف لے جاتے اور ہفتوں ہفتے قیام فرماتے، سہ روزہ عرس محبی میں بلا ناغہ شرکت فرماتے اور اپنے آباو اجداد کے فیوض و برکات کا باڑا بانٹتے۔ پوکھریرا اور اس کے قرب وجوار آبادیوں میں شاید ہی کوئی ایسی آبادی ہو، جہاں کے درو دیوار سے آپ کی کرامتیں وابستہ نہ ہوں۔ پوکھریرا قیام کے دوران گرد ونواح کی آبادیوں میں محنت و مشقت اُٹھا کر آپ تشریف لے جاتے اور عامۃ الناس کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرماتے۔ عام لوگ راتوں کی دشواریوں کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہو جاتے مگر آپ کی بشاشت و خوش دلی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ایک مرتبہ گُرہَر محمد پور کے کچھ حلقہ بگوش حاضر ہوئے اور گُرہَر چلنے پر اصرار کیا۔

حضرت نے انعقاد محفل کے وعدہ پر دعوت قبول فرمالی۔ دوسرے دن بیل گاڑی کے ذریعہ پوکھریرا سے براہ رائے پور، گرہر محمد پور کے لیے روانہ ہوئے۔ چونکہ بیل گاڑی کے اردگرد مریدین ومعتقدین کا کافی مجمع تھا جو تکبیر کبریائی اور نعرۂ رسالت کے ساتھ ساتھ مفسر اعظم زندہ باد کے نعرے بلند کررہے تھے۔ درمیانی آبادیوں کے بیشتر لوگ حضرت کی زیارت کے لیے راستے میں دورویہ کھڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت کی گاڑی درمیان سے گزر رہی تھی۔ عصر کی نماز رائے پور بازار پر ادا کی گئی۔ جہاں سے گرہر محمد پور صرف تین چار میل کی دوری پر واقع ہے۔ رائے پور سے کافی لوگ واپس ہوگئے۔ بیل گاڑی پر حضرت کے علاوہ راقم الحروف اور مولوی عبدالوحید خان حامدی (ساکن گنگٹی) تھے۔ جب رائے پور آبادی سے سواری باہر نکلی تو شمال کی جانب سے گھنگھور گھٹائیں بلند ہونی شروع ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے پورے آسمان پر چھا گئیں، بجلی کی چمک آنکھوں کو چکاچوند کررہی تھی، حضرت محویت کے عالم میں آنکھ بند کئے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ پندرہ بیس آدمی جو پیدل چل رہے تھے بہت متفکر اور پریشان حال نظر آنے لگے۔ مولوی عبدالوحید خان صاحب کے پاس چھتری تھی جسے انہوں نے بلند کرنا چاہا تو حضرت نے ہاتھوں کے اشارے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ پھوار کی شکل میں بارش کی ابتدا ہوگئی۔ حضرت نے سر اُٹھایا آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کیا: اے رب محمد جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں تیرے حبیب علیہ السلام کی عظمت وشوکت کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے دردر کی خاک چھان رہا ہوں اور یہ کالے بادل میرا راستہ روکتے ہیں۔ پھر درود اسم اعظم اَللّٰهُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَا + نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَا پڑھ کر انگشت شہادت پر دم کیا اور انگلی کو حرکت دیتے ہوئے آسمان کی طرف بلند کیا۔ منٹ گزرنے سے پہلے ایسا معلوم ہوا کہ بادل کو بیچوں بیچ سوراخ ہوگیا اور وہ پھیلنے لگا، درمیان کا بادل بالکل چھٹ گیا چاروں طرف موسلا دھار بارش ہورہی تھی کہ کثرت باران کی وجہ سے قریب قریب کی آبادیاں آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں مگر جس راستے پر بیل گاڑی چل رہی تھی وہاں بارش کی ایک بوند بھی نہیں گر

رہی تھی۔ اسی حال میں دو ڈھائی کیلومیٹر کا راستہ بیل گاڑی نے ہولے ہولے طے کیا مغرب کے وقت گرہر پہنچے جس بیٹھک میں محفل کا انتظام کیا گیا تھا۔ جب سارے ساز و سامان کے ساتھ ہملوگ اس میں پہنچ گئے تو بیل گاڑی پر بھی بارش ہونے لگی۔ نماز مغرب کے بعد محفل شروع ہوئی لیکن بارش کی وجہ سے قرب و جوار کے لوگ نہیں آسکے اس لیے حضرت کو مزید دوسرے دن بھی ٹھہرنا پڑا۔ دوسرے دن کا جلسہ بھائی محمد شریف کے دروازہ پر ہوا۔ حضرت کی تقریر انتہائی بافیض و کامیاب رہی۔ ان دونوں گاؤں میں حضرت کے چاہنے والوں کی کثرت تھی اور قرب و جوار میں بھی آپ کا فیضان پہنچ چکا تھا۔

صبح ہونے سے پہلے وفات کی اطلاع دے دی

حضرت ہی لکھتے ہیں:

ایک شب کے لیے آپ علیم آباد اُہیاری ضلع دربھنگہ تشریف لے گئے، کمتول ریلوے اسٹیشن سے علیم آباد تک میلوں میل مسلسل غیر مسلموں کی آبادی ہے یہاں گوتم اور اہلا استھان ہونے کی وجہ سے غیر مسلم دھارمک رہنماؤں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے۔ وہاں کے باشندوں نے کبھی اسلامی عظیم رہنما کی زیارت ہی نہیں کی تھی جب حضرت اسٹیشن سے ٹائر گاڑی پر علیم آباد کے لیے روانہ ہوئے تو مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم عوام آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لیے بیتاب نظر آتی تھی۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں آپ اپنی قیام گاہ تک پہنچ گئے۔ جب عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد کے باہر ایک کرسی پر جلوہ بار ہوئے تو سیکڑوں ہندو آپ کے اردگرد ہاتھوں کو جوڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ ایسا منش آج تک ہم لوگوں نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ منش نہیں کوئی آکاشی ہے جو ہماری دھرتی پر آگیا ہے۔

حضرت ان لوگوں کی میٹھی بھاشا سنتے اور زیر لب مسکراتے۔ بعد نماز مغرب مسجد کے سامنے ہی جلسہ کا انتظام ہوا، راقم الحروف کے علاوہ مولانا خلیل الرحمٰن اشرفی نانپوری کی تقریر ہوئی، پھر حضرت نے ناصحانہ وعظ فرمایا، جلسہ کے بعد اُسرا، اور اہیاری کے بعض معمر حضرات داخل سلسلہ ہوئے، دوسرے دن ناشتہ کے بعد روانگی کا وقت مقرر تھا۔ مگر نماز

فجر کے بعد چائے نوشی کے درمیان فرمانے لگے، میاں! یہ کس کا مکان ہے جس میں تم نے مجھے ٹھہرایا ہے؟ راقم الحروف نے عرض کیا حضور عالی! یہ آپ ہی کے غلام کا غریب خانہ ہے۔ فرمایا مجھے تو اس مکان سے اُٹھتے ہوئے انوار ولمعات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ یہ کسی اللہ والے کا مسکن ہے۔ اگر یہ مکان تمہارا نہیں ہوتا تو میں تمہیں مشورہ دیتا کہ اسکو خرید لو۔

راقم الحروف نے عرض کیا آگے کی حالت مجھے معلوم نہیں البتہ یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ جب یہ مکان بن رہا تھا تو اس وقت عارف باللہ حضرت حاجی نعمت شاہ صاحب عرف خاکی بابا رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے چند منٹ مسجد میں ٹھہرے پھر اس زمین پر آئے جہاں بنیاد کھودی جاچکی تھی۔ حضرت خاکی بابا نے مزدوروں سے پوچھا یہ کس کا مکان بن رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مکان مولانا حافظ محمد میاں جان صاحب کا ہے، تو حضرت خاکی بابا نے ایک بانس منگوایا اور اسے اپنے ہاتھوں سے چار ٹکڑے فرمایا اور اپنے سامنے مکان کے چاروں گوشوں میں نصب کروادیا۔ ہوسکتا ہے حضرت خاکی بابا کی نظر کرم ہو جس کو آپ کی نگاہ دوربین دیکھ رہی ہے۔ حضرت عالی نے پوچھا یہ حافظ محمد میاں صاحب کون ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ ناچیز کے جد امجد تھے، حافظ جمن صاحب بنارسی کے مدرسۃ الحفاظ سرائے ہڑہا بنارس میں حفظ مکمل کیا پھر فرنگی محل لکھنؤ تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا محمد نور صاحب فرنگی محل کی شاگردی اختیار فرمائی کتب متوسطات تک وہیں پڑھا اور تکمیل سے پہلے وطن آگئے۔ کئی مسلم اسٹیٹ میں اتالیق کی حیثیت سے کام کیا، اخیر میں جانی پور سٹیٹ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اخیر عمر تک وہاں کی مسجد کی امامت وخطابت بھی فرماتے رہے، وہ اپنے نام کے ساتھ محمد میاں اشرفی لکھتے تھے لیکن میں یہ معلوم نہیں کرسکا کہ اشرفی خانوادہ میں وہ کس بزرگ کے ہاتھوں داخل سلسلہ تھے میں نے اُنکی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ کہ وہ میری پیدائش سے پہلے ہی پردہ فرماچکے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ان کی قبر تو ہوگی، میں نے عرض کیا ہاں حضور! قبر تو یہیں کے قبرستان میں ہے لیکن قبر پر کوئی نشان نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کی قبر کی نشاندہی نہیں کرسکتا ہوں۔ حضور مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا آج میرا سفر

ملتوی رہے گا۔ ناشتہ کے بعد قبرستان چل کر فاتحہ پڑھوں گا، رات میں یہیں قیام کرونگا اور کل یہاں سے روانگی۔ میں نے اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

حسب پروگرام آپ فاتحہ خوانی کے لیے قبرستان تشریف لے گئے، پھر مدرسہ ضیاء العلوم (راقم الحروف کا قائم کردہ) کا معائنہ فرمایا، معائنہ رجسٹر پر اپنے تاثرات کو قلم بند کیا اور رات میں عم محترم حاجی محب الحسن عرف مجیب بابو کی دعوت قبول فرمائی۔ دوسری رات پھر جلسہ کا اہتمام ہوا جس میں نسبتاً زیادہ لوگوں کا مجمع ہوا۔ حضرت اپنی تقریر سے خود بھی بہت زیادہ محظوظ ہوئے اور سامعین کو بھی محظوظ فرمایا۔ تیسرے دن جب حضرت روانہ ہوئے تو فقیر کے والد گرامی حضرت الحاج الحافظ عبد الاحد صاحب مرحوم اور عم محترم حاجی محب الحسن صاحب مرحوم کی سرکردگی میں اہیاری، اسرا اسلام پور، چھونٹا، بلہا اور کمتول وغیرہ آبادیوں کے سیکڑوں لوگوں نے الوداع کہا حضرت نے فرمایا میں آپ لوگوں کے یہاں آکر بہت محظوظ ہوا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ لوگوں کی محبت کو سلامت رکھے میں آپ کو کیا دوں بس یہ دعا دیتا ہوں کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ روضہ رسول علیہ السلام کی زیارت اور حج کی سعادت نصیب ہو۔ ریاست نامی ایک معمر شخص نے عرض کیا حضور! میں نے بھی آپ کا دامن تھاما ہے میرے لیے بھی حج کی دعا فرمادیں۔ تو حضرت نے فرمایا عمر وفا کرے گی تب نہ حج کیجئے گا۔ جائیے، پنج وقتی نماز اور کثرت درود پاک کی پابندی کیجئے۔

حضرت عالی کے فرمان و دعا کے مطابق مذکورۃ الصدر دونوں حضرات کو ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۴ء میں حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جبکہ تیسرے شخص اس سعادت کے حاصل کرنے سے پہلے ہی خدا کو پیارے ہو گئے۔ ع

لوح محفوظ ست پیش اولیا
آنچہ محفوظ ست محفوظ از خطا

دم کردہ پانی سے مجذوبی کیفیت دور فرمادی

اپنا عینی واقعہ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

ڈمرا ضلع سیتامڑھی میں آپ اپنے مریدوں کے یہاں تشریف فرما تھے۔ رات

دن حاجت مندوں کا میلہ سا لگا رہتا تھا۔ ایک دن ڈمرا ہی کا رہنے والا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور! میرا ایک ہی بیٹا تھا جو بہت محنتی اور ہونہار تھا پورے گھر کے خرد و نوش کی ذمہ داری اسی کے سر تھی لیکن وہ سیتا مڑھی شہر کے ایک مجذوب صفت آدمی کے چکر میں آ گیا ہے۔ اپنے بیگانوں سے بے پرواہ ہو گیا ہے، اس کا دماغی توازن ایسا خراب ہو گیا ہے کہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ اپنوں کو پہچانتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا اس کی یہ حالت آپ لوگوں کو پسند نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں حضور، میں تو اس آسرے پر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کرم فرمائیں گے۔ حضرت نے ایک بوتل پانی طلب فرمایا اور کچھ پڑھ کر اس میں دم کر دیا۔ پھر اس شخص کو حکم دیا کہ اس پانی کو ایک گھڑے پانی میں ملا دو۔ اور کسی ایسی جگہ بٹھا کر اسے نہلاؤ کہ مستعمل پانی کسی نالی میں نہ جائے بلکہ زمین ہی میں اسی جگہ جذب ہو جائے۔ ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ وہ پرانے حال پر لوٹ آئے گا۔

چنانچہ ترکیب کو عمل میں لاتے ہی وہ ٹھیک ہو گیا اور اپنے کاروبار میں لگ گیا۔ جب حضرت ڈمرا کچھری سے فتحپور بسہیا تشریف لے جا رہے تھے تو وہ مجذوب جس کا ذکر ڈمرا میں ہوا تھا۔ سد راہ ہوا اور حضرت کو دیکھ کر بڑبڑانے لگا۔ حضرت سواری سے نیچے اترے اور اس کی طرف دیکھنا شروع کیا وہ بھی حضرت کو دیکھتا رہا چند منٹوں تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر وہ مجذوب تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگا۔

موت کی پیشگی اطلاع دے دی

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خانوادے کا یہ معروف طریقہ رہا ہے کہ شب برأت آنے سے پہلے چودھویں شعبان کو وہ آپس میں اپنے عزیزوں بزرگوں اور قریبی رشتہ داروں سے معافی تلافی کے ساتھ ملتے ایک دوسرے سے معافی چاہتے اور دعا کی درخواست کرتے ہیں، تا کہ شب برأت میں پوری دلجمعی کے ساتھ عبادات نافلہ میں

مشغول ہوسکیں۔ اسی روایت کے مطابق حضور مفسر اعظم اپنی ننیا ساس (جو حضور مفتی اعظم کی ساس اور حضرت مولانا محمد رضا برادر اصغر اعلیٰ حضرت کی اہلیہ محترمہ تھیں) رحمۃ اللہ علیہا کی قدم بوسی کے لیے کرتولی تشریف لے گئے کیونکہ عفیفہ محترمہ ان دنوں وہیں قیام پذیر تھیں اور یہ کرتولی وہی کرتولی ہے جو ضلع بدایوں میں واقع اور جہاں خاندان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زمینداری تھی۔

حضرت جب عفیفہ محترمہ ننیا ساس صاحبہ سے معافی تلافی اور ان کی قدم بوسی کے بعد بریلی تشریف لائے تو اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے فرمایا اماں صاحبہ (ننیا ساس صاحبہ کو اماں صاحبہ کہتے تھے) کی جس قدر خدمت ہوسکے کرلو کیونکہ اس سال کے بعد وہ بقید حیات نہیں رہیں گی۔ حالانکہ اس وقت اماں صاحبہ بھلی چنگی اور تندرست و توانا تھیں۔ حضرت کی اہلیہ مکرمہ نے اس بات کو ہضم کرلیا، چوتھے مہینہ یعنی ذی الحجہ میں حضرت کی ننیا ساس کا جب انتقال ہوگیا تو حضرت کی بڑی صاحبزادی صاحبہ نے اپنی نانی صاحبہ (حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ) سے بتایا کہ ابا حضور نے تو شبرات ہی میں اس کی خبر امی محترمہ کو دیدی تھیں اگر آپ کو خبر نہیں ہوئی تو میں کیا کروں۔ یہ بات سُن کر حضور مفتی اعظم کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا بے چین ہوگئیں اور فرمانے لگیں کہ مجھے اس کی خبر کردینی چاہیے تھی کہ مجھے ان کی خدمت کا مزید موقع مل گیا ہوتا۔

مولانا شبنم کمالی پوکھریروی کی روایت سے معلوم ہوا کہ جس وقت اماں صاحبہ مذکورہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا انتقال ہوا حضرت حج کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام فرماتے تھے اسی شب میں آپ نے خواب دیکھا کہ حضور مفتی اعظم کی اہلیہ محترمہ کی آنکھ میں زخم ہوگیا ہے جس کی وجہ سے ان کی بڑی صاحبزادی (حضرت مفسر اعظم کی اہلیہ) بہت غمگین و متاثر ہیں صبح میں آپ نے خود ہی اپنے خواب کی تعبیر بیان فرمائی کہ اماں صاحبہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور پسماندگان بہت سوگوار ہیں، پھر اس کی اطلاع آپ نے بذریعہ خط اپنے گھر والوں کو دی۔

مفسر اعظم کی چادر کی کرامت

مفتی صاحب کا عینی واقعہ یہ بھی ہے:

کلکتہ اور کانپور سے آپ بڑی خوبصورت خوبصورت چادریں خرید کرلاتے ضرورت مند طلبا اور حاجت مندوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے، اگر کسی نے آپ کی چادر یا چھڑی یا تسبیح یا ٹوپی وغیرہ کی تعریف کردی، تو اسی وقت وہ چیز اسے دیدیا کرتے تھے۔ یونہی ایک بار سردی کے موسم میں آپ قیلولہ فرمارہے تھے۔ جسم پر ایک نیلی چادر تھی۔ اسی درمیان جناب افسر بدایونی کی والدہ ماجدہ خواجہ قطب والے مکان میں آئیں یہ محترمہ چونکہ آپ کے گھر میں اپنے بچپنے ہی سے آتی جاتی تھیں پھر حامدیہ بھی تھیں اس لیے حضرت اسے اپنی چھوٹی بہن سمجھتے تھے۔ اس نے آتے ہی کہا بھائی! یہ چادر کہاں سے لائے بڑی خوبصورت ہے۔ حضرت نے اسی حال میں اپنے جسم سے چادر کھینچی اور اس محترمہ کو دیدی، افسر کی والدہ صاحبہ نے دعائیں دیں اور اس چادر کو بسم اللہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں بطور تبرک لے لیا۔

اس کے بعد افسر کی والدہ نے اس چادر سے ایسے ایسے کام لیے جو عاملوں سے بھی بہ آسانی نہیں ہوسکتا ہے۔ مثلاً کسی پر سحر و آسیب کا غلبہ ہوتا، یا جادو ٹونا کا اثر ہوجاتا تو اس چادر شریف کو صرف سر پر رکھ دینے سے اثرات بد زائل ہوجاتے اور مسحور مریض اچھا ہوجاتا۔

ایک مرتبہ اُن محترمہ کی خود اپنی صاحبزادی پر آسیب کا اثر ہوگیا۔ محترمہ نے آسیب سے کہا تو میری بیٹی کو چھوڑ دے اور مجھے لگ جا۔ پھر ان کی بیٹی دیکھتے دیکھتے اچھی ہوگئی مگر خود ان کی حالت غیر ہوگئی، گھر کے سامانوں کو توڑنا پھوڑنا اور کپڑوں کو پھاڑنا شروع کیا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے کہ اب اس کو کیسے اچھا کیا جائے۔ افسر کے ذہن میں بات آئی کہ کیوں نہ حضور مفسر اعظم کی چادر اس کے سر پر ڈال دی جائے۔ چنانچہ وہ چادر ڈال دی گئی جیسے ہی چادر شریف سر پر پڑی وہ پرسکون ہوگئی اور وہ لوگوں سے پوچھنے لگی یہ کیا ہورہا ہے لوگ یہاں کیوں مجمع لگائے ہوئے ہیں؟ گویا کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (یہ روایت حضور مفسر اعظم کی صاحبزادی نے بیان فرمایا)

عصا سے سرکش جن کی پٹائی

حضور مفسر اعظم ہند کے جامع حالات حضرت مفتی صاحب مذکور یہ واقعہ بھی لکھتے ہیں:
حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نظر کرم اور توجہات سے کتنے گونگوں کو زبانیں ملیں، کتنے اندھوں کی آنکھوں کو روشنی عطا ہوئی۔ درد شقیقہ والوں کو درد سے نجات ملی، بیماروں کو صحت یابی نصیب ہوئی۔ اسکو شمار میں لانا مشکل ہے۔ ان کے مریدین و معتقدین کے جس علاقے میں جاہیے نئی نئی کرامتیں سنئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کرامتوں کی چلتی پھرتی مشین تھے اور کیوں نہ ہو کہ کرامتیں اگرچہ استقامت علی الدین کے مقابلہ میں کوئی اہم حیثیت نہیں رکھتی ہیں لیکن ان کا صدور اہل ایمان کے ہاتھوں اسی لیے تو ہوتا ہے کہ ان کی ولایت بندگان خدا کے سامنے ظاہر ہو جائے اور بندگان خدا اس سے دینی فائدے اٹھائیں۔ وَكَرَامَاتُ الْاَوْلِيَاءِ حَقٌّ لِتَظْهَرَ لَهُ اَنَّهُ وَلِيٌّ (عقائد نسفی)

آپ نے اپنی منظوم مناجات کے چند بیت قرضدار کو پڑھنے کے لیے بتایا تو اس کے پڑھنے سے قرض ادا ہو گیا۔ آپ کے کرتولی گاؤں میں ٹڈی دل کا حملہ ہوا، کاشتکار لوگ بہت پیشان ہوئے تو آپ نے بچوں کو درود اسم اعظم پڑھ کر ہنکانے کے لیے کہا اور بچوں ہی نے ٹڈی دل لشکر کو بغیر کسی نقصان کے وہاں سے ہنکا دیا۔ مجھلی صاحبزدی کی آنکھوں پر کچھ پڑھ کر دم فرما دیا تو گئی ہوئی روشنی واپس آگئی، چھوٹی صاحبزادی نے بعد وصال آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا تو ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں کا درد زائل ہو گیا۔

آپ کے چوتھے صاحبزادے مولانا قمر رضا خاں صاحب نے فرمایا۔ ایک مرتبہ رات کی تنہائی میں ابا حضور تفسیر قرآن پاک کا مطالعہ فرما رہے تھے اور اس کے نکات کو قلمبند کر رہے تھے کہ کھڑکی سے ایک روشنی نظر آئی جس میں آگ کی لپٹ تھی وہ روشنی بار بار ظاہر ہوتی اور غائب ہو جاتی جیسے کوئی شریر آدمی ٹارچ کو جلا اور بجھا رہا ہو۔ دوسری رات کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا لیکن آپ اپنے کام میں مصروف تھے، ہاں کسی کسی وقت اس روشنی کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب پڑھنے لکھنے میں زیادہ خلل واقع ہونے لگا تو آپ نے کتابیں بند

کردیں اور درود اسم اعظم پڑھتے ہوئے سو گئے تیسری شب بھی ویسا ہی ہوا۔ آپ بیحد ناراض ہوئے، کتابوں کو بند فرمایا اور یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے، کم بخت ابلیس لعین میرے تفسیری کاموں میں خلل ڈالنا چاہتا ہے اور مجھے ڈرانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر آپ اپنی عصا لیکر گھر سے باہر نکلے جہاں روشنی بغیر کسی آدمی کے موجود تھی آپ نے اس کی جانب عصا سے اشارہ کیا، عصا کو ہلایا اور فرمایا یہ ہے، روشنی سے چیخ کی ایک آواز نکلی جیسے کوئی مار کھانے کے بعد روتا ہے۔ چند ہی سکنڈوں کے بعد وہ روشنی نظروں سے دور ہوتی ہوئی نظر آئی یہاں تک کہ غائب ہوگئی۔ اس کے بعد پھر کبھی وہ روشنی نظر نہیں آئی۔

پیدائشی گونگا زبان والا ہوگیا

حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:

حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جو پیدائشی گونگا تھا۔ حضرت نے دعا فرمادی بفضلہٖ تعالیٰ وہ زبان والا ہوگیا آپ کی اس روشن کرامت کو دیکھ کر گاؤں کے بکثرت دیوبندی تائب ہوکر سنی صحیح العقیدہ ہوگئے۔

عرب کے دو مہمان کا گنگٹی میں آپ سے مرید ہونا

خلیفہ حضور مفسر اعظم حضرت مفتی صاحب ہی لکھتے ہیں:

اُتری بہار کے سیتامڑھی ضلع میں مسلمانوں کی ایک آبادی گنگٹی کے نام سے مشہور ہے، حضور حجۃ الاسلام اور مفسر اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نیز آپ کی آل اولاد کی آمد و رفت نے اس آبادی کو اب ''رضا نگر'' بنا دیا ہے۔ یہ حضرات جب بھی وہاں جاتے ہفتہ عشرہ اور کبھی کبھی ایک ایک ماہ تک قیام فرماتے تھے۔ یہ انہی دنوں کی بات ہے جب حضور مفسر اعظم ہند ''رضا نگر گنگٹی'' میں تشریف فرما تھے۔ دو شخص جو چہرے بشرے سے عربی النسل معلوم ہوتے تھے، عربی لباس میں وارد ہوئے اور آپ کو دیکھتے ہی دوڑ کر آپ سے ملے پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور دو زانو بیٹھ گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کون ہیں

کہاں سے آئے اور کیا مقصد ہے؟ ان دونوں میں سے ایک ٹوٹی پھوٹی اردو بول رہے تھے تو حضرت نے فرمایا میں عربی زبان سمجھتا ہوں آپ اپنی زبان میں بولئے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں مکہ مکرمہ سے آرہا ہوں پہلے میں دلّی سے بریلی آیا آپ کے متعلق معلومات کی معلوم ہوا کہ آپ کلکتہ تشریف لے گئے ہیں چنانچہ ہم لوگ بریلی سے کلکتہ پہنچے لیکن امرحلہ لین کلکتہ میں معلوم ہوا کہ آپ مظفر پور تشریف لے گئے ہیں تو ہم لوگ مظفر پور پہنچے اور وہاں تلاشِ بسیار کے بعد ناامید ہوگئے وہاں سے پھر بریلی لوٹنے ہی والے تھے کہ ایک عالم دین مولانا سید الزماں حمدوی سے ملاقات ہوگئی انہوں نے آپ کا نام اور میرے سفر کا ماجرا سنکر بڑی خاطر تواضع کی اور صحیح صحیح پتہ بتایا بلکہ جنکپور روڈ تک ایک رہنما کو ساتھ کردیا۔ اس طرح سے ہم لوگ آپ تک پہنچے میں کامیاب ہوگئے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہم دونوں آدمی آپ سے شرفِ بیعت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا دور و دراز سفر کی وجہ سے آپ لوگ بہت تھک چکے ہیں دو ایک دن اچھی طرح آرام کرلیجئے پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مقصد بھی پورا ہوجائے گا۔

تیسرے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت نے عربیوں کو بلایا۔ گاؤں کے مخصوصین حضرات خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ جب وہ دونوں آکر بیٹھ گئے تو آپ نے نام دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا میں پہلے بھی بارہا ہندوستان آچکا ہوں میرا دفتر لکھنؤ میں تھا اور میں حاجیوں کو حج و زیارت کے لئے یہاں سے لے جایا کرتا تھا، میرا نام محمد جمال اللیل ہے اور میرا ساتھی پہلی بار ہندوستان آیا ہے ان کا نام محمد شیخ ہے حضرت نے آگے بڑھ کر ان دونوں کا ہاتھ بیک وقت پکڑا توبہ کرائی، کچھ وعدے لئے اور حسب قاعدہ طریقت دونوں حضرات کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل فرمایا۔ گماشتہ عبدالغفور خان صاحب حامدی مرحوم کی جانب سے اس خوشی کے موقع پر چائے اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اس وقت تک گاؤں اور قرب و جوار کے کافی لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے انہیں میں حضرت والا کے ایک چہیتے خادم جناب مولوی عبدالوحید خان صاحب حامدی عرف امام صاحب بھی

موجود تھے انہوں نے شیخ جمال اللیل سے پوچھا آخر کار آپ لوگوں نے حضرت سے بیعت ہونے کے لئے اس قدر پریشانیاں اور اخراجات کیونکر برداشت کیا؟ کیا اس دیار مقدس میں کوئی پیر نہیں ملا؟ یا پھر اس بیعت سے آپ لوگوں کا کچھ اور مقصد ہے؟ ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے دیہاتی ہیں اس لئے اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے ہیں۔

مولوی عبدالوحید خان صاحب مرحوم کے اس سوال کو سن کر حضرت حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور دروازہ بند کرلیا لیکن جمال اللیل نے اس سوال کو سنکر نہایت فرحت وسرور کے عالم میں اس طرح جواب دینا شروع کیا" بھائی ہم دونوں بچپنے کے جگری دوست ہیں جب جوان ہوئے تو ہمارے درمیان یہ عہدو پیمان ہوا کہ جب بھی ہم لوگ بیعت ہوں گے تو ایک ہی مرشد سے ہوں گے۔ کئی بار ایسا اتفاق ہوا کہ بڑے بڑے مشائخ کرام سے ملاقات ہوئی لیکن بیعت پر ہم دونوں کے درمیان اتفاق نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح عمر کا زیادہ حصہ گزر گیا۔ ہندوستان میں بھی کئی بزرگوں سے ملاقات ہوئی لیکن دوست کے ساتھ نہ رہنے کی وجہ سے میں کسی کے دامن سے وابستہ نہیں ہوسکا۔ گذشتہ حج کے موسم میں اسی ہندوستان سے ایک بزرگ مکہ مکرمہ پہنچے میں نے پختہ عزم کرلیا کہ میں ان سے بیعت ہوجاؤں گا لیکن میرا یہ دوست اُن دنوں مدینہ منورہ میں تھا، میں نے خواب میں سرور کائنات علیہ ازکی التّسلیمات کی زیارت کی تو دیکھا کہ آپ ایک شخص کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اِس سے مرید ہوجاؤ۔" یہی خواب میں نے دوسری رات کو بھی دیکھا لیکن اُس بزرگ کو جب میں دیکھتا تھا تو ان کی صورت مختلف پاتا تھا اس لئے میرا ارادۂ بیعت فاسد ہوگیا پھر انہی دنوں میرا یہ دوست (محمد شیخ) مکہ شریف پہنچا اور مجھ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو اس نے سنایا کہ اس کو بھی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوبار زیارت ہوئی اور ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اس سے مرید ہوجاؤ۔" اس کا بیان ہے کہ وہ اس خواب کو دیکھ کر قدرے پریشان ہوا اور روضۂ مبارکہ پر حاضر ہوکر عرض کیا حضور! جس سے بیعت ہونے کا حکم ہو رہا ہے وہ کون ہے؟ کہاں

کا رہنے والا ہے؟ کرم نوازی ہوگی اگر اس کا اتہ پتہ معلوم ہو جائے۔

چنانچہ تیسری رات پھر اس کی قسمت جاگی اور اس نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت کی۔ تو حسب سابق اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اس سے مرید ہو جاؤ، یہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔" اس کا نام ابراہیم رضا جیلانی ہے یہ ہندوستان میں بریلی کا رہنے والا ہے۔

چونکہ میں ہندوستان اور بریلی سے واقف تھا۔ چنانچہ اسی وقت ہم لوگوں نے رخت سفر باندھا اور اپنے مقصد کی حصولیابی کیلئے روانہ ہو گئے۔ یہاں آنے کے بعد جب حضرت کے چہرہ پر نظر پڑی تو مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہی جو کچھ عالم رویا میں دیکھا تھا عالم احساس میں آنکھوں نے اس کی تصدیق کر دی۔ اِدھر دہلیز پر یہ باتیں ہو رہی تھیں سامعین کی آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں۔ اور ادھر حجرہ کے اندر سے مسلسل سسکیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، گھنٹوں کے بعد جب وہ دروازہ کھلا تو اکثر لوگ ڈھاریں مار کر رونے لگے کیونکہ حضرت کے چہرہ کا رنگ بالکل متغیر ہو چکا تھا۔

غالباً ۱۹۸۶ء کے سفر حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حجاجِ ایشیاء کے دفتر میں راقم الحروف کو جانے کا اتفاق ہوا جب اس کے ڈائرکٹر کے روم تک پہنچا تو دیکھا کہ احمد جمال اللیل کی تختی لگی ہوئی ہے، جس کو دیکھ کر معاً خیال ہوا کہ ہو نہ ہو یہ ڈائرکٹر شیخ جمال اللیل ہی کا کوئی قریبی رشتہ دار ہوگا۔ جب میں نے اندر خبر بھیجوائی تو جواب آیا کہ انتظار کیجئے ظہر انہ کے وقت ملاقات ہوگی۔ چونکہ اِس وقت صبح کے دس ہی بج رہے تھے اور ایک بجے تک انتظار کرنا مجھ پر گراں گزرا، تو میں نے ایک پرزہ بھیجا جس میں یہ لکھا کہ میں اپنے پاسپورٹ سے متعلق آپ ملنا چاہتا ہوں اور میں حضور مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کا ایک ادنیٰ شاگرد ہوں۔" اس پرزہ کو پاتے ہی اپنے تمام کاموں کو چھوڑ وہ خود دروازہ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے اور پوچھا عبدالواحد قادری کون ہے؟ میں نے بڑھ کر ان سے سلام ومصافحہ کیا پھر وہ اپنے چیمبر میں لے گئے بسکٹ اور قہوا منگوایا۔

کشف سے ٹرین سے کٹ کر شہید ہو جانے کی اطلاع:

ہمارے پھوپھا زاد بھائی مولوی رضا احمد مرحوم جو حضور جیلانی میاں کے چہیتے مرید تھے انہوں نے مجھے یہ کرامت سنائی کہ جسے میں اپنے لفظوں میں نقل کر رہا ہوں:

سیتا مڑھی ضلع کے سون برسا تھانہ میں ایک ''بسہیا'' نامی ایک گاؤں ہے، جہاں حجۃ الاسلام کے مرید خاص گماشتہ عبدالغفور خاں کی صاحبزادی کا سرالی گھر ہے۔ حضور جیلانی میاں اسی نسبت سے رضا باغ گنگٹی (راقم امجد رضا کی بستی) سے وہاں تشریف لے گئے۔ گنگٹی اس وقت حضرت کے قیام کا علاقائی مرکز تھا۔ ساری ڈاک آپ کی وہیں آتی تھی۔ سرکار مفسر اعظم ہند کو بسہیا قیام کے دوران، گنگٹی میں ڈاک آنے اور گنگٹی کے ایک آدمی کا سیتا مڑھی میں ٹرین کٹ کر شہید ہو جانے کا کشف سے علم ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی جائے اور ڈاک لے کر آ جائے۔ وہاں کے لوگوں نے ایک بسہیا بستی کے ایک آدمی کو ڈاک لانے کے لئے تیار کیا، مگر جب یہ بات حضرت کو معلوم ہوئی تو فرمایا، نہیں اس ڈاک کو لانے کے لئے مولوی رضا احمد جائیں۔ اس وقت خاص مولوی رضا احمد ہی کو ڈاک لانے کی تاکید کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا مگر جب مولوی رضا احمد سیتا مڑھی پہنچ کر پوپری جانے کے لئے سیتا مڑھی اسٹیشن پہنچے تو وہاں ایک جگہ لوگوں کا ازدہام نظر آیا وجہ پوچھی تو ایک آدمی کے ٹرین سے کٹ کر شہید ہو جانے کی اطلاع ملی اور یہ بھی ابھی تک لاش کی شناخت نہیں ہو پائی ہے کہ یہ کون ہے؟ مولوی رضا احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا یہ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی ہے۔ انہوں نے اپنے گاؤں اس کی اطلاع دی پھر ضروری کاروائی کے بعد لاگ اس لاش کو گاؤں لا کر دفن کیا۔ واپس ''بسہیا'' آ کر جب انہوں نے یہ خبر بتائی تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ڈاک لانے کے لئے خاص ''مولوی رضا احمد'' کو بھیجنے کی حکمت یہ تھی کہ یہ اس لاش کی شناخت کر کے اسے اپنے گاؤں تک پہنچوانے کا اہتمام کروائیں۔

کرامات ریحان ملت

مختصر تعارف حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ

آپ کی پیدائش ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۲ مطابق ۱۹۳۴ء کو بریلی شریف میں ہوئی اور وصال ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں ہوا۔ گھر سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ منظر اسلام سے اپنی تعلیم مکمل فرمائی۔ منظر اسلام ہی میں آپ نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں اور خانقاہ رضویہ کی تولیت کا بھی فریضہ انجام دیا، چنانچہ آپ کے تلامذہ میں قاضی عبدالرحیم بستوی، تاج الشریعہ حضور ازہری میاں، مولانا سید عارف حسین نان پارہ، مولانا غلام رسول شیخ الحدیث بحر العلوم کٹیہار، مولانا عبدالہادی افریقی کا نام نامی شامل ہے۔

آپ کو کئی بزرگوں سے خلافت واجازت حاصل تھی چنانچہ ۱۳۵۶ مطابق ۱۹۳۸ میں حجۃ الاسلام سے (بقول ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی) ۱۹۶۰ء میں حضور مفتی اعظم ہند سے، ۱۹۶۴ میں حضور مفسر اعظم اور ۱۹۸۱ میں قطب مدینہ سرکار شاہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے خلافت عطا ہوئی۔

آپ کے توسط سے سلسلہ رضویہ کو کافی فروغ حاصل ہوا۔ ملک و بیرون ملک دوروں کے ذریعہ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کا عرفان عام کیا۔ خانقاہ رضویہ کی تعمیری اور منظر اسلام کی تعلیمی ترقی آپ کے دور میں خوب ہوئی۔ آپ کے معروف خلفا میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مولانا مختار احمد بہیڑی، مولانا محمد حسین صدیقی ابوالحقانی، مولنا سعید الرحمٰن پوکھریری، مولانا نسیم احمد بستوی، مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی کا اسم گرامی شامل ہے۔

سن۔۔۔۱۹۷۶۔ میں آپ نے حج بیت اللہ کا سفر کیا۔ مذہب کے تحفظ اور جماعت اہل سنت کی ترقی کے لئے جزوی طور پر سیاست سے بھی جڑے، جس سے قوم کو بہت فائدہ ہوا۔ وہ عالم فاضل کے ساتھ مدبر اور سیاسی قائد کی حیثیت سے منفرد شناخت رکھتے تھے افسوس اب علمائے اہل سنت سیاست گریزاں ہیں جب کہ جماعتی تشخص کے ساتھ آج سیاست میں حصہ لینا اپنے اسلامی تشخص کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ حضرت کے تفصیلی حالات کے لئے مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی مدرس منظر اسلام کی کتاب "جہان ریحان" کا مطالعہ کیا جائے۔

اپنے وصال سے آگاہ:

حضرت مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی اپنی کتاب ”جہان ریحان“ میں لکھتے ہیں
وصال سے چند یوم قبل مزار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ اور حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے مزار کے درمیان جو جگہ خالی تھی آپ نے اسی جگہ بیٹھ کر قرآن شریف کے اکیس پارے تلاوت کیئے جس جگہ ابھی آپ مدفون ہیں۔

جناب حاجی صوفی اقبال صاحب کو بلا کر آپ نے حکم فرمایا کہ اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام علیہما الرحمہ کے درمیان جو جگہ خالی ہے اسی جگہ پر میری قبر تیار کرانا اور قبر اتنی کشادہ و گہری رہے کہ میں کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھ سکوں جناب حاجی اقبال صاحب یہ سنکر غم زدہ ہوئے اور سنی ان سنی کر کے چلے گئے۔ تین یوم بعد حاجی صاحب کو آپ نے پھر بلوایا اور دریافت کیا کہ میری قبر کا کیا ہوا؟ اسی وقت آپ نے انہیں سولہ سو روپئے نقد دیئے اور حکم فرمایا کہ میری قبر جلد تیار کرا دو۔ ایسا حکم تو وہی دے سکتا ہے جسے اپنے وصال کا پتہ ہو کہ میں فلاں دن وصال کر رہا ہوں۔ آپ کے اس فرمان کے دوسرے دن ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ اب حاجی صاحب کو احساس ہوا کہ حضرت نے اپنے وصال کی خبر اس طرح ہمیں دی۔ سچ ہے

لوح محفوظ است پیش اولیا

مفتی شاہ تراب الحق اور حضور رحمانی میاں

ڈاکٹر صاحب موصوف ہی لکھتے ہیں:

اسی طرح سے حضرت مولانا کلیم ہزاروی اپنے ایک مضمون مین ریحان ملت کی کرامت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

میرے محترم ڈاکٹر غازی امان صاحب سلطانی ناگپوری نے فرمایا کہ جب میں حضور رحمانی میاں کی حضوری میں تھا اس وقت سنی عالمی کانفرنس بمبئی میں مفتی شاہ تراب الحق صاحب خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ (ممبر پارلیامنٹ پاکستان) بھی تشریف لائے

ہوئے تھے۔ انہوں نے بر سر عام حضرت رحمانی میاں کی یہ کرامت بیان فرمائی کہ جب میں پاکستان میں قید تھا اس وقت میں نے پریشان ہو کر ایک رات اپنے پیر مرشد حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہٗ کو اپنی مدد کے لیے پکارا تو جواب میں آکر ان دونوں بزرگوں نے فرمایا ہم سے کیوں کہتے ہو رحمانی میاں سے کہو وہی اس وقت حاکم اعلیٰ مددگار اہل سنت ہمارے عاشق خاص ہیں۔ اتنے میں حضور رحمانی میاں کہیں سے تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا آپ اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔ انشاء اللہ کل صبح گیارہ بجے آپ مع رفقار ہا ہو جائیں گے اور بخدا ایسا ہی ہوا۔ جب سے حضرت رحمانی میاں کی قدر و منزلت میرے دل میں حد سے زیادہ ہے۔

(ماخوذ ماہنامہ اعلیٰ حضرت)

اسی طرح سے مولانا سید ضیاء الحسن جیلانی پاکستانی اپنے مضمون میں آپ کی کرامت تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

حضور رحمانی میاں کا روحانی تصرف

''اٹھارہ رمضان المبارک کو عبد الجبار رحمانی کو فون کے ذریعہ اطلاع ملی کہ ریحان ملت اس جہان فانی کو چھوڑ کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گئے ہیں۔ ان دنوں میں بہت علیل تھا عبد الجبار رحمانی نے مجھے یہ خبر انتہائی دکھ کے ساتھ سنائی۔ میں نے اسی دن صبح کا واقعہ عبد الجبار رحمانی اور قاری شرف الدین، سیف القادری کو سنایا کہ میں اپنے والد کے عرس جو اٹھائیس رمضان المبارک کو ہوتا ہے اس پوسٹر کو ترتیب دے رہا تھا کہ اور پوسٹر میں جب اپنے نام کے ساتھ خلیفہ مجاز حضور ریحان ملت کر مدظلہ العالی لکھنا چاہا، تو بجائے اس کے علیہ الرحمہ لکھ گیا۔ عبد الجبار رحمانی صاحب نے دریافت کیا کہ یہ کس وقت کا واقعہ ہے؟ تو میں نے بتایا آج صبح کا۔ تو عبد الجبار رحمانی نے کہا اسی وقت تو حضور رحمانی میاں ہم لوگوں کو چھوڑ گئے ہیں۔'' (ماخوذ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف)

تصلب فی الدین:

"خانوادہ رضا کے چشم و چراغ کا تعارف کے مرتب لکھتے ہیں:

تصلب فی الدین آپ میں بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا آپ کی ہر ہر ادا سے تصلب فی الدین کا اظہار ہوتا تھا دنیا کی عزت اور دولت وثروت کی آپ نے پرواہ نہ کی۔ کبھی بھی بددین و بدمذہب کی تعظیم نہ کی۔ اس بارے میں حیلہ اور مصلحت کے بھی قائل نہ تھے۔ سیاست میں بھی جا کر آپ نے کسی فاسق وفاجر کی تعظیم نہ کی جب کہ اس میدان میں بڑے بڑوں کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں۔ آپ نے (رضا برقی) پریس قائم کیا جس سے ایک اشتہار نکالا کہ کوئی بدمذہب بددین اس پریس میں کچھ چھپانے کے لیے نہ لائے۔

(خانوادۂ رضویہ کے چشم و چراغ کا تعارف، صفحہ ۵)

پریس آدمی تجارت کے لیے قائم کرتا ہے۔ اس سے عام آدمی نفع حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن قربان جائیے ریحان ملت کی ذات پر، کہ انہوں نے پریس لگوانے کے بعد تجارت نہیں دیکھی، بلکہ دینی تصلب دیکھا جو مسلک اعلیٰ حضرت کا پیغام تھا، بلاشبہ آپ کا یہ اعلان تصلب فی الدین کا اعلیٰ نمونہ ہے

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کرامات حضور امین شریعت

مختصر تعارف امین شریعت علامہ سبطین رضا خان علیہ الرحمہ

آپ کی پیدائش ۷ رجمادی الاولی ۱۳۴۶ھ مطابق ۲ رنومبر ۱۹۲۷ء میں ہوئی اور وصال ۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۹ رنومبر ۲۰۱۵ء کو ہوا۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی، پھر منظر اسلام میں داخل ہوئے اور وہیں سے آپ کی فراغت ہوئی۔ آپ کے نامور اساتذہ میں علامہ حسنین رضا خاں نوری، صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی، محدث اعظم پاکستان حضرت مفتی سردار احمد خاں، شمس العلما حضرت قاضی شمس الدین جونپوری علامہ غلام جیلانی رضوی اعظمی، مولانا حافظ عبد الرؤف رضوی بلیاوی، حضرت علامہ مفتی وقار الدین، حضرت مولانا ظہیر الدین زیدی، علامہ غلام یٰسین رضوی پورنوی علیہم الرحمہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے ارادت، اجازت اور خلافت حاصل تھی، آپ نے رشد وہدایت اور تبلیغ دین متین کے لئے چھتیس گڑھ کا علاقہ منتخب فرمایا اور اس میں انتھک جدوجہد کی جس کا نتیجہ ہے کہ اس صوبہ میں سنیت کی فصلیں لہلہا رہی ہیں۔ ان کے مریدین کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے جن میں اکثریت اسی علاقہ سے وابستہ ہے۔

آپ بلاشبہہ حضور مفتی اعظم ہند کے شبیہہ اور تقویٰ وطہارت میں ان کی یادگار تھے۔ تقریباً ۶ ربار آپ حج بیت اللہ کا سفر فرمایا۔ مدینہ طیبہ میں والہانہ حاضری دی، پھر خلق خدا کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے کام میں جٹ گئے۔

آپ ۳۶ گڈھ ہی کے علاقہ میں تھے کہ ۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۹ رنومبر ۲۰۱۵ء کو آپ کا وصال ہو گیا وہاں سے آپ کو بریلی شریف لایا گیا اور یہیں آپ کا مزار پاک قائم ہوا۔

آپ کی حیات وخدمات پہ کئی کتابیں منظر عام پہ آ گئی ہیں جن میں مولانا اشرف

رضا قادری، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری کی کتابیں زیادہ معروف ہیں۔ تفصیلی حالات وہاں سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت مفتی عابد حسین قادری شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور کا سہ ماہی امین شریعت کے ''امین شریعت نمبر'' میں ایک مضمون ''امین شریعت حیات و کرامات'' شائع ہوا ہے جس میں بطور ضمیمہ چند کرامات شامل ہیں ان میں سے چند منتخب کرامتیں پیش ہیں

محمد فاروق رضوی روڈ نمبر ۶/ای آزادنگر، مانگو، جمشید پور، امینِ شریعت حضرت علامہ سبطین رضا نوری بریلوی کے نہایت عقیدت منداور سچے و پکے مرید ہیں۔ جب حضور امینِ شریعت انجمن فیضانِ ملت دھتکیڈیہہ کی دعوت پر جمشید پور تشریف لائے۔ اسی وقت جناب نسیم احمد رضوی اور توقیر احمد رضوی روڈ نمبر ۱/دھتکیڈیہہ کے گھر میں حضور سے مرید ہوئے۔ موصوف نے ۲۹/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ۔ مطابق ۲۱ مارچ ۲۰۱۵ء کو ایک مجلس میں راقم الحروف سے درج ذیل واقعات بیان فرمائے۔

دعا سے شفایابی

ایک اسلامی بہن کے شوہر جناب عبد العظیم رضوی کا واقعہ یہ ہے کہ وہ ۱۳/سال قبل سخت بیمار ہو گئے تھے۔ ان کا پھیپھڑا خراب ہو گیا تھا، بہت علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ ایک ڈاکٹر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ صرف ایک ہفتہ کے مہمان ہیں۔ جب میں نے ان کی یہ خراب حالت دیکھی تو فون کے ذریعہ اپنے پیر و مرشد حضور امینِ شریعت سے بیعت کرادی۔ پھر حضرت نے ان کے حق میں دعائے صحت فرمائی، اور فرمایا: ''ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ نہ ہوگا، شفایاب ہو جائیں گے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے''۔ الحمد للہ! سلسلہ میں داخل کرنے اور دعائے صحت کرنے کا فوری طور پر فائدہ ہوا۔ وہ شفایاب ہو گئے۔ تیرہ سال کا عرصہ گزر چکا، وہ آج بھی باحیات ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں حج و زیارت بھی کر کے آگئے۔

چلتے چلتے بے ہوش ہو جانے والا دعا سے صحت مند

ممبئی سے ایک جوان مظہر بن مقبول نامی میرے پاس تعویذ کے لیے آیا کرتا تھا۔ وہ سخت بیمار رہا کرتا تھا، اس کے سر میں چکر آنے کا مرض تھا۔ راستہ میں چلتے چلتے بے ہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ میں نے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو حضور امینِ شریعت سے ٹیلیفون کے ذریعہ مرید کرا دیا۔ اور ان سے اس کے حق میں دعا بھی کروادی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کا مرض جاتا رہا اور وہ آج بھی تندرست ہے۔ چہرے کو داڑھی سے سجا لیا ہے اور پابندِ نماز ہو گیا ہے۔

دست کرم کی برکت

جناب محمد خلیل قادری رضوی فلیٹ نمبر ۷۰۴ مغل گارڈین، مہتو کالونی، روڈ نمبر ۱۷ جواہر نگر، جمشید پور، (جھارکھنڈ) اپنی چشم دید کرامت اس طرح بیان کرتے ہیں:

''جب میں مرید ہونے کے لیے چکر دھر پور پہنچا تو ایک کمرے میں پلنگ پر حضرت تشریف فرما تھے۔ سبھی لوگ نیچے بیٹھے ہوئے تھے، کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مولانا مفتی مسلم حسین رضوی شمسی علیہ الرحمہ نے لوگوں سے باہر نکلنے اور کمرہ خالی کرنے کو کہا، کیونکہ ہمارے حضرت کو عشا کی نماز پڑھنی تھی، سفر سے آئے تھے، کچھ آرام بھی فرمانا تھا۔ اور فرمایا کہ جو حضرات مرید ہونا چاہتے ہیں وہ جلسہ گاہ میں تشریف لے جائیں، حضرت وہیں سب کو مرید کریں گے، جب کہ میں حضرت کے چہرۂ مبارک کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا اور دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ حضرت میرے دل کی کیفیت کو دیکھ رہے ہیں، اگر یہ چاہیں گے تو نہ میں کمرے سے باہر جاؤں گا، نہ ہی جلسہ گاہ میں جا کر عمامہ شریف میں ہاتھ رکھ کر مرید ہوؤں گا، بلکہ حضرت کے دستِ کرم میں ہی ہاتھ دے کر مرید ہوؤں گا۔ اور شجرہ شریف بھی حضرت اپنے دست کرم سے ہی عطا فرمائیں گے۔

الحمدللہ! جب لوگ کمرے سے باہر جا رہے تھے تو مرشدِ کریم نے مولانا مسلم علیہ

الرحمہ سے فرمایا کہ ان کو (یعنی مجھے) یہیں رہنے دیجئے، مرید کیے لیتا ہوں، باقی لوگوں کو جلسہ گاہ میں مرید کرلوں گا۔ سبھی لوگ باہر چلے گئے۔ میں کمرے میں حضرت کی زیارت کرتا رہا، انہوں نے اپنے ایک خادم، جو ان کے ساتھ تھے اور دو یا تین لوگوں نے اب تک نماز نہ پڑھی تھی ان کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔ اور پھر مجھے بڑی ہی شفقت و محبت بھرے انداز میں قریب بلا کر اپنے دستِ کرم میں ہاتھ رکھنے کو فرمایا اور مرید کرلیا۔ کمرے کے باہر لوگوں کا ہجوم پھر جمع ہو گیا اور وہ مولانا مسلم علیہ الرحمہ سے ضد کرنے لگے کہ حضرت نے نماز پڑھ لی ہے، ہمیں بھی یہیں مرید کروا دیجئے، مولانا صاحب کی گزارش پر حضرت نے ایک عمامہ شریف پر ہاتھ رکھوا کر سبھی کو مرید کرلیا۔ کمرے میں کافی بھیڑ تھی، جب ہم سب باہر نکل رہے تھے تو میں دل میں سوچ رہا تھا کہ الحمد للہ! میری دو تمنائیں تو پوری ہوئیں۔ (۱) کمرے میں حضرت کا مجھے روک لینا (۲) ان کے دستِ کرم پر ہی ہاتھ رکھ کر بیعت ہونا۔ اب حضرت مجھے شجرہ شریف بھی اپنے دستِ مبارک سے عطا فرما دیتے تو دل کی یہ مراد بھی پوری ہو جاتی، میں بھیڑ کے ساتھ باہر نکل رہا تھا، کمرے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ مجھے لگا کہ میرے کرتے کی داہنی جیب میں کسی نے کچھ ڈالا ہے، میں نے جب دیکھا تو حضرت کے خادم صاحب تھے۔ انہوں نے میرے کان میں آہستہ سے کہا: ”حضرت نے آپ کو شجرہ شریف دیا ہے، جو میں نے آپ کی جیب میں ڈال دیا ہے“، اور فرمایا ہے کہ ”جب کمرہ خالی ہو جائے تو کچھ دیر میں آکر مجھ سے دستخط کرالیں“ الحمد للہ! میں نے بعد میں جا کر حضرت سے دستخط کرالیا۔

حضور امینِ شریعت کے مرید قاضی سجاد حسین رضوی عرف منا بھائی کے بیان کردہ احوال و واقعات اور چند کرامات امین شریعت نمبر میں بیان کرتے ہیں کہ

جسے دیکھ کر خدا یاد آئے

میں ۲۰۱۰ء میں عرس اعلیٰ حضرت میں شرکت کے لیے بریلی شریف پہنچا ہوا تھا۔ ساتھ میں میرے پیر بھائی جناب محمد خلیل قادری صاحب جواہر نگر، روڈ نمبر ۱۷، بھی

تھے، اس موقع سے ۲۴ رصفر المظفر کو پیر و مرشد حضور امینِ شریعت کے گھر، کانکر ٹولہ، پرانا شہر، بریلی میں ان سے مرید ہوا۔ بیعت کی تفصیل یہ ہے کہ میں بہت دنوں سے ایک پابندِ شریعت وطریقت پیرِ کامل سے مرید ہونا چاہتا تھا۔ اس تعلق سے کئی بزرگوں سے ملاقات کی مگر کسی طرف میرا دل مائل نہ ہوا، مگر رضا نگر، سوداگران سے حضور امینِ شریعت کے دولت کدہ پر مفتی محمد عابد حسین نوری اور محب گرامی محمد خلیل قادری رضوی کی معیت میں ان کی زیارت کے لیے مذکورہ تاریخ کو پہنچا تو میرا حال عجیب وغریب ہوگیا۔ میں نے جب حضرت کے چہرۂ مبارک کی نورانیت کو دیکھا تو محسوس کیا کہ واقعی یہ ولی اللہ ہیں۔ رخِ انور کی تابانی یہ بتا رہی ہے کہ ولایت کے آثار جو ان میں ہیں ان بزرگوں میں سے کسی میں نہیں جن کی اب تک میں نے زیارت کی ہے۔ فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے میرا دل ان کی طرف کھنچتا گیا یہاں تک کہ میں ان کے قدموں میں گر کر مرید ہوگیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کی زیارت سے مجھے خدا یاد آ گیا۔ اور حدیث شریف میں یہ پہچان بھی بتائی گئی ہے۔ ''اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللّٰہُ'' (اولیاء اللہ کو دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے)۔

اور جب سے حضرت کے دستِ اقدس میں ہاتھ دے کر بیعت ہوا اس وقت سے آج تک ان کے تصور میں کھویا رہتا ہوں۔ ان کو یاد کر کے اپنی قسمت چمکاتا ہوں۔ اور تصورِ شیخ کا جو طریقہ شجرہ شریف میں مرقوم ہے اس طریقے پر روزانہ ۵ رمنٹ تک تصورِ شیخ کرتا ہوں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ آج جو مجھے شریعتِ مطہرہ کے سانچے میں ڈھلا ہوا آپ دیکھ رہے ہیں، ان ہی کے فیضانِ نظر کا کمال ہے، ان کے دامن میں آنے کے بعد ہی میری زندگی میں انقلاب آیا، ورنہ میں دنیا کی طرف مائل تھا۔ ٹاٹا کمپنی کے ملازم ہونے کی وجہ سے دنیا داری کا غلبہ مجھ پر زیادہ تھا۔ میں تو پہلے بھی مسلمان تھا، مگر صرف مسلمان، عمل سے کوسوں دور، لیکن بیعت وارادت کے بعد سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مرشد کے صدقے فضلِ مولیٰ کے فیوض وبرکات نے مجھے پختہ مسلمان بنا دیا۔ آج الحمد للہ! ایسا متصلب سنّی ہوں کہ بدعقیدوں کے سائے سے بھی دور بھاگتا ہوں۔

آپ کی تصویر نہیں آئی

حاجی محبوب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت چکردھر پور ریلوے اسٹیشن پر ٹرین سے اُترے تو کئی کیمرے والے آپ کی تصویر لینے حاضر ہو گئے، جن میں میرا بیٹا رفیق بھی تھا، حضرت نگاہیں نیچی کیے ہوئے اسٹیشن سے باہر نکل رہے تھے، عقیدت مند حضرات نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں حضرت کو باہر لا رہے تھے، خادم تصویر لینے والوں کو منع کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہر گز کوئی حضرت کا فوٹو نہ لے، مگر حال یہ تھا کہ

ع مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

حاجی صاحب موصوف کہتے ہیں کہ میں حضرت کے جلو میں تھا، منع کرنے کے با وجود لوگ ماننے کو آمادہ نہ ہوئے۔ تب حضرت نے فرمایا، جناب! اس صورتِ حال میں انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، ان لوگوں کے کیمرے میں ہماری تصویر آئے گی تب ہی تو یہ اسے محفوظ کر سکیں گے، حاجی صاحب موصوف نے کہا حیرت ناک بات یہ ہے کہ جب ان مصوروں نے کیمرے سے ریل نکالا تو حضرت کی تصویر آئی ہی نہیں بلکہ ریل پر سیاہی پڑ گئی تھی۔ ان واقعات کی تصدیق الحاج عبدالباری صاحب رضوی اور الحاج عبدالخالق صاحب رضوی، چاند ماری، چکردھر پور نے بھی کی۔

آسیبی حرکت ختم ہو گئی

مذکورہ حاجی صاحبان نے یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ہم لوگوں نے حضرت سے گزارش کی کہ حضور ایک بار محلہ میں دورہ فرما دیں تو کرم ہوگا۔ ہم لوگوں نے یہ گزارش اس لیے کی تا کہ حضرت کا مقدس قدم ہمارے محلہ کی گلی کوچے میں پڑ جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اس ولی کے صدقے محلہ سے آفتیں دور فرما دے۔ حضرت نے ہماری گزارش قبول فرمائی اور تشریف لے گئے۔ گشت کے دوران حضرت ایک مکان کے قریب سے گزر رہے تھے کہ اسی گھر سے اچانک ”ارے باپ“ کے لفظ سے چلانے کی آواز آئی۔

حضرت مسکراتے ہوئے وہاں سے گزر گئے، جب قیام گاہ پر تشریف لائے تو خبر ملی کہ فلانہ عورت بے ہوش ہوگئی ہے۔ حضرت کو اس کی خبر دی گئی۔ آپ نے پانی منگوا کر دم فرمایا اور اسے پینے اور بدن پر چھڑکنے کا حکم فرمایا۔ حکم کے مطابق جوں ہی وہ پانی پلایا گیا اور اس پر چھڑکا گیا، عورت ہوش میں آگئی۔ اس سے آسیبی حرکت دور ہوگئی۔ آج بھی وہ عورت چاند ماری میں موجود ہے۔

قدم کی برکت سے خوشحالی آگئی

شہر چکردھر پور سے تقریباً ۵ رکیلومیٹر کی دوری پر ایک گاؤں سیمیدیری ہے، اس گاؤں میں حضور امینِ شریعت دامت برکاتھم العالیہ کے مریدین ومعتقدین کافی تعداد میں ہیں۔ وہاں کے اکثر لوگوں کا پیشہ ریڈی میڈ کپڑے کی سلائی کا ہے۔ اسی گاؤں کے رہنے والے ایک صاحب اسلام رضوی ہیں۔ یہ حضرت امینِ شریعت کے مرید ہیں، چکردھر پور بازار میں ان کی ریڈی میڈ کی دکان ہے، انہوں نے بیان دیا کہ یہاں کے لوگ پہلے سخت غربت وافلاس سے دوچار تھے، فتنہ وفساد، آپسی لڑائی جھگڑے سے لوگ سخت پریشان رہتے تھے۔ حضور امینِ شریعت کا مقدس قدم جب اس گاؤں میں پڑا ہے، یہاں سے غربت وافلاس دور ہوگئی، تنگی و بدحالی خوش حالی میں بدل چکی، آپسی لڑائی جھگڑا، فتنہ وفساد اور قتل وغارت بند ہوگئے، خوف وہراس اطمینان وسکون میں تبدیل ہوگیا، آج بھی اس گاؤں کے لوگوں کے دلوں میں حضور امینِ شریعت کی عقیدت ومحبت اس قدر ہے کہ ان کی تشریف آوری کے لیے برابر متمنی رہتے ہیں۔ اب جب کہ حضور علالت کی وجہ سے نہیں آسکتے تو ہر سال جلسہ میں ان کے شہزادگان کو بلا کر دعائیں لیتے اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی تعویذ کا اثر

جناب الحاج مختار صفی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار میری ہمشیرہ شبینہ خاتون

رضویہ کے پیٹ کا آپریشن ہوا تھا، آپریشن ہونے کو تو ہو گیا مگر جس مقام پر ڈاکٹر نے اسٹیچ لگایا تھا، دن بدن اس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی، زخم سوج رہا تھا، اور مندمل ہونے کا نام نہیں لیتا تھا، پریشانی تو تھی ہی اس کے علاوہ دوسری بیماری کا خدشہ تھا، اس لیے میں ان کو لے کر حضرت کی بارگاہ میں پہنچا۔ وہاں پہنچنے پر ہمشیرہ صاحبہ پیرانی اماں سے ملیں، انہوں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ ان شاء اللہ کچھ نہیں ہوگا، تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔ پھر حضرت سے عرض کی گئی تو حضرت نے کئی تعویذات مفتی مجیب الرحمن صاحب سے املا کروائے۔ بعض پینے کے لیے اور بعض پانی میں ڈال کر غسل کرنے کے لیے دیئے۔ اور ایک دعا کی بھی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ دعا پڑھنا اور تکلیف کی جگہ پر دم کرنا ہے، اسے پینا ہے اور دوسرے کو پانی میں ڈال کر نہانا ہے مگر اس ترکیب سے نہانا ہے کہ پانی خراب جگہ نہ پہنچے، جب ہم واپس آئے اور ان تعویذوں کو استعمال کیا تو الحمد للہ! میری ہمشیرہ بالکل صحت یاب ہو گئیں۔

آپ کی چھڑی کا کمال

حاجی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ میرے دو جڑواں بیٹے ہیں، ان کی پیدائش کے بعد ان کے ناف کاٹے گئے جیسے عام طور پر کاٹے جاتے ہیں، مگر کچھ دنوں بعد ان دونوں کے ناف میں بہت سوجن آ گئی اور بہت موٹے ہو کر باہر نکل گئے، جو بہت خراب معلوم ہوتے تھے، بہت ترکیب کی گئی مگر کسی طرح وہ ٹھیک نہ ہوئے، ایک دن میری والدہ مکرمہ (رئیسہ خاتون رضویہ) نے فرمایا: یہ ایسے ٹھیک نہیں ہوں گے، حضرت پیر صاحب کی وہ چھڑی لاؤ جو تمہیں دی ہے۔ ان کا علاج میں اسی سے کیے دیتی ہوں، ان شاء اللہ الرحمن ٹھیک ہو جائیں گے، چنانچہ چھڑی لائی گئی۔ انہوں نے اسے لیا اور اس کی نوک کو یکے بعد دیگرے ان نافوں پر رکھ کر اندر ڈھکیل دیا۔ الحمد للہ! وہ ناف ہمیشہ کے لیے اندر ہو گئے اور فکر و غم دور ہو گئے۔

والدہ مکرمہ کے مرید ہونے کا سبب

میری والدہ مکرمہ رئیسہ خاتون رضویہ صاحبہ حضرت ہی سے مرید ہیں، انہوں نے ایک دن مجھ سے بیان کیا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں بہت بیمار ہوں، میں گھبرا گئی، اتنے میں ایک خوب صورت بزرگ خواب میں ہی تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ مت گھبراؤ، تم صحت یاب ہو جاؤ گی۔ اس کے بعد میں انھیں لے کر حضرت کی بارگاہِ اقدس میں پہنچا۔ حضرت نے پردہ کے اہتمام کے ساتھ اپنی بیعت وارادت میں انھیں لے لیا۔ اتفاق سے پردہ کسی طرح سرک گیا تو والدہ کی نظر حضور امینِ شریعت پر پڑ گئی۔ والدہ مکرمہ کا کہنا ہے کہ میں نے پہچان لیا کہ خواب میں جس خوب صورت بزرگ کی میں نے زیارت کی تھی وہ یقیناً یہی تھے۔

حضرت کی دعا سے غریبی دور ہو گئی

الحاج ممتاز احمد قریشی رضوی، مخدوم پور مسجد روڈ، ٹاٹا نگر، جمشید پور بیان کرتے ہیں کہ" جناب نسیم القادری صاحب، جن کا ایک سال قبل انتقال ہو گیا، بھی حضرت سے مرید ہوئے تھے، پہلے ان کی حالت نہایت تنگ دستی کی تھی، مالی حالت سخت خراب تھی، ریڈی میڈ کپڑے کا کاروبار فٹ پاتھ پر کیا کرتے تھے، انہوں نے بھی حضرت سے تعویذ کا مطالبہ کیا اور حضرت نے عنایت بھی فرمایا۔ اس تعویذ کا اثر یہ ہوا کہ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا کہ فضل الٰہی سے سعودی عرب میں ملازمت کے لیے جانے کی سبیل پیدا ہو گئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص تلاش کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ ایک آدمی کا وانٹ آیا ہے، تم باہر ملک جاؤ گے، اس نے کہا میرے پاس تو وہاں جانے کے لیے روپے نہیں ہیں، تو اس نے کہا میں تمہیں روپے دیتا ہوں، بعد میں تم ادا کر دینا، چنانچہ وہ جناب سعودیہ عرب ملازمت کرنے چلے گئے، اور کافی روپے کما کر خوش حال ہو گئے، گھر بھی قاعدے کا بنا لیا، وہاں سے واپسی کے بعد حضرت کی بہت تعریف کرنے لگے کہ ان کی دعا سے میرا کام بن گیا، اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے"۔

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

کرامات صدر العلماء

مختصر تعارف صدر العلماء حضرت تحسین رضا نور اللہ مرقدہٗ

آپ کی ولادت ۱۴ ر شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ کو ہوئی اور وصال ۲۰۰۷ میں ہوا، آپ علامہ حسنین رضا ابن حسن رضا بریلوی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی پھر ۱۹۴۱ سے باضابطہ تعلیمی آغاز منظر اسلام بریلی شریف سے ہوا۔ آپ کے معروف اساتذہ میں صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، حضور مفتی اعظم ہند، حضور محدث اعظم ہند، مولانا غلام یٰسین رشیدی، علامہ شمس الدین احمد جونپوری، مفتی وقار الدین قادری، علامہ غلام جیلانی اعظمی کا اسم گرامی شامل ہے۔ ان سے آپ نے درسیات مکمل کیں مگر دورۂ حدیث محدث اعظم علامہ سردار احمد پاکستان سے ۱۹۵۴ میں مکمل کیا۔

فراغت کے بعد آپ نے تدریس کی بزم سجائی تو مولانا خالد رضا خاں علامہ منان رضا خاں منانی میاں، مولانا محمد حنیف خان رضوی، مفتی محمد صالح رضوی، مولانا ہاشم احمد نعیمی، مفتی مجیب اشرف رضوی، مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، مفتی ایوب مظہر رضوی، مولانا محمد یمین مراد آبادی اور مولانا عبد السلام رضوی جیسے مشاہر علما کی جماعت تیار فرمادی۔ جن کی خدمات سے زمانہ آشنا ہے۔

۱۹۴۳ میں عرس رضوی کے موقع سے حضور مفتی اعظم ہند نے بیعت سے سرفراز فرمایا اور ۱۳۸۰ھ میں عرس رضوی ہی کے موقع پر انہیں حضور مفتی اعظم ہند نے اجازت وخلافت سے نوازا۔ آپ کی طبیعت میں سادگی تھی اور تقویٰ وخشیت الٰہی میں اپنے مرشد کا عکس جمیل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت کے بعد آپ کے دست حق پرست پر علما وعوام کی کثیر تعداد نے بیعت کی۔

آپ صاحب کرامت بزرگ تھے اور بریلی شریف کی مقتدر شخصیات میں آپ نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کے مفصل حالات سہ ماہی تجلیات رضا بریلی کے "صدر العلما" نمبر میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

تعویذ کا حیرت انگیز اثر

مولانا مشکور احمد رضوی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعویذ اور دعا میں بڑا اثر رکھا تھا، اپنے مرشد سے مجاز ہو کر حضرت نے خلق خدا کو نفع پہنچانے کے لیے دعا و تعویذ کا مشغلہ اختیار فرمایا اور اس کے ذریعے سے آپ نے مخلوق خدا کی خوب دادرسی کی۔

محمد اسلم صاحب ساکن بدھولیہ کا بیان ہے کہ اب سے چودہ ۱۴ر سال قبل میری آواز بالکل غائب ہوگئی۔ میں صرف اشارہ کرتا تھا، آواز نہیں نکلتی تھی۔ ڈاکٹروں کو دکھایا بہت سی جانچیں کرائیں، کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا، ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا کہ ہمارے یہاں اس کا کوئی علاج نہیں جن اعضاء سے آواز پیدا ہوتی ہے وہ سب درست ہیں ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے کہ آواز کیوں نہیں کھلتی؟ ایک ڈاکٹر نے کہا تم اپنے مذہب کے لحاظ سے کسی کو دکھاؤ۔ میں حضرت صدر العلما صاحب قبلہ کے پاس حاضر ہوا ان دنوں حضرت جامعہ نوریہ میں پڑھاتے تھے، حضرت نے پورا قصہ سنا اور فرمایا کہ ٹھیک ہو جاؤ گے، حضرت نے میرے ماتھے پر اپنی انگلی مبارک سے کچھ لکھا اور تعویذ پہننے کو دیئے، میں درست ہو گیا اور حسب معمول بولنے لگا حضرت کے وہ تعویذ میرے گلے میں رہے۔

چودہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد میری کوتاہی سے وہ تعویذ اب گم ہو گئے، پھر میرا وہی حال ہو گیا آواز بند ہو گئی۔ ابتدا میں میں یہ سمجھا کہ شاید نزلہ کی وجہ سے میری آواز نہیں نکل رہی ہے۔ نزلہ کا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، ڈاکٹر کے پاس گیا اس نے ہر طریقے سے جانچ پرکھ کر جواب دیا کہ تمہارے جسم میں کوئی کمی نہیں ہے تمہارا علاج ہم سے نہ ہو سکے گا۔

پھر میں حضرت کے پاس حاضر ہوا، اب حضرت جامعۃ الرضا کی مسند تدریس پر رونق افزا تھے، میں حاضر ہوا حضرت نے پھر وہی فرمایا آواز واپس آ جائے گی۔ پھر حضرت نے وہی عمل فرمایا یعنی انگلی سے میرے ماتھے پر لکھا اور تعویذ عطا فرمائے، چند مرتبہ کے عمل

سے میری آواز بدستور کھل گئی۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ۲۳۹)

صدر العلماء مستجاب الدعوات تھے

مفتی ابوحمزہ محمد شعیب رضا لکھتے ہیں:

مرے مرشد اجازت امین شریعت علامہ سبطین رضا صاحب قبلہ کی بڑی صاحبزادی کے عقد کے موقع پر زبردست طوفانی بارش تھی رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی تو صدر صاحب نے ایک تعویذ لکھ کر ٹانگا اور بارش ہی میں نماز پڑھی تو فوراً بارش رک گئی، آپ کے برادر اصغر حضرت مولانا حبیب رضا خاں فرماتے ہیں کہ: جب میں گھر میں آیا تو دیکھا کہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کر رہے تھے۔ (غالباً یہ نماز قضائے حاجت ہوگی)

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ۲۶۹)

آپ کے اثر سے بارش تھم گئی

مولانا مظاہر الاسلام مالے گاؤں لکھتے ہیں:

حضور سید الاتقیا مظہر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان چند سال قبل بائسی بازار ضلع پورنیہ بہار تشریف لائے۔ دو تین روز مسلسل پروگرام کے بعد آپ کا واپسی ٹکٹ کٹیہار سے بریلی شریف تک کا تھا اور آپ دارُ العلوم تنظیم المسلمین بائسی میں قیام پذیر تھے کہ صبح سے ہی خوب موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، ادھر آپ کی گاڑی کا وقت بھی ہو رہا تھا کہ آپ نے ایک سفید کپڑا منگوایا اور اس پر کچھ تحریر فرمائی اور اس کپڑے کو ایک ــــــ لمبے بانس میں باندھ کر بیچ دارُ العلوم کے صحن میں گاڑ دیا ادھر بانس کا گاڑنا تھا کہ ادھر بادل چھٹ گیا اور اسی وقت بارش بالکل ہی رک گئی اور آسمان صاف نظر آنے لگا، حضرت چند علمائے کرام کے ساتھ کٹیہار جنکشن کے لیے روانہ ہو گئے اسٹیشن پہنچ کر ٹرین پکڑی اور بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گئے جب علمائے کرام آپ کو رخصت کرنے کے بعد واپس دارُ العلوم تنظیم المسلمین پہنچے تو دوبارہ بارش پہلے کی طرح شروع ہو گئی آپ کی یہ کرامات دیکھ کر سارے

لوگ حیران رہ گئے، آج تک اس کرامت کا تذکرہ بائسی علاقہ میں ہورہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی پہچان ہے (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ۳۳۶)

ابھی ایک بچہ مرید ہونا باقی ہے

مولانا مظاہر الاسلام مالے گاؤں لکھتے ہیں:

۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۴ھ کی بات ہے کہ حضور سید الاتقیا صدر العلما، محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان بائسی علاقہ میں امام احمد رضا کانفرنس میں تشریف لائے کانفرنس کے دوسرے روز مدرسہ بحر العلوم میں آپ کا قیام تھا بیعت کا سلسلہ شروع تھا، اور دن کے بارہ بجے تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر آپ نے کھانا تناول فرمایا اس کے بعد آپ کے خادم قاری عرفان الحق صاحب نے لوگوں سے کہا کہ آپ حضرات کمرے سے باہر تشریف لے جائیں، حضرت تھوڑی دیر آرام فرمائیں گے، جب قاری صاحب بار بار اصرار کرنے لگے تو صدر العلما نے فرمایا ایک بچہ مرید ہونے کے لیے آرہا ہے، پہلے اسے مرید کرلیں، پھر آرام کریں گے جب حضرت نے فرمایا تو سب لوگ آس پاس کے کمرے والوں سے پوچھنے لگے تو پتہ چلا کہ کوئی بھی مرید ہونے کے لیے باقی نہیں ہے سبھی حضرات مرید ہو چکے ہیں، لہٰذا سب لوگ حجرے سے باہر نکل گئے اور آپ کے خادم نے اندر سے دروازہ بند کرلیا جب سب لوگ باہر مدرسہ کے صحن میں آگئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سڑک پر ایک جیپ رکی اور ایک مولانا صاحب اپنے بچے کو لیکر جیپ سے اترے، اور ہم لوگوں کے قریب آکر پوچھنے لگے کہ حضور کس کمرے میں ٹھہرے ہیں، مجھے اپنے اس بچہ کو مرید کروانا ہے یہ سن کر سب لوگ ایک دوسرے کا منھ تکتے رہ گئے اور سمجھ گئے کہ یہ حضور سید الاتقیا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی کرامت ہے جبھی تو حضرت نے ابھی چند لمحے پہلے ہی فرمایا کہ ایک بچہ مرید ہونے آرہا ہے پہلے اسے مرید کرلیں پھر آرام کرونگا اس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت کی نگاہ بچے پر تھی جو اس وقت تقریباً دو کلومیٹر دور گاڑی میں بیٹھا تھا اور وہاں اس وقت حضرت کے پاس کوئی فون یا موبائل موجود نہ تھا اور پہلے سے بچہ کے

آنے کی کوئی خبر نہ تھی، اسے خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضور صدر العلما کی زندہ جاوید کرامت ہی تو کہیں گے، کہ آپ کی نگاہ کرم اور فیض روحانی نے اپنی جگہ سے بیٹھے بیٹھے بچے کو دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے باعمل عالم، باکرامت بافیض ولی کامل سے سچی محبت والفت عطا فرمائے اور ان کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے مالامال کرے آمین بجاہ سید المرسلین۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر ص، ۳۳۶)

تعویذ کے اثر سے بچے کی صحیح ولادت

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں:

میرے ایک دوست جناب رئیس محمد صاحب جو کہ تلیاہ پور میں سکونت پذیر ہیں ایک عرصہ دراز سے مرشد کامل کی تلاش میں تھے۔ کئی مرتبہ میرے ساتھ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ تبلیغی دورہ پر باہر ممالک تشریف رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ اور دوسری خانقاہوں میں بھی انہوں نے بغرض بیعت جاکر دیکھا مگر کہیں پر انہیں دلی تقویت حاصل نہیں ہوئی، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب ایسا لگتا ہے مجھے بغیر مرشد کے ہی شاید زندگی گزارنی پڑے گی، میں نے کہا کہ بھائی مایوس نہ ہو اور تم حضور تحسین میاں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کرلو۔ یہ میرا آپ کو مفید مشورہ یوں ہے کہ انہیں سرکار مفتی اعظم کا مظہر کہا جاتا ہے۔ میرے کہنے پر جناب رئیس بھائی حضور صدر العلما کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے سرفراز ہوئے اسی دن حضرت سے اپنا مدعا بیان کیا کہ حضور میری بیوی حاملہ ہے میں نے ڈاکٹر سے بھی معائنہ کرایا اور الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ جانچ ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ بطن مادر میں جو بچہ پرورش پا رہا ہے وہ الٹا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ بغیر آپریشن کے یہ بچہ پیدا نہیں ہو سکے گا۔ حضور ابھی میں اس لائق نہیں ہوں کہ آپریشن کا خرچہ برداشت کرسکوں۔

حضور صدر العلما نے فرمایا اچھا اور اسی وقت رئیس بھائی کو ایک تعویذ لکھ کر عطا فرمایا کہ اس کو اپنی اہلیہ کے گلے میں ڈال دینا اور بچے کی زچگی کے وقت اہلیہ کی ران میں

باندھ دینا تعویذ کے ایک ہفتہ کے بعد ڈاکٹر نے دوبارہ سے معائنہ کیا اور الٹرا ساؤنڈ سے جانچ کی تو معلوم ہوا بچہ اپنی جگہ پر بحمدہ تعالیٰ ٹھیک ہے اور سیدھا ہے وقت مقررہ پر بنا آپریشن کے گھر پر ہی بچے کی پیدائش عمل میں آئی۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۳۵۱)

خواب کی تعبیر اور آپ کی شہادت

مولانا عبد الخالق مصباحی لکھتے ہیں:

آپ کے صاحبزادے مولانا محمد صہیب رضا خاں صاحب نے بتایا کہ جب ابا حضور ناگپور کے سفر کے لیے تیار تھے تو گھر میں سب سے ملاقات کی اور فرمایا کہ میں جا رہا ہوں تم سب نمازوں کی پابندی کرنا، زندگی کا کیا بھروسہ ہے تو ہمارے بہن نے کہا والد محترم میرا دل گھبرا رہا ہے۔ آپ نہ جائیں جواباً والد صاحب نے فرمایا کہ تم ہمیشہ یوں ہی کہتی ہو جب بھی میں عازم سفر ہوتا ہوں، پھر فرمایا یہ تعویذ لو، اور ورد کرتی رہو "یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم دل ما را کن مستقیم بحق ایاک نعبد وایاک نستعین" آپ خود فرماتے کہ میں خواب میں بار بار یہ دیکھتا ہوں کہ کوئی مجھے قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ ناگپور کے سانحہ سے آپ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ گویا آپ کو شہادت کی مکمل آرزو تھی۔ ان دونوں مختصر سے واقعہ سے آپ کی روشن دلی، تقویٰ پرہیز گاری کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ صدر العلما نے درس وتدریس کے علاوہ سیوان، گوپال گنج اور میرگنج (بہار) کے مضافات کے مذہبی جلسوں کانفرنسوں میں شریک ہوکر دین وملت کی خدمات انجام دیں۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۳۶۸)

گاڑی چلاؤ چلے گی

مولانا رئیس اشرف لکھتے ہیں:

اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہم تک موصول ہوا وہ ڈاکٹر حسن رضا خان کے حوالے

سے ہے جو رہپورہ چودھری کے رہنے والے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت سے مرید ہونے کا ارادہ کیا اور حضرت سے مرید ہونے کی رغبت اس وقت ہوئی کہ ہم نے حضرت کی ایک کرامت کا ظہور دیکھا۔ وہ کرامت یہ تھی کہ جب ہم مسجد کی بنیاد رکھوانے کے لیے حضرت کو لائے اور جب واپس چھوڑنے کو جارہے تھے تو پٹرول پمپ سے ایک ڈیڑھ کلومیٹر پہلے ہی تیل ختم ہوگیا۔ اور گاڑی بند ہوگئی، حضرت نے فرمایا کہ کیا ہوا تو عرض کیا گیا کہ خرابی آگئی ہے۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ گاڑی چلاؤ چلے گی۔ جب گاڑی چلائی گئی تو گاڑی چلنے لگی اور پٹرول پمپ پر جا کر رک گئی۔

اس وقت سے میرے دل میں حضرت سے مرید ہونے کی رغبت پیدا ہوگئی اور آرزو یہ تھی کہ حضرت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مرید ہوں کپڑا وغیرہ پکڑ کر مرید نہ ہوں۔ تو جب وہ ساعت سعید آئی تو میں حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے رومال نکالا کہ مرید کریں اور میرے ہاتھ میں دینے سے قبل رکھ لیا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر مجھ کو مرید کیا۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۷۳)

ڈاکٹر کیا جانے؟ اس کو کچھ نہیں ہے

مولانا سلطان اشرف صاحب بہیڑیوی لکھتے ہیں:

اُتراکھنڈ ضلع نینی تال میں قصبہ کچھا کے قریب ایک مقام ہے سرولی کلاں، وہاں کی ایک مسجد میں سید شہادت علی میاں، کئی سال سے خادم سے کہہ رہے تھے کہ مجھے حضرت سے خلافت دلوادو، خادم بھی چاہتا تھا کہ سید ہیں باشرع ہیں، صوم صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ کیا حرج ہے، مسلک کا فائدہ ہوگا، اچانک ایک دن صبح کے وقت انہوں نے فون پر کہا کہ میں آرہا ہوں بریلی شریف چلنا ہے، ان دونوں خادم کے تین بیٹوں محمد فیضان اشرف محمد فرحان اشرف، محمد حسان اشرف، میں سے درمیان والا یعنی فرحان عرف فرخ بہت علیل تھا اور چند روز پہلے شیل اسپتال بریلی میں ایک ہفتہ سے زیادہ رہ کر آیا تھا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، ڈاکٹروں نے آنتوں کی ٹی بی کا مرض بتایا، جب سید صاحب نے فون پر کہا میں آرہا ہوں تو

خادم نے سوچا موقع اچھا ہے، سید صاحب کا کام بھی ہو جائے گا، اور خادم بھی اپنے بچے کے لیے حضرت سے دعا کرائے گا۔

لہٰذا سید صاحب آئے تو خادم اور سید صاحب اور فرحان، تینوں بریلی پہنچ گئے اور دوپہر کے وقت حضرت سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

خادم نے حضرت سے عرض کیا حضور یہ سید ہیں، شہادت علی ان کا نام ہے، سرولی کی مسجد میں امام ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند اور پرہیز گار ہیں، اگر ان کو خلافت عطا فرمادیں تو مسلک کا فائدہ ہوگا، حضرت نے سید صاحب کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا: زبانی خلافت تو میں آپ کو دے چکا ہوں، قاری عرفان صاحب سے سند لے لیجئے، یہ سن کر سید شہادت علی میاں حیران رہ گئے، اور خادم کے ذہن کو بھی جھٹکا سا لگا، لیکن اس وقت خاموش رہا، قاری عرفان صاحب سند کی خانہ پوری کر رہے تھے، اسی اثنا میں خادم نے عرض کیا، یہ بچہ حضور کا غلام ہے محمد فرحان اشرف اس کا نام ہے، علیل ہے، شِیل اسپتال کے ڈاکٹروں نے اسے آنتوں کی ٹی بی کا مرض بتایا ہے۔

حضور دعائے صحت فرمادیں، حضرت نے دست پاک اٹھا کر دعا فرمائی، ایک تعویذ عنایت فرمایا، اور فرمایا ڈاکٹر کیا جانے، آنتوں کی ٹی بی نہیں ہے، اللہ شفائے کامل وعاجل عطا فرمائے کسی حکیم کا علاج کرائیں۔

اس کے بعد سلام ومصافحہ کر کے سب لوگ واپس ہوئے، راستہ میں حضرت کی رہائش گاہ کے قریب ہی خادم کے بیٹے محمد فیضان اشرف کا الماری کا کارخانہ ہے، کچھ دیر کے لیے وہاں رکے تو خادم نے سید صاحب سے پوچھا کہ جب آپ کو حضرت نے زبانی طور پر خلافت سے نواز دیا تھا تو خادم سے ساتھ چلنے کا اصرار کیوں تھا؟ سند قاری عرفان صاحب سے لے لیتے، سید صاحب نے بتایا گذشتہ دنوں میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت مجھے خلافت عطا فرما رہے ہیں، اور خادم نے سوچا کہ یہی ولایت وکرامت ہے کہ خواب دیکھ رہے ہیں۔

اس کے بعد جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا، کسی حکیم کا علاج کرائیں، خادم اپنے بیٹے کو بدھولیہ بریلی میں حکیم احمد شفیع صاحب کے پاس لے گیا، اور ان کا علاج شروع کردیا، ساتھ ہی بہڑی کے ایک ڈاکٹر سے مشورہ کیا، اس نے کہا مجھے شیل کے ڈاکٹروں کی رپورٹوں پر بھروسہ نہیں ہے آپ بمبئی کا الائزہ ٹیسٹ کرائیں، وہ ٹیسٹ کرایا تو معلوم ہوکہ وہ مرض ہی نہیں ہے جو شیل کے ڈاکٹروں کی رپورٹوں میں تھا، اور خادم نے سمجھ لیا کہ حضرت نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ یہ مرض نہیں ہے، حضرت کی دعا کا اثر ہے کہ اب ماشاء اللہ خادم کا بچہ شفایاب اور تندرست ہے۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۳۹۱)

انہیں یہ مرض نہیں ہے

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں: اسی سرولی کلاں کے رہنے والے جناب حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کا ایک واقعہ ایسا ہی ہے، ان کے ایک عزیز حاجی محمد حنیف صاحب بہت زیادہ بیمار تھے اور بریلی کے مشہور اسپتال کیش لتا میں ایڈمٹ تھے، حاجی حبیب الرحمٰن صاحب حضرت کے پاس گئے، مریض کے حالات بیان کئے اور عرض کیا کہ ڈاکٹروں نے ٹیسٹ کرکے بتایا ہے کہ انہیں کینسر ہے، حضور دعا فرمادیں اور حضرت نے دعا فرمائی اور فرمایا: یہ مرض نہیں ہے، پندرہ دن کے بعد مجھے حال بتانا، حاجی صاحب کا بیان ہے کہ اسی دوران اسپتال میں ہی ان کی حالت بہت خراب ہوگئی، عزیز واقارب بہت پریشان اور افسردہ ہوگئے، بعض تو رونے بھی لگے، اچانک مریض نے آنکھ کھولی اور بڑی کمزور آواز میں کہا، گھبراؤ مت میں مرونگا نہیں، کیونکہ حضرت نے دعا فرمادی ہے۔ پھر جب پندرہ دن گذر گئے تو مریض یعنی حاجی محمد حنیف روبصحت ہونے لگے، حتی کہ کچھ دنوں بعد صحت مند ہوگئے، معلوم ہوا کہ کینسر نہیں ہے، آج بھی بفضلہ تعالیٰ حضرت کی کرامت کے اظہار کے لیے باحیات اور تندرست ہیں سچ ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۳۹۲)

فکر نہ کریں بہت جلد بری ہو جائیں گے

مولانا سلطان اشرف ہی لکھتے ہیں:

بہیڑی کے قریب موضع پیرانا نکار کے رہنے والے حاجی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب بہت پریشان تھے کیونکہ گاؤں میں جھگڑا ہوا تھا۔ ایک غیر مسلم مارا گیا تھا اور قتل کا الزام ڈاکٹر مجیب پر تھا، مقدمہ کی کارروائی ڈاکٹر مجیب صاحب کے خلاف جارہی تھی آثار ایسے تھے کہ ڈاکٹر مجیب صاحب مقدمہ ہار جائیں گے اور سزا ہو جائے گی۔

حضرت مولانا الحاج محمد مشکور صاحب زید عمرہ و مجدہٗ مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے آبائی گاؤں موضع پیگہ کے ساکن جناب حاجی محمد اشفاق صاحب جو حضرت سے بہت قربت رکھتے ہیں ہر سال اپنے گھر پیگہ میں گیارہویں شریف کی نیاز میں ایک جلسے کا انعقاد کرتے ہیں۔ اس میں حضرت بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعد میں موضع پیرانا نکار کے جناب میاں اسرار احمد صاحب کے صاحبزادے امتیاز احمد جو علاقائی سفر میں حضرت کے ساتھ رہتے تھے۔ حضرت کو اپنے گاؤں موضع پیرہ لے آتے تھے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی امتیاز احمد حضرت کو پیرا لے آئے تھے۔ ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دے چکا تھا۔ اب حضرت تحسین میاں تشریف لائے تو میں نے مقدمہ کا حال اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کر کے دعا کے لیے عرض کیا: حضرت نے دعا فرمائی اور فرمایا فکر نہ کریں، ان شاء اللہ بہت جلد بری ہو جائیں گے۔ حضرت کے یہ الفاظ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ مقدمہ سنگین سہی میں ضرور بری ہو جاؤں گا۔ پھر وہی ہوا کہ چند دنوں میں مقدمہ ختم ہو گیا اور میں بری ہو گیا۔ یہ سب میرے مرشد حضور مفتی اعظم کا کرم اور حضرت مظہر مفتی اعظم کی دعا کا اثر تھا۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند زراہ

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۳۹۲)

گاڑی ہوئی رقم سے نکال لئے ہوتے

مولانا موصوف ہی رقم طراز ہیں:

محلہ قرولان بریلی شریف کے جناب حافظ سراج احمد صاحب نے یہ واقعہ راقم الحروف خادم محمد سلطان اشرف نوری کو سنایا کہ نھو رکشے والا جو حضرت کو مدرسے لانے اور لے جانے کی خدمت انجام دیتا رہا ہے۔ اور بڑے فخر سے کہتا ہے کہ میں حضرت کا رکشا والا ہوں۔ وہ کہتا ہے میں بہت غریب آدمی ہوں چھوٹے سے ٹوٹے پھوٹے گھر میں رہتا ہوں۔ گھر کی مرمت کے لیے میں نے دن رات محنت کر کے کچھ رقم جمع کر لی وہ رقم ایک پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ کر گھر میں زمین میں گاڑ دی، وہ کہتا ہے کہ اس کا علم اللہ و رسول کو تھا یا مجھے، ایک دن مجھے بہت سخت ضرورت تھی۔ تو مدرسہ سے واپسی پر جب حضرت رکشا سے اتر رہے تھے۔ تو میں نے عرض کیا حضور! پچاس روپئے کی سخت ضرورت ہے، یہ سن کر حضرت مسکرائے اور میری آنکھوں میں دیکھ کر فرمایا:

گاڑی ہوئی رقم سے نکال لیے ہوتے یہ سن کر میں تو حیران رہ گیا اور حضرت نے اسی وقت اپنی جیب سے پچاس روپئے کا نوٹ نکال کر مجھے عطا فرما دیا۔ سبحان اللہ یہی تو ولایت کاملہ ہے۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۳۹۳)

آپ واقعی مظہر مفتی اعظم تھے

موصوف ہی نے یہ کرامت بھی لکھی ہے:

قصبہ آنولہ کے قریب خیلم کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ تھا جس میں حضرت صدر العلما بھی تشریف فرما تھے۔ بعد نماز عشا جلسے کا آغاز ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں سامعین حضرت کے دیدار کے لے حاضر تھے۔ کئی شعرا و مقررین کے بعد تقریباً ساڑھے بارہ بجے سے دو بجے تک خادم نے تقریر کی۔ حضرت بھی منبر پر تشریف فرما تھے۔ تقریر سے فارغ ہو کر حضرت سے اجازت لے کر خادم قیام پر آ گیا۔ دسمبر کا مہینہ تھا، سردی شباب

پر تھی لحاف اوڑھ کر لیٹ گیا تو نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے رومال اور چادریں پھیلی ہوئی ہیں، لوگوں کے ہاتھ ان پر رکھے ہوئے ہیں اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں سے کہلوار ہے ہیں:

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم دل ما را کن مستقیم
بحق ایاک نعبد وایاک نستعین

اور خادم سوچ رہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت کا وصال ہو گیا لیکن حضرت تو بحمدہٖ تعالیٰ باحیات ہیں، فوراً آنکھ کھل گئی۔ اسٹیج سے صدر العلما کی آواز آرہی تھی اور حضرت وہی الفاظ کہلوار ہے تھے مرید ہونے والوں سے جو خادم نے ابھی خواب میں تاجدار اہلسنت سے سنے تھے۔ بس ایک لمحہ ضائع کئے بغیر خادم اُٹھا اور جا کر منبر پر حضرت صدر العلما کے قریب بیٹھ گیا اور رومال پر ہاتھ رکھ لیا۔ کیونکہ تاجدار اہلسنت نے خواب میں بتادیا تھا کہ دور حاضر میں میرے اوصاف وصفات کے مظہر و معتمد خاص مولانا تحسین رضا خاں ہیں۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۳۹۴)

صدر العلما حضور خواجہ غریب نواز کا انتخاب

مولانا حبیب القادری طیبی لکھتے ہیں:

حضرت حافظ محمد یامین صاحب مدرس جامعہ عربیہ رضویہ اشاعت العلوم وخطیب وامام روڈ والی مسجد بنڈیا کچھا اترا کھنڈ بیان کرتے ہیں کہ

جمعہ کا مبارک دن تھا نماز جمعہ سے کچھ پہلے ایک خوبصورت صحت مند چہرے پر داڑھی اسلامی وضع قطع سے آراستہ ایک شخص مسجد میں وارد ہوا، میں جب گھر سے مسجد کے اندر آیا تو اس نووارد شخص کو دیکھ کر میں نے گمان کیا کہ چندہ کے لیے آیا ہوگا پھر اس پر مستزاد جمعہ کا دن میرا گمان یقین میں بدل گیا اور میں پوچھ ہی بیٹھا کیا کسی مدرسے یا کسی مسجد یا اپنی ضرورت کے لئے چندہ کرنے آئے ہو، اس نے جواب میں کہا نہیں حضرت نہیں میرے خواجہ نے اور بریلی کے مولانا صاحب نے اتنا دے دیا اور اس حد تک میری

ضرورتوں کو پورا کردیا ہے مجھے اب کسی چندے وندے کی ضرورت نہیں۔
یہ ڈائری اور قلم ہے شعروشاعری کرتا ہوں نعتہائے مصطفیٰ ومناقب اولیاء لکھتا ہوں اور اللہ اللہ میں زندگی گزر رہی ہے جب اس نے یہ کہا تو میں اس کی طرف بھرپور طریقہ سے متوجہ ہوا اور اس کی داستان انقلاب زندگی سننے کا میرے دل میں اشتیاق پیدا ہوا۔ میرے ذہن سے ساری بدگمانیا دور ہوگئیں۔ اس نے واقعہ شروع کیا اور کہا کہ میں کچھا کے قریب شاندتی پور نمبر ۵ کا باشندہ ہوں اور ایک ہندو ٹھاکر کی اولاد ہوں کچھ دن پہلے ایک مہلک اور لاعلاج بیماری میں مبتلا تھا جس کی بنا پر مجھے ایک جھونپڑی میں اکیلے اور تن تنہا ڈال دیا گیا، دوست احباب اعزہ واقارب اور بھائیوں بہنوں نے مجھ سے قطع تعلق کرلیا تھا یہاں تک کہ والد مہربان اور مادر مشفقہ اور رفیق حیات نے بھی مجھ سے منہ موڑ لیا تھا۔ کوئی بھی میری اس لاعلاج بیماری کی بدبو کی وجہ سے جھونپڑی میں آنا گوارہ نہ کرتا تھا۔ میرا نہ کوئی مونس تھا نہ کوئی غم خوار۔ اکیلا چارپائی پر کروٹیں بدل رہا تھا اور زندگی کی آخری سسکیاں لے رہا تھا اور موت وحیات سے جنگ کررہا تھا کہ اچانک ایک دن ایسا ہوا میری جھونپڑی کے دروازے پر ایک پھیری کرنے والا اپنی سائیکل پر قوالی کی کیسٹ لگائے ہوئے تھا۔ اس قوالی میں خواجہ اجمیری کی کرامتوں کا ذکر تھا، بے ساختہ میرے دل سے اخلاص کے ساتھ ایک پکار نکلی، لاکھوں کی بگڑی بنانے والے خواجہ! اللہ کے اذن سے مریضوں کو شفا دینے والے خواجہ! بےنواؤں محتاجوں کی یاری کرنے والے مہاراجہ! مجھ کو بھی اس موذی مرض سے شفایاب فرمادیجئے۔ مجھ پر بھی دیا کیجئے اور اپنی کرپا سے مجھ بےکس اور بےبس کی بیماری صحت مندی میں تبدیلی فرمادیجئے۔ پھیری والا تو چلا گیا میں یونہی انکا نام لے لے کر روتا رہا، اور فریاد کرتا رہا، روتے روتے میری آنکھ لگ گئی تھوڑی ہی دیر کے بعد خوبصورت چہرے والے متناسب الاعضاء ایک بزرگ خواب میں تشریف لائے اور انہوں نے سر سے لیکر پیروں تک اپنا دست کرم پھیرا اور تشریف لے گئے۔ میں جب نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے جسم کے اندر قوت وتوانائی محسوس کی اور مجھ کو ایسا لگا کہ میں

مریض ہی نہ تھا کہ سمجھ گیا کہ مجھ پر کرم کرنے والے وہی اجمیر کے ولی خواجہ ہیں، جن سے میں نے خلوص دل سے فریاد کی تھی انہوں نے خواب میں آکر میری تقدیر کو بدل دیا۔

دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

میں صبح اٹھ کر بغیر کسی کو بتائے کچھا کی طرف چل دیا اسٹیشن پر پہونچا بریلی کے لیے گاڑی پکڑی، بریلی جنکشن پر اترا، بریلی جنکشن پر ایک شخص لحیم وشحیم موٹے تازے خوبرو رخسار مثل سیب کے اگر ناخون ماردو تو خون چھلک آئے میرے پاس آئے اور گاڑی آنے تک میرے ہی پاس رہے اور جب ٹرین آگئی تو اجمیر کی طرف جانے والی گاڑی پر بٹھا کر غائب ہو گئے میں ان کو دیکھتا ہی رہ گیا میں نے کسی سے کچھ نہ پوچھا بس چلتا رہا۔

یہی سوچتا سوچتا میں اجمیر کی نگری میں پہنچ گیا میں نے اسی خواجہ کی بارگاہ میں جا کر حاضری دی جس نے میرے مرض کو دور کیا تھا اور کمزور جسم کو توانائی بخشی تھی اور مجھ کو یہاں آنے کے قابل بنایا تھا۔ دعائیں مانگتا رہا روتا رہا گڑ گڑاتا رہا اور خواجہ کی بارگاہ سے فیوض وبرکات حاصل کرتا رہا۔ ایک دن میں مزار خواجہ کے قریب صحن میں سو رہا تھا حضرت خواجہ اجمیری نورانی صورت بزرگوں کے ساتھ خواب میں تشریف لائے اور پھر انہوں نے میرے پورے جسم پر ہاتھ پھیرا اور ان بزرگوں میں سے ایک بزرگ کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے جتا جتا کر کہا ان بزرگ کو اچھی طرح دیکھ لے، یہ بریلی کے مولانا تحسین رضا ہیں یہ تجھ کو بریلی میں ملیں گے۔ یہی تجھ کو مسلمان کریں گے اور تیری دنیوی ضرورتوں کو پورا کریں گے۔ اس بافیض دربار سے آنے کو دل تو نہ چاہتا تھا لیکن ایک دن میں اچانک اجمیر سے بریلی کی طرف چل دیا ان بزرگ کی شکل وصورت میرے ذہن میں رہی بریلی جنکشن پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ تحسین میاں باہر گئے ہوئے ہیں۔

آگے بیان کرتا ہے کہ میں بریلی سے چل کر پنت نگر کے پاس ایک مقام لنگا کے نام سے مشہور ہے میں وہاں تک پہنچ گیا اور وہاں سے لال کنواں کی طرف بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں لال کنواں تک پہنچ گیا اور رات کا وقت ہو گیا میں نے روڈ کے قریب ایک ٹنکی پر اپنے کپڑے دھوئے اور نہایا۔ ابھی میں فارغ ہی ہوا تھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے کدھر سے کب آئے مجھ کو پتہ نہیں۔ مجھ کو پکڑ کر ایک جلسہ گاہ کی طرف لے گئے، جس میں لوگ جمع تھے اور میں نے دیکھا منبر شریف پر وہی نورانی صورت والے بزرگ بھی موجود ہیں، جنکی نشاندہی خواجہ صاحب نے کی تھی۔ میں نے ان کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ سبحان اللہ ! اجمیر والے خواجہ مجمع اولیا میں جسے چن لیں وہ بریلی کے صدر العلما ہیں۔ اللہ اکبر

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۰۴)

قبل وصال سفر آخرت کی خبر

حضرت مفتی یونس رضا مونسی لکھتے ہیں:

جامعۃ الرضا میں حضرت صدر العلماء صدر المدرسین کے عہدے پر تھے اور میں ان کی نیابت میں رہا۔ جامعہ کے ایک ہی آفس میں ہم دونوں بیٹھتے رہے، حضرت کی درسگاہ بھی اسی آفس میں تھی۔ حضرت بے پناہ محبت کا اظہار فرماتے تھے، حضرت صدر العلما "شرعی کونسل آف انڈیا" کے فیصل بورڈ کے رکن تھے۔ جامعہ میں ۱۲، ۱۳ ر رجب کو سیمینار کی مجلس تھی علمائے کرام باہر سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ استاذ گرامی حضرت مفتی محمد ناظم علی صاحب، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور بھی شریک سیمینار تھے انہوں نے پہلے بھی اور اس موقع سے بھی مجھ سے فرمایا کہ حضرت صدر العلما سے اجازت وخلافت وغیرہ دلا دیجئے، میں نے حضرت صدر العلما سے عرض کیا، حضرت نے رضامندی ظاہری کی، تو میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ ۱۳ ر رجب کو سیمینار میں حضرت آئیں گے تو یہ کام ان شاء اللہ کروادوں گا۔

سیمینار کی چوتھی نشست بروز اتوار درمیان وقفہ کے وقت میں نے حضرت سے عرض

کیا کہ حضور آفس میں چلیے۔ اس وقت حضرت صدر العلما استاذ الفقہاء قاضی محمد عبد الرحیم صدر مفتی مرکزی دارالافتاء سے گفتگو فرما رہے تھے، میرے کہنے کے بعد حضرت میرے ساتھ ہال سے آفس کی طرف آنے لگے تو راستے میں حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ”آپ نے اتنی سند چھپوادی ان کا کیا ہوگا؟ میں تو سفر میں جا رہا ہوں“ میں نے عرض کیا کہ سفر میں جا رہے ہیں تو واپس بھی آئیں گے اور ابھی بہت لوگ متمنی ہیں۔ انہیں سندیں دے دی جائیں گی تو حضرت نے فرمایا ”زندگی اور موت کا کوئی ٹھکانہ ہے“ میں نے کہا کہ حضور اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہم سب پر دراز فرمائے اس کے بعد حضرت کی ایک خاص ادا تھی کہ کوئی بات کہتے وقت دونوں ہاتھ کی ہتھیلی نیچے سے اوپر اُٹھا کر جھٹکتے تھے اسی انداز میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر جھٹکے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ”ارے ہوگئی“ اس وقت میں تو نہ سمجھ سکا مگر جب جمعہ کو اس حادثہ کی خبر سنی تو بار بار حضرت کا جملہ دل و دماغ کو جھنجھوڑنے لگا۔

میں نے حضرت کی سند خلافت اور سند قرآن وحدیث وفقہ ۲ر سال قبل چھپوائیں تھیں، اور میرے کہنے پر حضرت نے بہت سے لوگوں کو وہ سند بھی عطا فرمائی تھی مگر کبھی ایسی بات نہ فرمائی اور ۱۳ر رجب کو مذکورہ جملے ارشاد فرمائے افسوس! میں اس وقت ان جملوں کے معنیٰ و مفاہم سے آگاہ نہ ہوسکا، حضرت کی بہت نوازشیں میرے ساتھ رہیں، ان سے میں نے صدارت کے اصول اور اس کی حکمتیں بھی سیکھیں، کبھی بھی کسی بات پر حضرت ناراض نہ ہوئے، بلکہ کچھ میں عرض کرتا تو حضرت بڑی شفقت کے ساتھ سمجھاتے تھے اور کبھی کبھار حضرت اپنے دونوں ہاتھ میرے سر پر پھیرتے تھے اور جامعۃ الرضا کے بابت فرماتے کہ حضرت ازہری میاں نے تم لوگوں کو اسی کے لیے تیار کیا ہے یہاں درس نظامی کا آغاز بھی آپ نے کیا ہے، لہٰذا اس کی ترقی وبقاء کے لیے کوشاں رہئے، بہت سی باتیں ہیں جو رہ رہ کر یاد آتی ہیں اور دل کو بیچین اور مضطرب کر دیتی ہیں۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۱۴)

حضرت کی دعا سے حج نصیب

حافظ محمد ثنا اللہ خطیبی لکھتے ہیں:

۲۷/ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۹/مئی ۱۹۹۴ء بروز دوشنبہ کو موضع کھیلم تحصیل آنولہ ضلع بریلی شریف میں حضرت صدر العلما کا تبلیغی دورہ ہوا۔ لوگوں نے کثیر تعداد میں حضرت سے بیعت کی۔ قریب میں موضع مہلیا اور موضع راجپور کلاں بھی حضرت تشریف لے گئے، ان تینوں مقامات پر تقریباً ایک ہزار سے زیادہ افراد داخل سلسلہ ہوئے، راقم الحروف صدر العلما کے ہمراہ تھا، راجپور کلاں میں ایک عظیم الشان اجلاس کی حضرت نے صدارت فرمائی۔ اجلاس کے اختتام پر ایک صاحب نے درخواست کی کہ حضرت راجپور کلاں میں کوئی حاجی نہیں ہے جب کہ یہاں کافی لوگ صاحب استطاعت ہیں دعا فرما دیں۔ حضرت نے اپنے مخصوص انداز میں دعا فرمائی۔ یہ حضور صدر العلما کی دعا ہی کا اثر تھا کہ اسی سال تین آدمی موضع راجپور کلاں سے حج بیت اللہ کے لیے سفر پر گئے۔ موضع کھیلم کے مولانا سجاد حسین صاحب نوری نے بیان کیا کہ میری لڑکی خورشیدہ کے سر میں درد ہوا اور اتنا شدید کہ بریلی کے گنگا چرن اسپتال میں بھرتی کرنا پڑا لیکن درد کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مولانا سلیمان صاحب جو میرے سمدھی ہیں ان کو لے کر میں حضرت کی بارگاہ میں کانکر ٹولہ بریلی شریف حاضری ہوا۔ اپنی پریشانی کا اظہار کیا حضرت صدر العلما نے دعا فرمائی اور ایک تعویذ سر میں باندھنے کے لیے عنایت فرمایا۔ ہم نے فوراً حکم پر عمل کیا اور اب تقریباً سات سال ہو چکے ہیں سر میں درد نہیں ہوا۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۳۵)

تعویذ کی برکت

موصوف ہی لکھتے ہیں کہ جامعہ نوریہ رضویہ کے کلرک جناب ماسٹر نسیم احمد خاں بیان کرتے ہیں کہ میرا بھتیجہ امن رضا خاں جو کہ بہت بیمار تھا اس کا بخار نہیں اتر رہا تھا۔ بریلی کے اکثر بڑے ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن شفا نہیں ملی ایک دن میں نے والدہ سے کہا کہ حضرت کو دکھا دو یہ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا، بھائی صاحب اور والدہ حضرت کی بارگاہ میں بچہ کو لے کر جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج حاضر ہوئے حضرت نے دعا بھی فرمائی اور ایک تعویذ بھی

عنایت فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا بھتیجہ چندروز میں پہلے کی طرح صحت یاب ہوگیا۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۳۶)

صدر العلما کی روشن ضمیری

مولانا محمد سالک رضا لکھتے ہیں:

غالباً ۱۹۹۵ء کی بات ہے جب میں تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ بہار میں زیر تعلیم تھا مدرسہ مذکورہ کی جانب سے ایک کانفرنس رکھی گئی تھی۔ جس میں سیدی مرشدی تاج الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں علیہ الرحمہ وحضور رہبر شریعت و طریقت استاذ المفسرین والمحدثین صدر العلما تحسین ملت حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ جلوہ بار تھے۔ اور بھی بہت سے شعرا تشریف لائے تھے، ہر ایک کے لیے قیام وطعام کا انتظام مختلف جگہوں میں کیا گیا۔ حضور تاج الشریعہ وحضور صدر العلما جب مدرسہ ہذا میں تشریف فرما ہوئے تو استاذی الکریم مولانا رحمت حسین کلیمی علیہ الرحمہ بانی مدرسہ ہٰذا نے دونوں بزرگوں کی قیام گاہ کے لیے مدرسہ میں ایک الگ کمرے کا انتخاب فرمایا۔ کثرت کے ساتھ لوگ داخل سلسلہ ہو رہے تھے، ایک الگ کمرہ میں شجرہ شریف تقسیم کیا جارہا تھا، دیوانوں کا ایک عظیم مجمع کھڑا تھا۔ میرے دل میں خیال ہوا کہ میں بھی کچھ دیر خدمت کر کے اپنے خالی دامن کو نعمتوں سے بھرلوں۔ پھر یہ خیال گزرا کہ حضور صدر العلما کی بارگاہ میں کیا حاضری دوں۔ پہلے اپنے پیرومرشد حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں حاضری دوں چنانچہ آپ کی قیام گاہ کے دروازے پر حاضر ہوا، لیکن لوگوں کے ازدہام کو دیکھ کر پیچھے ہوگیا۔ اور سوچا کہ چلیں پہلے حضور صدر العلما ہی کی بارگاہ نیاز میں خدمت کر کے آئیں بعد میں جب یہاں بھیڑ بھاڑ کم ہوجائے گی، تب پیرومرشد کی بارگاہ عظمت میں حاضری کا شرف حاصل کریں گے۔ بس دیوانہ وار حضور صدر العلما کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حضور مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: جاؤ پہلے وہاں تاج الشریعہ کے یہاں خدمت کر کے آؤ۔

اللہ اللہ! اتنا سننا تھا میں بہت شرمندہ ہوا، ایسا لگا میرے پیر کے نیچے سے زمین کھسک گئی اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں، ڈرتے سہمتے ہوئے عرض کیا حضور پہلے یہیں خدمت کرنے دیجئے، یہیں خدمت کرونگا، آپ مسکرانے لگے۔ میں نے ڈرتا سہمتا ہوا، آپ کے قدم مبارک کو چھوا، اور تھوڑی دیر خدمت کی اور اجازت لے کر باہر آیا۔ اور جان گیا کہ اللہ والے دلوں کے خطرات سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۳۸)

تمہارا کوئی کام رکتا ہے؟

مولانا محمد افضال احمد رضوی لکھتے ہیں:

بحمدہٖ تعالیٰ آپ روشن ضمیر تھے آنے والا کس خیال وتصور کے ساتھ حاضر ہو رہا ہے، بفضلہٖ تعالیٰ آپ پر ظاہر ہو جاتا۔ حاجی حبیب احمد تحسینی عرف منقی کا بیان ہے کہ حضور صدر العلما صاحب قبلہ کا جب سے مرید ہوا ہوں اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضل فرمایا اور حضور کی دعا کی برکت سے میرے پاس سب کچھ ہے اور بڑے سے بڑا کام حضور کی دعا سے کر گزرتا ہوں۔ ایک دن میں زیارت ودست بوسی کے لیے آرہا تھا، راستہ میں خیال آیا کہ میں حضور سے عرض کروں گا کہ حضور آمد تو بہت ہوتی ہے مگر بچت نہیں ہوتی دفعۃً ذہن میں بات آئی کہ اگر اس وقت حضور نے فرمایا، تمہارا کوئی کام رکتا ہے؟ تو میں کیا کہوں گا۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ سلام ودست بوسی کے بعد بیٹھ گیا، حضور حاجت مندوں کی حاجتیں سنتے اور ان کے مطابق کسی کو دعا، کسی کو تعویذ عطا فرماتے، ساتھ ساتھ بات چیت بھی فرماتے رہے۔ درمیان کلام میں نے اپنا مدعا عرض کر دیا، حضور روپے کی آمد تو بہت ہوتی ہے مگر رکتا نہیں، دعا فرمادیں، یہ سنتے ہی آپ مسکرائے اور فرمایا کہ تمہارا کوئی کام رکتا ہے؟ یہ سنتے ہی میں بہت شرمندہ ہوا اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ حضور پر میرے دل کا حال روشن ہو گیا تھا۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۴۲)

دل کے حال سے باخبر

مفتی محمد افضال لکھتے ہیں:

ایسا ہی ایک واقعہ حضور صدر العلما علیہ الرحمہ کے رکشہ والے محمد حسین عرف نھو (جس نے سالہا سال آپ کو در دولت سے جامعہ نوریہ رضویہ پہنچایا) نے واقعہ سنایا۔ محمد حسین عرف نھو کہتے ہیں کہ برسات کا موسم تھا بارش کئی دنوں سے مسلسل ہو رہی تھی، ایک دن سورج ظاہر ہوا، دھوپ نکلی، میں نے اپنا بستر سوکھنے کے لیے باہر دھوپ میں ڈال دیا پھر رکشہ لیکر صدر العلما کے در دولت پر حاضر ہوا، آپ باہر تشریف لائے میں نے سلام کیا آپ جواب دیکر رکشہ پر سوار ہو گئے، میں رکشہ لے کر چل دیا، حضور صدر العلما کی عادت کریمہ تھی، کہ آپ مجھ حقیر سے گفتگو فرماتے جاتے، گاہے دینی مسئلہ بھی بتاتے، جب جامعہ نوریہ کے طلبہ کو حدیث شریف پڑھاتے اور میں موجود ہوتا تو مجھ سے فرماتے، نھو! یہ بات مطلب کی ہے غور سے سنو! میں ہمہ تن گوش ہو کر حضور کا درس حدیث سنتا اور فیضیاب ہوتا، حضرت رکشہ پر جلوہ فرما ہیں رکشہ چل رہا ہے، تھوڑی دیر بعد موسم بگڑنا شروع ہو گیا، گھٹا چھا گئی، بارش بالکل تیار، میں سوچنے لگا ایک ہی بستر ہے وہ بھی باہر پڑا ہے بھیگ گیا تو کیا ہوا گا اے کاش حضور آج چھٹی کر لیتے اور میں بارش آنے سے پہلے گھر جا کر بستر اُٹھا لیتا، ابھی میرے ذہن میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضور صدر العلما نے فرمایا نھو! رکشہ واپس لے چلو آج مدرسہ نہیں جائیں گے، میں نے فوراً رکشہ موڑ کر واپس کر لیا، رفتار بڑھا دی، مجھ کو یقین کامل ہو گیا کہ حضور پر میرے دل کا حال ظاہر ہو گیا، حضور کو در دولت پر پہنچایا سلام رخصت عرض کیا آپ مسکراتے ہوئے اندر تشریف لے گئے، میں رکشہ لے کر گھر آیا جونہی بستر اُٹھایا بارش شروع ہو گئی۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۴۳)

مایوسیوں میں امید کی کرن

موصوف ہی لکھتے ہیں مولانا صغیر اختر صاحب مدرس جامعہ نوریہ بریلی شریف نے

بتایا کہ محمد فہیم ساکن خانپور تھانہ کیمری ضلع رام پور کی چھ لڑکیاں تھیں، ان کی تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ایک لڑکا عطا فرما دے، یہی تمنا لے کر وہ بریلی شریف حضور صدر العلما صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنی تمنا بیان کی، حضور صدر العلما صاحب قبلہ سننے کے بعد خاموش رہے، فہیم صاحب حضور کی خاموشی کی وجہ سے ناامید ہونے لگے، تب حضرت نے فرمایا، ایک سیب لاؤ، وہ فوراً سیب لے کر آئے، آپ نے کچھ پڑھ کر دم فرمایا اور فرمایا اپنی اہلیہ کو کھلا دینا، ان شاء اللہ تمہارا کام ہو جائے گا، فہیم احمد شاداں و فرحاں اپنے گھر گئے، اہلیہ کو سیب کھلا دیا، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، اہلیہ امید سے ہوئی، الحمد للہ ان کے گھر لڑکا پیدا ہوا، آج وہ بچہ تقریباً چھ ماہ کا ہو چکا ہے۔ (حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۴۳)

مستقبل کی خبر

مفتی صاحب موصوف ہی لکھتے ہیں:

حاجی رفیق احمد صاحب قصبہ دنکا ضلع بریلی شریف کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ ایک ضروری کام سے نیپال جا رہا تھا۔ بریلی شریف پہنچ کر حضور صدر العلما علیہ الرحمہ سے دعا لینے کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، سلام عرض کر کے مدعا بیان کیا کہ حضور میں ضروری کام سے نیپال جا رہا ہوں دعا فرما دیں حضرت نے برجستہ فرمایا اگلے ہفتہ جانا، میں نے عرض کیا حضور بہت ضروری کام ہے، ارشاد فرمایا تمہارے گھر بھی تمہاری ضرورت ہے، میں حضور کی بات سمجھ نہ سکا پھر بھی سر تسلیم خم کر کے نیپال جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور گھر لوٹ گیا، دوسرے دن اچانک بغیر کسی سابقہ مرض کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا، تب مجھے حضور کی بات یاد آئی اور سمجھ میں آ گیا کہ حضور نے کیوں مجھ کو نیپال جانے سے روکا تھا۔

(حوالہ: صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ص ۴۴۳)

کرامات حضور تاج الشریعہ

مختصر تعارف حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ

حضور تاج الشریعہ کی ولادت ۲۳ فروری ۱۹۴۳ء کو ہوئی ۱۳۶۴ کی عمر میں بسم اللہ خوانی ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر ہی میں لی پھر ۱۹۵۲ء میں منظر اسلام میں داخل ہوئے اور ۱۹۶۲ میں آپ کی فراغت ہوئی۔ منظر اسلام سے فراغت کے بعد بعض احباب و مخلصین کے مشورہ کی بنیاد پر والد محترم حضور مفسر اعظم ہند نے آپ کو جامعہ از ہر مصر بھیج دیا جہاں آپ نے ۱۹۶۳ تا ۱۹۶۶ تک تعلیم حاصل کی۔ واپسی پہ حضور مفتی اعظم ہند نے شاندار اور تاریخی استقبال فرمایا۔ ۱۹۶۸ سے آپ نے منظر اسلام میں تدریس کا آغاز فرمایا اور سینکڑوں قابل فخر تلامذہ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ سن۔ ۴ ستمبر ۱۹۸۳ میں آپ نے پہلا حج کیا پھر کئی حج کی سعادتیں آپ کے حصے میں آئیں۔

آپ کو مفتی اعظم ہند، حضور برہان ملت، حضور قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی، حضور مفسر اعظم اور حضور احسن العلما سے خلافت حاصل تھی۔ حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کو اپنا علمی جانشین منتخب فرمایا اور دنیا نے اس جانشینی کا شاندار و باوقار منظر اپنی سے دیکھا۔ اس جانشینی کے بعد باضابطہ آپ نے بیعت کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا اور وصال ۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء تک کروروں افراد آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے۔

آپ نے پیروی سنت، اہتمام ادائیگی فرائض اور تصوف کے جملہ لوازمات کو اس احسن طریقہ سے اپنی زندگی کا حصہ بنایا کہ دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں منجانب اللہ آپ کی محبت اور کشش پیدا ہوگئی جس کی مثال دور دور تک نہیں ملتی۔ تصانیف کے حوالہ سے بھی آپ کی جو یادگار ہیں وہ اعلیٰ حضرت کے علمی جانشین ہونے کا یقین دلاتی ہیں۔ آپ کی حیات و خدمات پہ زندگی سے لے کر وصال تک درجنوں کتابیں منظر عام پہ آگئی ہیں جہاں سے تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔

جیپ کا پلٹ جانا

مولانا محمد شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں:

مولانا حبیب النبی رضوی نوری جمالی شاہدی مدرس الجامعۃ الاسلامیہ رامپور نے اپنا ایک عینی مشاہدہ تحریر کیا ہے، لکھتے ہیں کہ یہ ایمان افروز واقعہ ۱۹۸۹ء کے اوائل کا ہے، جب خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج سید شاہد علی حسنی رضوی شیخ الحدیث مرکزی درسگاہ اہل سنت، الجامعۃ الاسلامیہ و قاضی شرع و مفتی ضلع رامپور کی دعوت پر، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی الحاج محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری دامت برکاتہم القدسیہ، رامپور اس مدرسہ میں تشریف لائے،

مجوزہ پروگرام کے تحت، اسی دن حضرت تاج الشریعہ موضع عثمان نگر ضلع رامپور تشریف لے گئے، جہاں کثیر تعداد میں لوگوں نے حضرت کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا، عثمان نگر میں کچھ دیر قیام کے بعد، حضرت تاج الشریعہ وہاں سے رخصت ہوکر، ایک کھلی ہوئی جیب میں روانہ ہوئے۔ جیپ میں حضرت تاج الشریعہ کے ساتھ، حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی اور ڈرائیور سمیت چھ افراد سوار تھے۔ جیپ میں سوار یہ قافلہ، رامپور بلاسپور شاہراہ پر ''پیلا کھارندی'' کے کنارے باندھ پر سے گزر رہا تھا چلتی ہوئی جیپ، جب باندھ کے کھڑنجے کے اوپر سے گزری، تو اچانک کھڑنجے کے کنارے کی اینٹیں اکھڑ گئیں، جس سے جیپ * کا توازن بگڑ گیا اور جیپ نے تین پلٹے کھائے اور حیرت انگیز طور پر تقریباً پچاس ساٹھ فٹ گہرائی میں، باندھ کے نیچے ایک گڑھے میں پہنچ کر، سیدھی کھڑی ہوگئی۔ جیپ میں موجود دوسرے لوگ حواس باختہ تھے۔ جیپ جیسے ہی زمین پر رکی، تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت تاج الشریعہ سیٹ پر سجدے کی حالت میں پرسکون بیٹھے ہیں۔ چند لمحوں بعد ہی آپ نے پوچھا؟ سید صاحب آپ ٹھیک ہیں، آپ کو چوٹ تو نہیں آئی؟ نہیں حضور میں ٹھیک ہوں کوئی چوٹ نہیں آئی حضرت علامہ سید شاہد علی رضوی نے فوراً جواب دیا، اور دریافت کیا حضرت آپ تو خیریت سے ہیں، حضرت نے فرمایا بحمدہ

تعالیٰ بخیریت ہوں۔ اس حادثہ میں کسی ایک فرد کو بھی کوئی قابل ذکر چوٹ نہیں آئی، سب لوگ بحفاظت رہے، البتہ جیپ کی چھت کا پچھلا حصہ ٹوٹ گیا اور پہچاننے میں نہیں آرہی تھی کہ یہ جیپ ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی جیپ کے پیچھے پیچھے، موٹر سائیکلوں پر سوار عقیدت مندوں اور وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کا ایک عظیم قافلہ ساتھ چل رہا تھا، جس نے کھلی آنکھوں سے یہ اندوہناک حادثہ دیکھا، اور بچاؤ کے نقطہ نظر سے میں گھبرائے ہوئے انداز میں فوراً ہی ایک محفوظ راستے سے نیچے جائے حادثہ پہ پہنچا، اور جیپ میں سوار سب حضرات کو بخیر وعافیت دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ یہ واقعہ یقیناً خرق عادت تھا، اس لیے کہ تمام طور پر اس قسم کے حادثات میں جانیں نہیں بچتیں، چہ جائیکہ کسی کے چوٹ تک نہ آئے۔ یہ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی کھلی ہوئی کرامت تھی۔

حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی کا بیان ہے کہ جیسے ہی جیپ نے پلٹا کھایا تو حضرت تاج الشریعہ نے ''یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم'' کا ورد کرنا شروع کر دیا تھا، اور جب جیپ ٹھہری تو آپ سجدہ کی حالت میں تھے۔

نماز کے لیے ٹرین کا رکنا

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں: ۱۱ر مارچ ۲۰۱۵ء کو حضرت تاج الشریعہ، بنارس کے لیے کاشی وشوناتھ ایکسپریس سے روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز بریلی جنکشن پر ادا فرمائی۔ مغرب شاہجہانپور میں ادا کی اور عشاء کے وقت ٹرین لکھنؤ پہونچ گئی۔ اسٹیشن پہونچنے سے پہلے حضرت بیت الخلاء گئے۔ جب حاجت سے فارغ ہوئے تو ٹرین کے چھوٹنے کا وقت ہوگیا، حضرت جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے اس وقت تک ٹرین روانہ نہیں ہوئی تھی، مگر چند لمحہ میں ٹرین چلنے لگی، حضرت نماز عشاء ادا کرنے کے لیے جائے نماز نکالنے کا حکم دے رہے تھے، برادرم محمد یوسف اختر رضوی نے بیگ سے جائے نماز نکالی، حضرت نے فرمایا، مصلیٰ بچھا دو تو یوسف رضوی نے کہا کہ حضور ٹرین چلنے لگی ہے، حضرت کے حکم پہ

مصلی بچھادیا گیا، جیسے ہی مصلے پر حضرت نے قدم رکھا فوراً ٹرین رک گئی، حضرت نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، ٹرین میں جگہ تنگ اور حضرت کی نقاہت کو دیکھتے ہوئے، ایک طرف محب محترم مفتی محمد شعیب رضا قادری اور دوسری طرف یہ راقم السطور معمولی سہارا دیتے رہے۔ حضرت نے اطمینان کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز عشاء ادا فرمائی، بس سلام پھیرتے ہی ٹرین چلنے لگی، حضرت نے سلام پھیرا، پھر فرمایا کہ ٹرین کہاں پر ہے، راقم نے عرض کیا حضور ٹرین ابھی پلیٹ فارم پر ہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چلو الحمد للہ نماز اپنے وقت پر ادا ہوگئی۔ اس کرامت کے ظہور کے وقت مولانا عاشق حسین کشمیری، الحاج محمد یوسف نوری، پوربندر الحاج شاہ نواز حسین رضوی (دبئی) موجود تھے۔ (کرامات تاج الشریعہ: محررہ، ۱۴؍مارچ ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ بوقت عشاء بریلی)

آنکھ کا آپریشن بغیر انجکشن

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں: حضرت تاج الشریعہ ساؤتھ افریقہ، ماریشش، ہرارے، زمباوے، تنزانیہ وغیرہ کے تقریباً ایک درجن ممالک کے تبلیغی سفر پر ۱۴؍مارچ ۲۰۱۵ کو بریلی شریف سے روانہ ہوئے، قیام بریلی سے ہی آنکھ سے کبھی کبھی خون نکل رہا تھا، سبھی لوگوں نے حضرت سے اتنا طویل سفر کرنے سے منع کیا، مگر تاریخ دے چکے تھے، اس لیے وعدہ خلافی نہ ہو، تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے صاحبزادہ گرامی مولانا عسجد رضا قادری بھی تھے۔ دربن (ساؤتھ افریقہ) پہنچنے پر آنکھ میں تکلیف زیادہ بڑھ گئی، ۲۲؍اپریل ۲۰۱۵ء کو ہاسپیٹل لے جاکر آنکھ کے مشہور اور تجربہ کار ڈاکٹر کو دکھایا، انہوں نے کچھ دوائیں تجویز کیں اور آپریشن کا مشورہ دیا۔

یہ وہ آنکھ ہے جس کا تقریباً ۲۰ سال قبل بمبئی میں آپریشن ہو چکا تھا، اسی دوران آنکھ کے تحفظ کے پیش نظر پلاسٹک کے دو ٹکڑے ڈاکٹر نے لگا دیئے تھے، وہ ٹکڑے ابھر کر آ گئے تھے، اس لیے آنکھ سے خون بہنے لگتا تھا۔ ڈربن کے ڈاکٹر نے کہا کہ اس آنکھ کے آپریشن کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے، جس سے اس پر کنٹرول پایا جا سکے۔ ۲۴؍

اپریل ۲۰۱۵ء کو آپریشن کی تاریخ مقرر کردی، حضرت کو مریدین وعقیدت مند ہاسپیٹل لیکر پہنچے، آپریشن کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔

ڈاکٹر نے حضرت کو آپریشن سے قبل بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا جیسا کہ ڈاکٹروں کا معمول ہے مگر آپ نے سختی سے منع فرمادیا، کہ اس طرح کے انجکشن میں ناجائز چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے اور دوسری نشیلی اشیاء ہوتی ہیں، اس لیے میں انجکشن نہیں لگواسکتا۔ ڈاکٹر نے حضرت کو بہت مطمئن کرنے کی کوشش کی مگر حضرت نے انکار فرمایا، پھر ڈاکٹر نے حضرت سے دوسری گزارش کی کہ اتنا حصہ سن کردیتا ہوں، حضرت اس پر بھی تیار نہیں ہوئے۔ اور سن کرنے سے بھی منع کردیا۔ عین آپریشن کے وقت ڈاکٹر کے ساتھ ڈاکٹروں کا پورا پینل حضرت کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا، کہ آپریشن بغیر سُن کیئے یا بغیر انجکشن لگائے نہیں ہوتا ہے، حضرت نے بڑے اطمینان کے ساتھ ان ڈاکٹروں کے پورے پینل سے فرمایا کہ آپ لوگ بالکل بے فکری کے ساتھ میری آنکھ کا آپریشن کیجیے، میں کسی بھی طرح کی ناجائز اشیاء کا استعمال نہیں کرتا ہوں، اور نا ہی پسند کرتا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، میرے جدامجد نے بھی بغیر انجکشن کے آپریشن کرایا تھا آپ لوگ اپنا کام کریں۔

اس گفتگو کے بعد ڈاکٹروں نے ہمت جٹائی اور آپریشن کا آغاز کردیا۔ حضرت بہت مطمئن اور بالکل ساکت وجامد بیٹھے رہے، تقریباً ساڑھے تین گھنٹہ آپریشن چلا، اور آنکھ میں سات ٹانکے لگے۔ آپریشن کی تکمیل تک آپ کی زبان مبارک پر درود شریف اور قصیدہ بردہ شریف کا ورد جاری رہا۔ ڈاکٹر حضرات یہ نہیں سمجھ پارہے تھے کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں مگر لبوں کی جنبش سے محسوس ہوتا تھا کہ آپ کچھ پڑھ رہے ہیں۔

آپریشن سے فارغ ہو کر ڈاکٹر کا تاثر حیرت انگیز تھا، انہوں نے سبھی لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ میں دنیا بھر میں جاتا ہوں اب تک بغیر انجکشن لگائے میں نے یا کسی اور ڈاکٹر نے آپریشن نہیں کیا، مگر یہ شخصیت اپنے آپ میں منفرد ہے۔ دنیا کا سب سے نالائق

ڈاکٹر میں ہوں کہ میں نے بغیر انجکشن کے آپریشن کیا اور یہ ذات دنیا کی واحد ذات، اتنی مضبوط ہمت اور روحانی قوت والی ہے کہ ساڑھے تین گھنٹہ تک بالکل جس طرح بٹھایا گیا تھا بیٹھے رہے، ذرا سی بھی جنبش نہیں کی، جب کہ اس طرح کے بڑے آپریشن میں تکلیف سے آدمی تڑپ اٹھتا ہے، ایک ذرا سا کانٹا چبھ جانے سے آدمی کراہ اُٹھتا ہے مگر یہ شخصیت پوری دنیا میں شاید واحد ہوگی، جس کے اندر میں روحانی اور ایمانی قوت دیکھتا ہوں۔ ڈاکٹروں کی پوری ٹیم آپ کی استقامت پر حیران تھی۔

جنات سے حفاظت

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں: ۲۷ر جولائی ۲۰۱۵ء کو میں اپنی آفس میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت سے ملنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا، اسی درمیان تین یا چار شخص کافی لمبے تڑنگے آفس میں داخل ہوئے، سلام ودعا کے بعد کہنے لگے، کہ آپ نے مجھے پہچانا، میں نے کہا کہ ہاں چہرہ پہچان رہا ہوں، مگر نام یاد نہیں آرہا ہے، ان میں ایک بزرگ شخصیت تھی، سفید داڑھی تھی، نورانی چہرہ اور اس پر سفید کپڑا اور سر پر سفید رومال وٹوپی نے چہرہ کو نہایت بارونق بنادیا تھا۔ انہوں نے جیب سے مجلد ایک چھوٹی سی پاکٹ سائز کی کتاب کو میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ دیکھئے یہ کیا ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ شجرہ شریف تھا، اندر کھولا تو موصوف کا نام میرے ہاتھوں سے حاجی احمد علی قادری رضوی جموں کشمیر لکھا ہوا تھا۔ وہ ۲ر فروری ۲۰۰۷ء کو حضرت سے داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ حاجی احمد علی رضوی کے ہمراہ مولانا دل محمد رضوی مرحوم کے صاحبزادے محمود احمد رضوی، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ جموں کشمیر بھی تھے۔ حاجی صاحب نے اپنے صاحبزادے آفتاب احمد کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ ان کو مرید کرانے کے لیے لایا ہوں، بولے کہ واقعہ یہ ہوا کہ اس کے اوپر جنات کے اثرات ہیں، اکثر حاضری ہوجاتی ہے۔ ایک بار جنات اس کے اوپر حملہ آور ہو گئے، میں گھبرا گیا کہ اب کیا کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ دفعتاً میری زبان سے یہ آواز نکلی کہ ”تم جانتے ہو کہ میری سرپرستی کون کر رہے ہیں اور میں کس بزرگ کا مرید ہوں“ کہ اتنے میں حضرت تاج

الشریعہ میری پشت کی طرف کھڑے تھے، کہ آفتاب احمد نے دیکھا اور وہ گھبرا گیا، اس کے اوپر جو جنات کے اثرات تھے، وہ کافور ہوتے نظر آئے، اس کے منہ سے یہ آواز سنائی دیتی رہی کہ اب میں نہیں آؤں گا، آفتاب احمد کی خواہش ہوئی کہ جس پیر سے آپ مرید ہیں ان کے پاس مجھے لے چلیے، میں بھی انہیں سے مرید ہونا چاہتا ہوں، پہلے میں زیارت کروں گا پھر مرید ہوں گا۔ حاجی صاحب حضرت کی نشست گاہ میں گئے، بغیر کچھ کہے آفتاب احمد کہنے لگے کہ یہی شخصیت ہے، جس کو میں نے دیکھا تھا، انہیں کی ہیبت اور روحانی فیضان نے جن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر آفتاب احمد حضرت کے دست حق پرست پر مرید ہو گئے، چار لوگوں کو میں نے شجرہ شریف دیا اور بہت خوش ہو کر جموں کشمیر کے لیے روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسی طرح سے پیر و مرشد کا فیضان نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

تاج الشریعہ کے لیے پلین کا لیٹ ہو جانا

مولانا موصوف ہی کا بیان ہے کہ: اوائل ۱۹۹۲ء کی بات ہے کہ راقم السطور حضرت کے ہمراہ بطور خادم پہلی بار لمبے سفر کلکتہ گیا، حضرت کا قیام جناب محمد ایوب خاں رضوی مرحوم کے دولت کدے پر تھا، دو دن کے قیام اور مختلف جگہوں پر اجلاس و دعوت و تبلیغ کے پروگرام میں شرکت کرنے کے بعد، شب ۳ بجے قیام گاہ پر واپسی ہوئی، حضرت نے فرمایا اب مختصر سا وقت بچا ہے، نماز فجر پڑھ کر سویا جائے، ایوب صاحب چائے لیکر حاضر ہوئے، اسی وقفہ میں حضرت نے مجھے کچھ لکھنے کا حکم فرمایا۔ میں نے وہ مراسلہ تیار کیا، اتنے میں فجر کی اذان ہونے لگی۔ نماز جماعت سے پڑھی گئی، پھر مسلسل سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند فوراً ہی آ گئی، ۱۱ر بجے بیدار ہوئے، پھر چلنے کی تیاری ہونے لگی، شام کو چار بجے کی فلائٹ دمدم ایر پورٹ سے دہلی کے لیے تھی، ناشتہ اور کھانا ایک ساتھ کیا، نماز ظہر گھر پر ادا ہوئی، شب ہی میں فلائٹ کے دو ٹکٹ ایوب مرحوم نے لا کر مجھ دیئے تھے، وہ ٹکٹ میں نے حضرت کی تکیہ ہی کے نیچے رکھ دیئے تھے۔ اس خیال سے کہ چلتے وقت ''صدری'' کی جیب میں رکھ لونگا مگر میں بھول گیا۔ ایر پورٹ چلنے کی تیاری ہونے لگی، حضرت نے اپنی

صدری مجھے عنایت فرماتے ہوئے کہا کہ اس کو تم پہن لو میں نے حضرت کی صدری پہن لی، اور اکثر دوران سفر حضرت کی صدری میں پہن لیا کرتا تھا، حضرت بہت کم صدری پہنتے تھے، مگر صدری ساتھ میں ضرور رکھتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں ضروری کاغذات، پاسپورٹ، ٹکٹ قلم اور دوا وغیرہ رکھے جاتے تھے، جب ایر پورٹ کے لیے چلنے لگے، تو حضرت نے فرمایا کہ سب سامان رکھ لیا ہے، میں نے عرض کیا حضور سارا سامان رکھ لیا ہے۔ حضرت مطمئن ہوئے، گاڑی میں بیٹھے کچھ ہی دور چلے تھے، کہ پھر فرمایا کہ سامان چیک کر لیا ہے، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ سب چیک کر لیا ہے۔ جب ایر پورٹ کے قریب پہنچے فرمایا، کہ ایک ایک سامان چیک کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ حضور ہاں، پھر فرمایا کہ ٹکٹ کہاں ہے، بس اتنا کہنا تھا کہ فوراً یاد آیا، کہ ٹکٹ تو تکیہ کے نیچے ہی رہ گیا۔ صدری کے چاروں جیب چیک کیے مگر ٹکٹ تو میں نے رکھا ہی نہیں تھا، وہ بھول گیا تھا، دمدم ایر پورٹ بالکل قریب تھا، پلین کا وقت صرف آدھا گھنٹہ بچا تھا، میں فوراً ایوب رضوی کے ساتھ گھر واپس آیا، یہ وقت بہت ٹریفک کے رش کا ہوتا ہے، گھر گیا ایک گھنٹہ لگا، ادھر لوگ حضرت سے پلین کے تاخیر سے اُڑنے کے لیے دعا کرانے لگے۔ جب میں ٹکٹ لیکر واپس پہنچا تو معلوم ہوا کہ دو گھنٹہ پلین لیٹ ہے، بہت آرام سے بورڈنگ کرایا۔ یہ حضرت کی زندہ کرامت ہے کہ میں ٹکٹ بھی لے آیا، پلین لیٹ ہو گیا، بہت سارے لوگ تاخیر کی وجہ سے داخل سلسلہ بھی ہو گئے۔ یہ ہے اولیاء کرام کا مرتبہ یہ ہے اہل اللہ کی شان۔ (کرامات تاج الشریعہ: ۱۹ اگست ۲۰۱۵ بروز ہفتہ، ص ۸۳)

مسجد میں چندہ

جامع حالات تاج الشریعہ مولانا شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں: ۱۹۹۷ء یا ۱۹۹۸ء کی بات ہے کہ صوبۂ بہار کا راقم السطور نے حضرت کی طرف سے پروگرام دے دیا تھا، یہ تاریخیں تقریبا دس دن کی تھی۔ ہر ایک دن حضرت کے تین سے چار اجلاس ہوا کرتے تھے۔ اور ایسا خاکہ تیار کیا تھا کہ جس جگہ سے حضرت چلیں گے اور جہاں تک جانا ہے، تو

لب سڑک سے متصل جتنے بھی گاؤں اور قصبے ہوں گے، سبھی جگہ ۱۵ ارمنٹ حضرت رک کر بیعت وارشاد فرمائیں گے، اس طرح ان دس دنوں میں درجنوں پروگرام ہو گئے۔ اور درجنوں گاؤں ودیہات کے علاقوں میں حضرت کے قدوم میمنت لزوم پہنچ گئے، تقریبا آدھا صوبہ بہار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہما کے فیضان سے مالامال ہو گیا۔

حضرت شہر کشن گنج سے بہادر گنج جاتے ہوئے فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر رضوی اور امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کے گاؤں تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک صاحب غالباً مولانا مفتی ایوب مظہر قادری کے بھائی یا قریبی رشتہ دار ملے، وہاں سے آگے بڑھے ہوں گے کہ ایک مسجد یا مدرسہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ چندہ کی اپیل کا بینر لگا ہوا تھا، معاً مجھے خیال آیا کہ یہ غریب مسلمانوں کا علاقہ ہے، یہاں مدد ہونی چاہیے ،میرے پاس اتنے روپئے بھی نہیں ہیں کہ میں فی الحال ان کی مدد کر دوں، میں اپنے ذہن وخیال میں سوچتا ہوا جا رہا تھا، گاڑی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھ رہی تھی، آگے ہی کچھ فاصلے پر قیام گاہ تھی۔ قیام گاہ پر پہنچے، سامان گاڑی سے لا کر کمرہ میں رکھا، حضرت کچھ دیر کے لیے آرام کرنے لگے، جب بیدار ہوئے فرمایا کہ تم اس وقت کیا سوچ رہے تھے، بیگ میں فلاں جگہ کا نذرانہ رکھا ہوگا، اس کو لے لو اور جا کر اس مسجد یا مدرسہ میں تعاون کر دو، یہ نہایت ہی اچھا عمل ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو بہترین جزا دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حضور میں واقعی یہی سوچ رہا تھا کہ ان کی مدد ہونی چاہیے۔ آپ نے کشف کے ذریعہ میرے دل کا حال جان لیا ہے۔ اب میں وہاں کے جو ذمہ دار ہوں گے، ان سے مل کر آپ کی طرف سے تعمیر مسجد میں چندہ دیدونگا۔ پھر فرمایا کہ جا کر تعاون کرو، مگر نام کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ایک موٹر سائکل والے کو ساتھ لیا اور اکیلے ہی چلا گیا۔ متولی صاحب سے ملاقات ہوئی، میں نے صرف اپنا اتنا تعارف کرایا کہ میں بریلی شریف سے حاضر ہوا ہوں، فلاں جلسہ میں آیا ہوں، یہ دس ہزار روپیہ مسجد کی تعمیر میں بطور تعاون حاضر ہیں۔ وہ بہت خوش ہوئے۔

حضرت دلوں کا حال جانتے ہیں۔ اپنے مریدین وخدام کے جذبات واحساسات کی قدر کرتے ہیں۔ یہی اولیائے کرام ومقربان بارگاہ الٰہی کی پہچان ہے۔ (۱۷/اگست ۲۰۱۵ء)

کینسر سے نجات

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں: عزیزم عبد اللہ رضوی ساکن محلہ ملوکپور بریلی کسی کمپوٹر کمپنی میں ملازمت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نے آپ کو کینسر کا مرض بتادیا۔ بریلی سے دہلی پہنچے، یہاں جانچ کرا کر ٹاٹا کینسر ہاسپیٹل میں جانچ کے لیے پہنچے، سبھی نے کینسر جیسے مہلک مرض کے ہونے کی بابت کہہ دی۔ موصوف فوراً اپنے پیرو مرشد حضرت تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زاروقطار رونے لگے، حضرت نے دریافت کیا کہ کیوں رو رہے ہو، خادم نے کہا کہ حضور ڈاکٹروں نے کینسر بتادیا ہے، جانچ رپورٹ میں بھی کینسر کے نمایاں نشانات بتائے ہیں۔ حضرت نے ڈاکٹر پر غصہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ ڈاکٹر جھوٹا اور ڈاکٹر کی رپورٹ جھوٹی۔ پھر قریب آنے کا ارشاد فرمایا، حضرت بہت دیر تک عبد اللہ رضوی پر پڑھ پڑھ کر دم کرتے رہے۔ ابھی چند ماہ قبل راقم کو گھر جاتے ہوئے راستہ میں مل گئے، میں نے معلوم کیا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ کہنے لگے کہ جس دن سے حضرت نے دم فرمایا ہے، اسی دن سے مجھے بڑی راحت ملی اور کینسر کا مرض کافور ہوگیا ہے۔ اب جانچ رپورٹ میں بالکل ہی کینسر کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔ یہ سب پیرو مرشد کی دعا کا اثر ہے ورنہ میرے گھر والے یہ سمجھ رہے تھے کہ اب میری زندگی کے چند ہی ایام رہ گئے ہیں۔ مگر میرے پیرو مرشد کی یہ زندہ کرامت ہے کہ میں آپ کے سامنے صحیح وسالم کھڑا ہوں۔ اور کمپنی بھی جوائن کرلی ہے۔ (۲۲/ستمبر ۲۰۱۵ء)

نماز جنازہ کے بعد بارش

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں: شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی علیہ

الرحمہ کے صاحبزادے مولانا احمد مشہود رضا کا ۱۹ر ستمبر ۲۰۱۵ء کو انتقال ہوگیا۔ انتقال کی اطلاع حضرت تاج الشریعہ کو کرائی گئی کہ مولانا احمد مشہود رضا صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے حضرت کے نام وصیت کی ہے۔ موجودہ وقت میں بریلی شہر سے پیلی بھیت کا راستہ وایا نواب گنج بہت خراب ہے، روڈ پر اینٹ پتھر کا کام چل رہا ہے۔ نہایت خراب راستہ ہونے کے باوجود بھی حضرت نے نماز جنازہ پڑھانے کی منظوری عطا فرمادی۔

اسی خانوادہ کے جواں سال برادرم برکات رضا قادری برکاتی بن مولانا محمد میاں رضوی بن ملا لیاقت حسین خاں رضوی مرحوم محلہ سرخہ بریلی شریف شریک نماز جنازہ تھے۔ بریلی واپسی پر بیان کیا کہ میں نے کسی حدیث کی کتاب میں پڑھا تھا کہ نماز جنازہ کے بعد اگر بارش ہوجاتی ہے تو صاحب میت کی بخشش ہوجاتی ہے۔ میں نے حضرت تاج الشریعہ سے عرض کیا حضور نماز آپ پڑھائیں گے ساتھ ہی بارش کی دعا بھی فرمادیں تاکہ یہ رحمت کی برکت سے میرے ماموں احمد مشہود رضا صاحب مرحوم کی بخشش کا سامان فراہم ہوجائے۔ حضرت نے ۲۵ ر ہزار پر مشتمل افراد کی امامت فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بارش کے آثار نمایاں ہوگئے۔ اور فوراً بارش ہونے لگی۔ یہ ہے حضرت کی دعا کی قبولیت اور صاحب میت کی نیکی کی دلیل۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے آمین۔

(کرامات تاج الشریعہ: ۲۲ر ستمبر ۲۰۱۵ء)

بیک وقت دو جگہ موجودگی

مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں: ۲۰۱۳ء میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کے ہمراہ صاحبزادہ مولانا عسجد رضا قادری مہتمم جامعۃ الرضا بریلی شریف ساؤتھ افریقہ کے علاوہ دارالسلام، تنزانیہ، ہرارے، زمباوے اور ملاوی وغیرہ کے تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر ملاوی کا ایک واقعہ جو حضرت کی زندہ وجاوید کرامت سے منسوب ہے، راقم سے بیان کیا کہ جمعہ کا دن تھا محمد اسلم مرزا رضوی میرے پاس بے تانہ آئے اور بغل گیر ہوگئے، اور کہنے لگے کہ آپ نے نماز کہاں پڑھی، میں نے بتایا کہ

فلاں مسجد میں پڑھی، وہاں حضرت نے نماز جمعہ ادا کرائی، اسلم مرزا نے نماز جمعہ کسی دوسری مسجد میں پڑھی تھی، یہاں عین نماز جمعہ حضرت تاج الشریعہ کی زیارت اور مصافحہ و دست بوسی بھی کی تھی، اسلم مرزا صاحب کا اپنی مسجد میں زیارت کرنا اور حضرت کا کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنا، واقعی کسی عظیم کرامت سے کم نہیں ہے۔ اسی مجلس میں کسی نے کہا کہ حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیک وقت ۷۰ رجگہ جلوہ نمائی کر سکتے ہیں، تو ان کے جانشین اور خلیفہ بیک وقت دو جگہ کیوں نہیں ہو سکتے۔ اسلم مرزا صاحب حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر کے فوراً گھر گئے اور اپنی بیوی و بچوں کو لا کر حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کرا دیا۔

ہوائی جہاز کا واپس آنا

انہیں کا بیان ہے ۷ر اکتوبر ۲۰۱۵ء کو بعد نماز ظہر قادری رائس میل بہیڑی ضلع بریلی میں بیعت وارشاد کا جلسہ مولانا مختار احمد قادری نے منعقد کیا تھا۔ حضرت تاج الشریعہ کے ہمراہ راقم کے علاوہ مولانا محمد عاشق حسین کشمیری اور مفتی شعیب رضا قادری بھی تھے۔ محترم مفتی صاحب نے اپنی تقریر میں اپنا عینی مشاہدہ بیان کیا کہ گزشتہ سال حضرت کے ہمراہ زمباوے کے شہر ہرارے کے ایر پورٹ پر ہم لوگ دوسرے شہر کی فلائٹ پکڑنے کے لیے پہنچے۔ تاخیر ہو جانے کی وجہ سے ایر پورٹ انتظامیہ نے کہا کہ پلین رنوے پر جا چکا ہے۔ اب آپ کا جانا ممکن نہیں ہے۔ حضرت سے مخاطب ہو کر افسوس کا اظہار کرنے لگے کہ اب دوسری فلائٹ بھی نہیں ہے۔ پروگرام متاثر ہو جائے گا۔ کافی لوگ جمع ہوں گے۔ پروگرام آرگنائزر کا کیا حال ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، اللہ جو کرے گا بہتر ہوگا، پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ انتظامیہ کے اہل کار آئے، کہنے لگے کہ آپ لوگ چلیں نا معلوم کیا وجہ رہی کہ پلین رنوے پر جانے کے بعد واپس آ گیا ہے۔ شاید آپ لوگوں کو لیجانا مقصود تھا۔

مفتی شعیب رضا صاحب نے تقریر میں یہ بھی کہا کہ اودے پور میں شہری ہو

اباز ی وزیر کے لیے صرف ایک بار پلین رنوے پر جا کر واپس آیا ہے، اور نہ آج تک کی تاریخ میں میں نے کہیں سنا اور نہ کبھی دیکھ کہ ایسا ہوا ہو، مگر یہ حضرت کی کرامت ہی ہے کہ ہوائی جہاز اڑنے کے بعد پھر دوبارہ واپس آیا۔ اور ہم لوگ خدا کا شکرادا کرتے ہوئے پلین میں بیٹھ گئے۔ (کرامات تاج الشریعہ، ص ۹۶، ۱۰ر اکتوبر ۲۰۱۵ء)

بیٹے کی پیدائش کے لیے دعا

مولانا شہاب مذکور ہی لکھتے ہیں: حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے خلیفہ و نواسہ حضرت مولانا الشاہ خالد علی خاں بریلوی کے داماد مولانا الشاہ محتشم رضا خاں قادری ساکن محلہ سوداگران ہر روز حضرت کی خدمت میں حاضر باش ہو کر فیضیاب ہوا کرتے ہیں۔ ایک دن مجھ سے میرے بچوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے کہ پلٹ کر میں نے بھی محتشم میاں سے ان کی اولاد کے بارے میں دریافت کر لیا، کہنے لگے کہ تین لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا ہے، جو حضرت تاج الشریعہ کی دعاؤں کی مرہون منت ہے۔ میں نے سوال کیا وہ کیسے ، بتایا کہ میری اہلیہ محترمہ نے کہا کہ آپ حضرت کی خدمت میں جاتے ہیں تو لڑکے کے تولد ہونے کی دعا کرائیے، اس پر محتشم میاں نے کہا کہ مجھے اپنے ذاتی معاملات میں کچھ کہتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی ہے، اس پر محترمہ نے حوصلہ دیا کہ بزرگوں سے دعائیں کرائی جاتی ہیں، ان کی دعاؤں میں وہ تاثیر ہوتی ہے جس سے تقدیر وتدبیر بدل جایا کرتی ہے۔

آپ کا بیان ہے کہ ان جملوں سے حوصلہ ملا، ہمت بندھی، حضرت سے دعا کی گزارش کہ حضرت میری اہلیہ نے بیٹے کے لیے درخواست کی ہے، کہ تین لڑکیاں ہیں۔ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر دعا کر کے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیٹا پیدا ہوگا، الحمد للہ چند ماہ بعد بیٹا ہی پیدا ہوا، جس کا نام حضرت نے ذکوان رضا خاں (۲۲ر دسمبر ۲۰۱۳ء) تجویز فرمایا، اس کے بعد فرمایا کہ ذکوان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد کا نام ہے۔ (کرامات تاج الشریعہ: ص ۹۷، ۲۰ر اکتوبر ۲۰۱۵ء)

مرد غیب کا ناشتہ لانا

مفتی محمد سلیم اختر بلالی دربھنگہ کا بیان ہے کہ آج سے تقریباً پندرہ برس پہلے میں اودے پور راجستھان کے قریب سڑاڑہ قصبہ میں امام احمد رضا کانفرنس سے خطاب کرنے کے لیے مدعو تھا۔ خوش قسمتی سے سرکار تاج الشریعہ بھی اس علاقہ میں فیضان تقسیم کرنے کے لیے تشریف لانے والے تھے۔ ہوائی اڈے پر ۲۱ر توپوں کی سلامی کا اہتمام کیا گیا تھا، ۲۱ر گاڑیاں حضرت کی کار کے پیچھے رضا کاروں سے بھری ہوئی استقبال کے لیے موجود تھیں، ہوائی اڈے کا عملہ اس عظیم الشان شخصیت کو دیکھنے کے لیے پریشان تھا کہ وہ کون سی ایسی ہستی ہے جن کے استقبال کی یہ تیاریاں ہیں، حضرت تاج الشریعہ جب ہوائی جہاز سے اترے، تو برادران وطن کی عقیدت ومحبت اور ان سے وابستگی کی کیفیت احاطہ بیان میں لانا مشکل ہے۔ پھر جب جلسہ گاہ میں حضرت رونق افروز ہو گئے تو منتظمین جلسہ سے وہاں کے برادران وطن نے خاصی گزارش کی کہ حضرت کے دیدار کا ہم کو موقع دیا جائے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت تاج الشریعہ عالمانہ جاہ وجلال کے ساتھ اسٹیج پر جلوہ بار ہیں، اور قطار در قطار صرف برادران وطن سامنے سے گزر رہے ہیں، اور حضرت کے روبرو ہونے پر اپنے مذہبی انداز میں اظہار عقیدت کر رہے ہیں، یہ تو ان کا حال تھا، اپنوں کا کیا حال بتاؤں، ہر آدمی اپنا ہر کچھ نثار کرنے کو تیار تھا، عجیب عقیدت ومحبت کا معاملہ تھا، یہ سب کچھ اس کا اظہار تھا جو رب کی جانب سے ان کو ودیعت کی گئی ہے جسے لوگ مقبولیت فی الارض کے نام سے جانتے ہیں۔

اس سفر میں ایک عجیب بات یہ ہوئی جسے میں کبھی بھول نہیں سکا، اور اکثر اس واقعہ کو بتا کر ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ حضرت کی کرامت تھی۔ معاملہ یوں ہوا کہ جلسہ رات میں ختم ہوا۔ صبح حضرت کی روانگی تھی، اور مجھے بھی وہاں سے اپنے جامعہ اسلامیہ امانیہ لوام دربھنگہ (بہار) کا سفر کرنا تھا، پوری آبادی کے لوگ حضرت کو رخصت کرنے میں لگے تھے، حتیٰ کہ وہاں کے خطیب وامام مولانا طیب رضا صاحب جو حضرت کے مرید بھی تھے اور انہوں نے ہی مجھے مدعو بھی کیا تھا، وہ بھی مجھے بھول بیٹھے تھے، دن کے ۱۰ بج گئے اور میں

تنہا اپنے کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا، سارے قصبے میں چہل پہل حضرت کی موجودگی کی رونق میں عجیب سا احسال سے دوچار تھا، کہ اچانک ایک آدمی میرے کمرے میں ناشتہ کے ساتھ وارد ہوا، اور میرے قریب بیٹھ کر کہا حضرت تاج الشریعہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، اور فرمایا ہے کہ بلالی کو ناشتہ کرادو، بعد میں کسی نے اس کا اقرار نہیں کیا کہ حضرت نے مجھے بھیجا تھا، پتہ نہیں یہ مردغیب حضرت کی کون سی خدمت پہ مامور تھا۔ سرکار مفتی اعظم کے بعد اگر کوئی اتنی مقبول شخصیت نظر آتی ہے تو یہ تاج الشریعہ کی ذات بابرکات ہے، جدھر سے حضرت کا گزر ہو جائے اعلان عام ہو جاتا ہے کہ ادھر سے سرکار گزرنے والے ہیں، پھر خلائق کا ہجوم:

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

علمائے اہل سنت بہار نے یہ محسوس کیا کہ حضرت تاج الشریعہ کا اگر دورہ ہو جائے، اور لوگ حضرت کی زیارت سے مشرف ہو جائیں تو یہ سنیت کا ایک بڑا کام ہوگا۔ اس سلسلہ الذہب میں دربھنگہ شہر کا نام آیا اور سرکار نے منظوری عنایت فرمادی۔ یہ بات حضرت کے تعلق سے کافی مشہور کہ حضرت لوگوں سے کم ملنا پسند فرماتے ہیں۔ خلوت پسند ہیں، ازدحام، دست بوسی، قدمبوسی سے دوری پسند ہے، اور علماء عوام وخواص کا یہ حال کہ مجھے موقع ملے تو مجھے موقع ملے۔ حضرت کا قیام دربھنگہ میں مفتی ہالینڈ امین شریعت سوم ادارہ شرعیہ حضرت مولانا عبدالواجد قادری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ پر تھا، حضرت کے ہمراہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی بھی خادم آئے تھے۔ حمیدیہ قلعہ گھاٹ کے وسیع وعریض میدان میں جلسہ کا اہتمام تھا۔ فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ، علامہ مفتی محبوب رضا القادری صاحب قبلہ وغیرہ پیش پیش تھے۔ حضرت کا حکم تھا کہ کوئی دست بوسی نہ کرے۔ میرے ساتھ سارے علما کو حصار کے لیے متعین کر دیا گیا، حضرت کافی خوش تھے کہ میری مان لی گئی ہے، لوگوں کا ہجوم بے پایاں ٹوٹا پڑ رہا تھا، ہر کوئی

اپنی آنکھوں میں اس رخ زیبا کے جمال کو سما لینا چاہتا تھا۔ عجیب دیوانگی تھی۔ حضرت سے موجود علما نے نعت مقدس سنانے کی گزارش کی، جسے قبولیت کا شرف مل گیا۔ کیا بتاؤں کہ سنا نے والا ایک عاشق رسول اپنے دل کی گہرائی سے محبوب خدا کی بارگاہ میں کلام پیش کر رہا تھا، ایک تو کلام کا اثر پھر جب اسے کوئی محب صادق پیش کر رہا ہو، تو اثر کا دوبالا سہ بالا ہو جانا فطری تھا۔ ایک پر کیف ماحول سارے مجمع پر طاری تھا۔ کچھ لوگوں نے سوچا اچھا موقع ہاتھ آیا، حضرت کلام پڑھ رہے ہیں۔ چلو کچھ نذر بھی دے دیں گے، اور اسی موقع پر دست بوسی کا شرف بھی حاصل کرلیں گے، جونہی دو چار آدمی گئے حضرت نے کلام کو روک دیا اور فرمایا کہ اب کوئی میرے درمیان مخل ہونے آیا تو میں اسٹیج سے اتر جاؤں گا۔ لوگ رک گئے اور حضرت کا فیضان خوب خوب برسا، آج بھی لوگ جب اس منظر کو یاد کرتے ہیں تو خوب لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (کرامات تاج الشریعہ:)

ایسی کیفیت کبھی نہیں دیکھی

مولانا شہاب لکھتے ہیں غالباً جنوری ۱۹۹۶ء کی بات ہے کہ راقم السطور حضرت تاج الشریعہ کے ہمراہ لدھیانہ (پنجاب) کے تبلیغی سفر پر تھا۔ جناب عین الحق رضوی کی دعوت پر لدھیانہ پہلی بار حضرت کا جانا ہوا۔ دن میں محلہ غیاث پورہ میں ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا کہ شب میں جلسہ کا اہتمام تھا۔ جلسہ میں تقریباً دو لاکھ انسانوں کا ہجوم تھا، ایسا لگتا تھا کہ جیسے پورا صوبہ پنجاب آج لدھیانہ میں جمع ہو گیا ہے۔ حضرت تقریباً ایک بج کر کچھ منٹ پر جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ اس پروگرام میں ہر مقرر و شاعر حضرت کی شان میں منقبت پڑھتا تھا۔ حضرت نے منع فرمایا کہ میری قصیدہ خوانی کے بجائے اسلام وسنیت پر تقریر کریں اور شعرا نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھیں۔ اختتام اجلاس سے قبل تقریباً ۷۵ ہزار فرزندان توحید نے حضرت کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دے کر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا پٹا ڈالنے کا عہد و پیمان کیا۔

وہیں پر چند وہابی دیو بندی بھی جلسہ سننے اور حضرت کا دیدار کرنے آئے تھے۔

حضرت کو دیکھتے ہی منبر پر آگئے۔ کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کی طرف متوجہ ہوا، کہنے لگے کہ ہم لوگ مولوی قاسم نانوتوی کے قصبہ نانوتہ کے رہنے والے ہیں، یہاں ایک فیکٹری میں کام کرتے ہیں۔ حضرت جیسی نورانی شخصیت آج تک ہم نے نہیں دیکھی ہے۔ اور آج ہم نے سنی اور دیوبندی کا فرق سمجھا ہے، اس لیے اب ہم حضرت کے ہاتھ پر توبہ ورجوع الی اللہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں فوراً حضرت کے پاس لے گیا، پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے توبہ وتجدید ایمان کرایا، داخل اسلام وسنیت فرما کر مرید کیا۔ غالباً پانچ لوگ تھے۔ یہ ہے حضرت کے چہرۂ زیبا کی ضوفشانیاں جن کی نورانی شعاؤں سے نظریں خیرہ ہوجاتی ہیں، اور دل ودماغ کی سلطنت بدل جایا کرتی ہے۔

کنزالایمان تصحیح شدہ کی اشاعت کا ایمان افروز واقعہ

انہیں کا بیان ہے کہ گزشتہ دنوں غالبا عیدالضحیٰ کے دوسرے دن ۱۱رذی الحجہ ۱۴۳۶ھ/۲۶رستمبر ۲۰۱۵ء کو راقم السطور سے ملاقات کے لیے حضرت مولانا محمد یامین نعیمی صاحب استاذ جامعہ نعیمیہ مرادآباد ومالک نعیمیہ بکڈپو دہلی دفتر میں تشریف لائے۔ آپ سے راقم کے قدیمی مراسم ہیں۔ پرانے کتب خانہ کا حال دریافت کرنے پر اس کی پوری تاریخ بیان کردی۔ پھر میں نے معلوم کیا کہ آپ کی تحریک پر حضرت تاج الشریعہ نے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی تصحیح فرمائی تھی۔ اس کی تفصیلات ذہن میں موجود ہوں گی، بیان کردیں۔

حضرت مولانا یامین نعیمی صاحب قبلہ نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات میں صدرالافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے ''کنزالایمان مع خزائن العرفان'' کی کتابت کرا کر سب سے پہلے مرادآباد سے طبع کرایا۔ اور طباعت کا کام بڑے اہتمام سے کیا تھا۔ اس کے بعد ایک طویل عرصہ گزر گیا کہ کنزالایمان کی اشاعت نہیں ہوئی، جبکہ مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی ابوالعلا مودودی کے ترجمہ قرآن کی برابر اشاعت ہو رہی تھی، اسی درمیان چتلی قبر چوڑی والان دہلی میں ایک پنجابی سکھ کو اردو کی مذہبی کتابوں کی اشاعت کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے ''کتب خانہ اشاعت

الاسلام" کے نام سے ایک مکتبہ قائم کیا، دہلی کی سرزمین سے پہلی بار اور ہندوستان میں دوسری بار اس پنجابی سکھ نے کنزالایمان شائع کیا۔ کنزالایمان کی اشاعت پر جماعت اہل سنت میں بہت خوشی ومسرت محسوس کی گئی، یہ سلسلہ سالوں چلتا رہا، ۱۹۹۰ء میں مولانا یامین نعیمی کا کتب خانہ اشاعت السلام دہلی جانے کا اتفاق ہوا، کتب خانہ کے مالک سے آپ نے تفصیل گفتگو کی، اس کی کچھ باتوں نے آپ کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ دہلی سے آکر آپ نے سب سے پہلے یہ پورا ماجرا حضرت مولانا مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کو سنایا، آپ نے یہ عزم مصمم کرلیا تھا کہ کنزالایمان کی اشاعت ہم کریں گے۔ حضرت محدث امروہوی نے آپ کی حوصلہ افزائی کی اور رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا بریلی شریف چلے جایئے، اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کی بزرگ شخصیات سے پورا واقعہ بیان کریئے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبیل ضرور نکلے گی۔ آپ دوسال تک غور وفکر کرتے رہے اور درد وکرب بڑھتا رہا، ۱۹۹۳ء میں آستانۂ عالیہ رضویہ پر حاضر ہوئے۔ حاضری سے قبل کی شب میں آپ نے خواب دیکھا کہ میں کسی تکلیف میں کچھ بیان کررہا ہوں، قرآن شریف کی تلاوت کررہا ہوں کہ اتنے میں حضرت تاج الشریعہ تشریف لے آئے ملاقات ہوئی، خواب میں مزید اور کیا بات ہوئی یہ یاد نہیں رہا۔ اس خواب کی تعبیر آپ نے یہ سمجھی کہ مجھے بریلی شریف فوراً حاضر ہونا چاہیے۔ آپ دوسرے دن بریلی پہنچے، سب سے پہلے آستانہ عالیہ رضویہ پر حاضری دینے کے بعد آپ نے ارادہ کیا کہ اب حضرت تاج الشریعہ اور حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی صاحب علیہ الرحمہ صدر مرکزی ادارۃ الافتاء بریلی شریف سے شرف ملاقات حاصل کرکے عرض مدعا کروں۔

آپ کا بیان ہے کہ میں جیسے ہی آستانہ شریف سے حاضری دے کر چوکھٹ پر پہنچا ہی تھا کہ پیچھے سے حضرت تاج الشریعہ تشریف لے آئے۔ معاً حضرت نے فرمایا کہ کئی دنوں سے آپ کا خیال ذہن میں آرہا تھا کہ خط لکھ کر آپ کو بلاؤں، مگر پروگرام کی مصروفیات میں مہلت نہیں مل پاتی تھی۔ بہت اچھا ہوا کہ آپ سے یہاں ملاقات ہوگئی،

آپ یہیں رکیں، میں اندر جا کر سلام عرض کر کے آرہا ہوں۔ آستانہ شریف سے باہر نکلنے پر حضرت تاج الشریعہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اپنی نشست گاہ میں لے آئے۔ پھر آپ نے کنز الایمان کی اشاعت کا ایک خاکہ حضرت کے سامنے پیش کیا، اور پنجابی سکھ کی اشاعت میں خامیاں بتائیں۔ حضرت بہت خوش ہوئے، فرمایا کہ میں خود یہی چاہ رہا تھا کہ اس کی تصحیح ہو جائے پھر اشاعت کی جائے۔ یہ حضرت کی کرامت ہی ہے کہ دل کا حال معلوم کر لیا۔

آپ نے بتایا کہ حضرت تاج الشریعہ کی سربراہی میں ۱۹۹۳ء میں قرآن کمپنی بریلی، کے نام سے ایک اشاعت ادارہ کا نام دیا گیا۔ اسی ادارہ کے نام سے کنز الایمان کی اشاعت ہوئی، تصحیح کی مکمل ذمہ داری حضرت تاج الشریعہ نے انجام دی، اور وقتاً فوقتاً علامہ مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی معاونت کرتے تھے، حضرت نے پورے کنز الایمان مسیں کتابت کی تین سو گیارہ (۳۱۱) غلطیاں نکالیں۔ تصحیح کا طریقہ یہ تھا کہ حضرت مرکزی دار الافتا میں رونق افروز ہوتے اور سامنے کنز الایمان ہوتا تصحیح در تصحیح میں غلطیوں کے امکان کو ختم کرنے کے لیے حضرت نے ہندوستان اور پاکستان سے شائع شدہ گیارہ نسخے جمع کیے، علاحدہ علاحدہ طبع شدہ نسخوں کا تقابل کرتے اور ہر ایک نسخے کو دوسرے نسخے سے ملاتے تھے۔ حضرت کے سامنے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کا مطبوعہ نسخہ بھی پیش نظر رہا ہے۔ مکمل ایک سال کی محنت شاقہ کے بعد کنز الایمان منظر عام پر آیا۔ حضرت تاج الشریعہ نے اپنی جیب خاص سے اشاعت کے لیے چالیس ہزار روپئے مولانا یامین نعیمی صاحب کو دیئے۔ یہی تصحیح شدہ نسخہ اب متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب ایک چھوٹی سی کتاب کو چھپوانے کے لیے مصنفین سرمایہ داروں کے چکر لگایا کرتے تھے، مگر اب حالات بدل چکے ہیں، جماعت اہل سنت کے پاس سرمایہ کی کوئی کمی نہیں ہے، اور نہ ہی اداروں کے پاس کوئی کمی ہے۔ مولانا یامین نعیمی صاحب کا خواب میں حضرت تاج الشریعہ کو دیکھنا، حضرت محدث امروہوی کی رہنمائی، پھر حاضری در آستانہ پر حضرت سے اچانک

ملاقات، حضرت کا اشاعت کے لیے آپ کو بلانے کا عزم، یہ سب ایسے ہوا جیسے کہ باہم دونوں گفت وشنید کر چکے ہوں۔ آپ کا خود کہنا ہے کہ یہ تاریخی سفر میری زندگی کی معراج ہے، اور میں اس کو حضرت تاج الشریعہ کی کرامت تصور کرتا ہوں۔

(کرامات تاج الشریعہ ۳/۱ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

ڈاکٹر جھوٹا، رپورٹ جھوٹی

وہی بیان کرتے ہیں:

حضرت تاج الشریعہ کی تقریباً ایک ماہ بعد سفر سے بریلی شریف واپسی ہوئی۔ عید الفطر کی نماز عیدگاہ باقر گنج میں پڑھائی۔ چند ایام گذرے تھے کہ ۲۵/جولائی ۲۰۱۵ء کو بعد نماز مغرب لگاتار چار الٹیاں ہوئیں۔ الٹی بالکل کالی تھی، فوراً صاحبزادہ گرامی مولانا عسجد رضا خاں صاحب مدظلہ نے ڈاکٹر پرویز نوری صدیقی کو فون کر کے بلالیا، انہوں نے چیکپ کیا، خون کے جانچ کی رپورٹ حاصل کرنے کے لیے سینٹر بھیج دی، دوا تجویز کی اور دوا کھانے پر الٹیاں بند ہوگئیں۔ بعد نماز عشا تقریباً رات کے دس بجے ہوں گے، کہ ڈاکٹر صاحب تشریف لائے، کہنے لگے کہ فکرمندی کی بات یہ ہے کہ حضرت نے صبح صرف آدھی روٹی تناول کی تھی اس کے بعد پورا دن گزر چکا ہے کچھ بھی نہیں کھایا، اور کالی الٹی ہوگئی، اس لیے میرا مشورہ ہے کہ آپ دہلی لے جائیے۔ مولانا عسجد میاں نے حضرت سے دہلی چلنے کے لیے کہا، فرمایا کہ نماز پڑھوں گا، حضرت نے نماز ادا فرمائی، دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کو مرید کیا، ملاقاتیں فرمائیں، پھر اندرون خانہ تشریف لے گئے اور آرام کرنے لگے۔ عسجد میاں پھر حضرت کے پاس پہنچے، دہلی چلنے کے لیے کہا، تو حضرت نے فرمایا کہ میری طبیعت بہتر ہے اور میں اب آرام کروں گا، ڈاکٹر کی رپورٹ جھوٹی ہے۔

حضور عسجد میاں، برادرم دانش رضا اور راقم السطور رات بھر نہیں سوئے، فکر دامن گیر رہی، رات تقریباً ڈیڑھ بجے ڈاکٹر انیس بیگ اور ڈاکٹر شردا گروال سے مولانا عسجد میاں نے بات کی، انہوں نے دوسرے دن ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرانے کا مشورہ دیا،

۲۶؍جولائی ۲۰۱۵ء صبح ۶ بجے جانچ کرنے کے لیے رام پور گارڈن سے دو صاحبان آ گئے، چیک کرنے کے لیے خون لے گئے۔ دس بجے برادرم دانش رضا رپورٹ لینے کے لیے پہنچے، رپورٹ میں کچھ واضح نہیں ہو رہا تھا، پھر ڈاکٹر انیس بیگ آ گئے، اور اپنے ہاسپٹل میں چلنے کا مشورہ دیا، ۱۱؍بج کر ۴۵ منٹ پر حضرت سوداگران سے ''بیگ ہاسپٹل'' کے لیے روانہ ہوئے، ہاسپٹل میں حضرت کے پہنچنے کی خبر نے شہر میں ہل چل مچا دی۔ گلی کوچے ہاسپٹل کے در و دیوار انسانی سیلاب سے بھر گئے تھے۔ حضرت کے گردہ کا اکسرا ہوا۔ شوگر، بلڈ پریشر غیرہ کی جانچیں ہوئیں، ایک دن اور ایک رات ہاسپٹل میں گزار کر ۲۷؍جولائی کو ۱۲ بجے گھر واپس تشریف لائے۔ ڈاکٹر شردا گروال نے نبض کی تشخیص اور جانچ رپورٹوں کے بعد بتایا کہ حضرت کی طبیعت میں کافی سدھار ہوا ہے اور طبیعت بہت بہتر ہے۔

دوران علاج شدید بیماری میں حضرت نے تمام نمازیں کھڑے ہو کر پڑھیں، فرائض تو فرائض سنت بھی کھڑے ہو کر ادا کی، کبھی کبھی کمزوری کی وجہ سے کھڑے ہونے میں دقت ہو جاتی تھی، تو برادرم یوسف اختر ہلکا سا سہارا دے دیا کرتے تھے۔ روزانہ کے معمولات اور اوراد و وظائف میں بالکل فرق نہیں آنے دیا اور مسلسل تصنیف و تالیف و دیگر فتوی جات پر تحریری کام بھی جاری رہا۔ (کرامات تاج الشریعہ، ص:۔۔۔۔۔)

پروفیسر کی ٹائی اتار دی

مولانا توحید اشرفی ساکن شہزاد پور ضلع امبیڈکر نگر کا بیان ہے کہ حضور تاج الشریعہ کا سفر ہالینڈ کا ہوا۔ جلسہ میں بہت سے ڈاکٹرس اور پروفیسرس ٹائی لگا کر شریک تھے، آپ نے ٹائی کی حقیقت اور ٹائی کے تعلق سے عیسائیوں کے عقیدے پر بھرپور تقریر فرمائی، اور ٹائی کے جتنے اقسام ہیں ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ اس تعلق سے جلسہ کے بعد آپ سے استفتا ہوا آپ نے دلائل و براہین کے ساتھ تشفی بخش جواب ہالینڈ روانہ فرمایا، اس سلسلہ میں آپ کی کتاب مسمی ''ٹائی کا مسئلہ'' وجود میں آئی۔

حضور تاج الشریعہ نے یہ ہرگز نہیں سوچا کہ یورپ کے دنیاوی منصب پر فائز

اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات جلسہ میں موجود ہیں، اگر ٹائی کے تعلق سے گفتگو ہوئی تو کہیں یہ سب ناراض نہ ہو جائیں، آپ نے حکم شرع بیان فرما کر اپنے عالمانہ فقیہانہ وقار کو مجروح نہیں ہونے دیا۔

آج کل بعض پیروں کو دیکھا جاتا ہے کہ پیر طریقت کی مسند پر بیٹھنے کے بعد احکام شریعت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نماز روزہ اذکار و وظائف اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلوب کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہے۔ عورتوں کا اٹھنا بیٹھنا، غیر شرعی امور دیکھنا، اور تنبیہ نہ کرنا عام بات ہے مگر حضور تاج الشریعہ ایک صاحب علم و فن کے ساتھ بحر طریقت کے غواص بھی ہیں، مشاہدین میں سے کسی پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے سامنے کوئی غیر شرعی امر واقع ہو جائے، اور آپ نے خاموشی اختیار کی ہو، بلکہ فوراً حکم شرع بیان فرماتے ہیں۔ آپ کا ظاہر و باطن یکساں ہے، یہی سبب ہے کہ حکم شرع بیان کرتے وقت کسی کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ آج تک حاضرین میں سے کسی نے آپ کے پاس عورتوں کو بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا، عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مرید کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ چین والی گھڑی پہن کر کسی عالم یا غیر عالم کو بیٹھے نہیں دیکھا۔ یہ حقیقت ہے کہ جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے ڈرتا ہے، اس سے خدا کی مخلوق ڈرتی ہے۔ آپ کا تصلب فی الدین کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ایسا مرشد طریقت کسی کو مل جائے تو واقعی اس کی آخرت سنور جائے گی۔

کرامات حضور قمر ملت

مختصر تعارف حضور قمر ملت علیہ الرحمہ

آپ کی پیدائش ۱۴؍شعبان ۱۳۶۵ مطابق ۱۴؍جولائی ۱۹۴۶ء میں ہوئی ۔ابتدائی تعلیم والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند سے لی۔ پھر عربی فارسی اور دینیات کی تعلیم منظر اسلام سے حاصل کیں اور ۱۹۶۶ میں عصری تعلیم کے لئے مسلم یونیورسیٹی علی گڈھ تشریف لے گئے۔

۱۹۶۰ ہی میں آپ نے سرکار مفتی اعظم ہند سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۸۴ میں حضور صدر العلما علامہ تحسین رضا نے سلسلہ رضویہ کے فروغ کے لئے اجازت وخلافت سے نوازا۔

خلافت کے بعد سلسلہ رضویہ کے مخلصین کے بیحد اصرار پر آپ نے بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اوراس کا آغاز اپنے والد گرامی کی محبوب بستی "رضا باغ گنگٹی " سے کیا۔ اس کے بعد ملک کے مختلف صوبوں بہار بنگال جھارکھنڈ آسام گجرات مہاراشٹر ایم پی آندھرا پردیش کشمیر کے دورے کیئے اور لاکھوں افراد کو حلقہ بگوش رضویت کیا۔ اسی طرح غیر مما لک میں عراق عرب پاکستان سری لنکا تک کا سفر کیا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا یہاں بھی لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر سلسلہ رضویہ کی برکتوں سے مالا مال ہوئے۔

آپ سائنس ریاضی علم الاعداد، تاریخ گوئی وغیرہ علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ تاریخ نکالنے میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ اسم اعظم نکالنے میں بھی آپ ماہر تھے۔ بہار بنگال جھارکھنڈ میں آپ کے دورے زیادہ ہوا کرتے تھے جس کے سبب یہاں آپ کے مریدین کی تعداد بھی زیادہ ہے۔

آپ کا وصال ۵؍شعبان ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۵؍جون ۲۰۱۲ کو ہوا مزار مبارک احاطہ مزار اعلیٰ حضرت میں والد ماجد کے پہلو میں ہے۔

دریا کا رخ موڑ دیا:

مولانا انظار خان ساکن بلوا نے یہ کرامت فقیر جامع کرامت امجد رضا امجدؔ سے

بیان فرمائی کہ:

میرا گاؤں بلوا اور تر کی (ضلع سیتا مڑھی بہار) کا علاقہ سیلاب زدہ ہے جب بھی سیلاب آتا یہ علاقہ تباہ ہوتا۔ کھیتیاں تباہ ہوتیں، لوگ بے گھر ہو جاتے اور اس کا اثر سالہا سال رہتا۔ یہ علاقہ چوں کہ نیپال کے پانی کی زد پہ رہا ہے اس لئے تقریبا ہر سال یہ سانحہ ہوتا۔ اس کے ساتھ یہ بھی فخر کی بات ہے کہ یہ سارا کا سارا علاقہ خانوادہ رضا سے وابستہ ہے اور سب وہیں کے مرید ہیں ایک بار حضور قمر ملت علامہ شاہ ڈاکٹر قمر رضا خاں صاحب رحمہ اللہ علیہ کو ہم لوگوں نے ایک جلسہ میں مدعو کیا حجرت تشریف لائے بڑا پر اثر جلسہ ہوا ہزاروں لوگ ان کے سلسلہ سے وابستہ ہوئے۔ کل ہو کر ہم لوگوں نے حضرت سے اپنا درد بیان کیا کہ ہمیشہ ہم لوگ سیلاب کے طوفان کی زد میں آجاتے ہیں اس طرف حضرت خاص توجہ فرمائیں۔ الحمد للہ! حضرت نے محض دعا نہیں فرمائی بلکہ فرمایا کہ چلو دیکھوں وہ کون سی جگہ ہے۔ پھر ہم لوگ حضرت کی قیادت مین ایک جم غفیر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے جہاں سے یہ سیلابی طوفان ہم لوگوں کے گاؤں کی طرف مڑتا تھا۔ حضرت نے وہاں پہنچ کر بڑے یقین سے فرمایا بولو، اس کا رخ کدھر موڑ دوں؟ اللہ اللہ۔ یہ یقین اور یہ دریا پہ اختیار کہ جدھر موڑ ین وہ مڑ جائے، یقینا کوئی خدا رسیدہ کہہ سکتا ہے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا حضرت اس طرف موڑ دیں جدھر کسی کا نقصان نہ ہو اور ہمیں بھی عافیت مل جائے ۔ چنانچہ حضرت نے کچھ پڑھا اور دریا کی طرف ایک اشارہ ایسا فرمایا جیسے فرمایا اب ایسے نہیں تمہیں ایسے بہنا ہے۔ یہ اشارہ حضرت نے کر دیا پھر آپ رخصت ہو گئے مگر یہ کرامات سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب اب کی سیلاب آیا تو دریا کا رخ ادھر مڑ گیا جدھر حضرت نے اشارہ فرمایا تھا۔ اللہ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

سرکش جن کو کاشی بھیج دیا

ہمارے بھائی جناب محمد ارشد خان مرید حضور تاج الشریعہ بیان کرتے ہیں:

میرے چوتھے لڑکے علام خان عرف انمول کو جناتی اثر تھا، یہ اثر اتنا شدید تھا کہ جب اس کی آمد ہوتی تو اس کا سنبھالنا مشکل ہو جاتا، علاقائی لوگوں سے بہت ترکیبیں ہوئیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اسی درمیان شہزادہ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ شاہ قمر رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی آمد رضا باغ گنگٹی ہوئی۔ میں ان کے پاس اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے میری عرضی سن کر بچہ سے فرمایا کہ پاؤں دباؤ۔ اس نے پاؤں دابنا شروع کیا، تھوڑی دیر بعد حضرت نے بچہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ ”تم اس بچہ کو چھوڑ و اور کاشی یا متھرا جہاں جانا ہو چلے جاؤ“ پھر آپ نے اس کو دم کیا اور شام میں تیل پانی لے کر طلب فرمایا۔ حکم کے مطابق میں حاضر ہوا حضرت نے دیر تک اس کے لئے وظائف پڑھے تیل پانی پر دم فرما کر دیا۔ الحمد للہ اس کے بعد وہ حرکت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

سر کا درد ہمیشہ کے لئے ختم

ہمارے بھائی جناب محمد ارشد خان مرید حضور تاج الشریعہ بیان کرتے ہیں:

حضور قمر رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ رضا باغ گنگٹی تشریف لائے ہوئے تھے اور اسی مردانہ بیٹھک جو حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفسر اعظم ہند کی قیام گاہ رہا ہے، قیام فرماتے تھے۔ میں اپنے لڑکے محمد باقر خان عرف شہنشاہ کو لے کر حاضر ہوا اس کے سر میں ہمیشہ درد رہتا تھا اسے دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اسے جنات کا اثر ہے پھر حضرت نے اسے دم کیا اور ایک تعویذ دی جس کے بعد سے درد ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

لاکھوں سلام

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ارم تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
غوث وخواجہ رضا حامد و مصطفےٰ
پنج گنج ولایت پہ لاکھوں سلام
ڈال دی قلب میں عظمت مصطفےٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجے سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

□□□

ادارہ کی دیگر مطبوعات
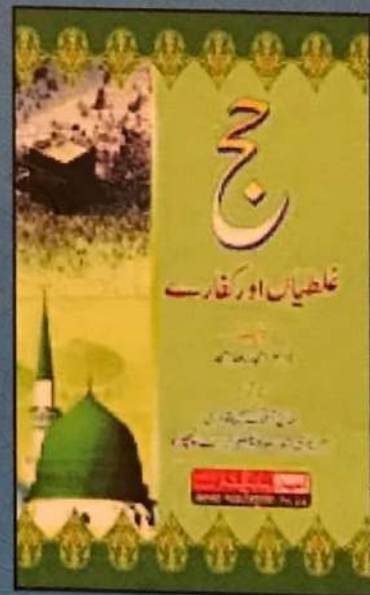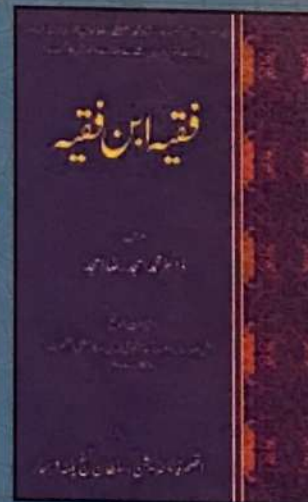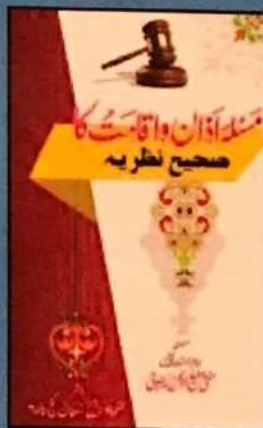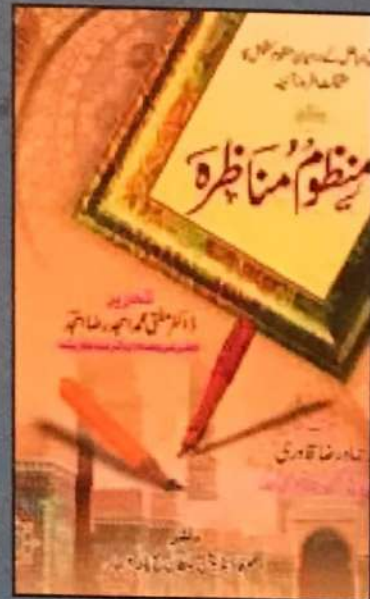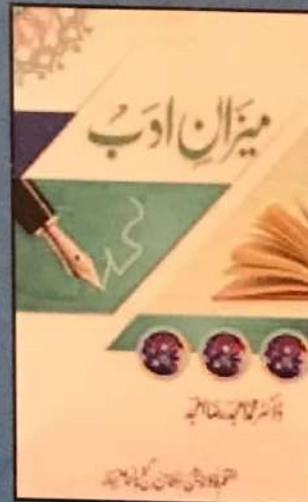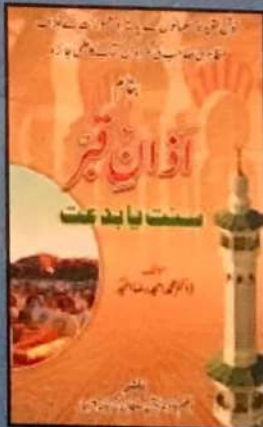
Publisher

ALQALAM FOUNDATION

Sultanganj, Patna, Mobile NO. : 9835423434

e-mail : amjadrazaamjad@gmail.com, www.alqalam.in